وجعلنا ابن مريم وامه آية وآويناهما الى ربوة ذات قرار ومعين

عیون زمزم

في

میلاد عیسیٰ ابن مریمؑ

اس میں مسیح موعود عیسیٰ ابن مریم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی پیدائش پر پوری پوری بحث ہے

مصنف

حضرت العلام حافظ عنایت اللہ اثری وزیرآبادیؒ

نظر ثانی و اضافہ جات: عبدالکریم اثری خطیب جامع مسجد اہلحدیث جناح سٹریٹ گجرات

مکتبہ الاثریہ جناح سٹریٹ گجرات

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ

عیون زمزم

فی

میلاد عیسیٰ ابن مریمؑ

اس میں مسیح موعود عیسیٰ بن مریم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی پیدائش پر پوری پوری بحث ہے

مصنف

حضرت العلام حافظ عنایت اللہ اثری وزیر آبادیؒ

نظر ثانی و اضافہ جات: عبدالکریم اثری خطیب جامع مسجد اہلحدیث جناح سٹریٹ گجرات

مکتبہ الاثریہ جناح سٹریٹ گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہٗ

دوستوں کے نام

حضرت العلام حافظ عنایت اللہ اثری وزیر آبادی رح سے درس نظامی کی تکمیل کے بعد میں اپنے گاؤں ٹھٹھہ عالیہ تحصیل پھالیہ چلا آیا اور خطبہ جمعہ کے لیے ایک عرصہ سے کنجاہ جارہا تھا اور جاتا رہا کہ ۱۹۷۴ء ماہ اگست میں استاذی حافظ صاحبؒ کا خط آیا۔ گجرات حاضر ہوا تو آپ نے بعد از نماز ظہر ارشاد فرمایا: "میں اب اتنا کمزور ہو چکا ہوں کہ بیٹھ کر بھی جمعہ کا خطبہ نہیں دے سکتا اور میری نظر آپ پر ہے، بس اب ذمہ داری سنبھال لے"۔ میں نے اسے قبول کیا اور یہ کام ۱۹۸۰ء تک چلتا رہا، اپریل ۱۹۸۰ء میں مجھے مستقل گجرات رہنے پر مجبور فرمایا، آپ کا یہ حکم بھی مان لیا اور ۲۶ اپریل سے وہاں رہنا شروع کر دیا کہ اچانک ۱۱/۱۲ مئی کی درمیانی شب بعد از نماز عشاء آپ کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

حضرت کی وفات کے بعد انجمن اہل حدیث جناح سٹریٹ گجرات نے وہ تمام امور میرے سپرد کر دیئے جو موصوف انجام دے رہے تھے۔ جن کتب کی دوبارہ اشاعت کی آپ نے وصیت فرمائی تھی میں نے ان پر توجہ دی "البیان" اور "القول" ۱۹۸۲ء میں شائع کر دیں۔ مسجد چھوٹی تھی، جمعہ کی حاضری بہت بڑھ گئی اندریں وجہ نذیر بٹ صاحب والامکان اس وقت کی انجمن کی عدم دلچسپی کے باوجود خرید لیا گیا۔ مسجد کی تعمیر نو کا مسئلہ آیا تو مزید ہمت سے کام لیا گیا۔ انجام کار ایک تعمیر کمیٹی تشکیل دی جس کے تین ممبر میاں ثناء اللہ بٹ، میاں محمد خالد بٹ اور میاں کرامت اللہ مقرر ہوئے، الحمد للہ کہ اس کمیٹی نے دن رات بڑے اخلاص سے کام کیا اور شہر کے دوستوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور دو سال کی قلیل مدت کے اندر موجودہ مسجد کا تین منزلہ ڈھانچہ تیار ہو گیا اگرچہ اس خوب کو خوب تر بنانے کے لئے بہت کچھ درکار ہے جو انشاءاللہ ہوتا رہے گا۔

بعد ازیں تبویب مسند ابی داؤد طیالسی اور عیون زمزم پر کام ہوا۔ عیون آپ کے ہاتھ میں ہے اور مسند انشاءاللہ سال تک تیار ہو جائے گی۔ آپ کے تعاون اور دعاؤں کی بے حد ضرورت ہے۔

(خادم) عبد الکریم اثری

فہرست مضامین

اعتراف واقرار

زیر نظر کتاب جو حضرت العلام حافظ عنایت اللہ اثری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ اس کے گذشتہ ایڈیشن میں فہرست مضامین موجود نہ تھی۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ کچھ تبدیلیاں ناگزیر ہوتی ہیں۔ اب وہ وقت ہے کہ اگر کتاب کی فہرست موجود نہ ہو تو قاری پریشان ہو جاتا ہے نیز یہ کہ کوئی خاص بات دیکھنا ہو تو وہ آسانی سے نہیں دیکھ سکتا۔ اس مشکل کے ازالہ کے لیے اس ایڈیشن میں فہرست کا اضافہ کرنا پڑا۔ لہٰذا فہرست میں جو عنوانات درج ہیں ان کو دیکھنے کے لیے ہر عنوان کے سامنے جو صفحہ نمبر درج ہے اس پر من وعن اگر وہ عنوان موجود نہ ہو تو بھی اس کا مفہوم ومطلب آپ کو وہاں یقیناً مل جائے گا۔ کیونکہ یہ عنوان اس مضمون سے اخذ کیا گیا ہے۔ فقط

والسلام

(خادم) عبد الکریم اثری

من ھو الاثری

حضرت العلام حافظ عنایت اللہ اثری وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲؍اگست ۱۸۹۸ء مطابق ۲۴؍ربیع الاول ۱۳۱۶ھ بروز منگل بوقت صبح صادق پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد کا نام امام الدین اور دادا کا نام محمد عظیم تھا جو چغتہ مغل برادری میں شمار ہوتے تھے اور والد بزرگوار درزی کا کام کرتے تھے۔

قرآن مجید ناظرہ اور ابتدائی کتب وزیر آباد اپنے محلہ کی مسجد میں پڑھیں اور ترجمہ مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی سے پڑھا بعد ازیں گیارہ ماہ ۲۳ دن میں قرآن مجید حفظ کیا اور حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی سے مشکوۃ پڑھ رہے تھے کہ امرتسر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس دیکھنے گئے وہاں مولانا عبدالرحیم مراد آبادی سے ملاقات ہوئی تو مولانا موصوف کے دل میں جگہ پا گئے۔ (یہ کانفرنس ۱۹۱۳ء میں ہوئی)۔

۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۶ء تک مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کرتے رہے اور آخر کار مولانا عبدالوہاب الدہلوی امام غرباء اہلحدیث سے سند شیخ الحدیث حاصل کی اور دہلی ہی میں سکونت اختیار کر لی۔ بعد ازیں کلکتہ اور بھوانی میں بھی خطیب رہے ۱۹۱۶ء کے آخر میں مجاہدین کی جماعت کو سرحد میں مالی امداد پہنچانے پر متعین ہوئے لیکن حکومت برطانیہ کی زیادتیوں کا شکار ہو گئے اور خاصی پریشانی اٹھانا پڑی۔

۱۹۱۹ء میں آپ کی شادی ہوئی، دہلی میں خطابت و درس کا کام شروع کیا اور وہیں سے ۱۹۲۳ء میں گجرات والوں کی دعوت سے گجرات تشریف لے آئے اور یہاں ایک چھوٹا سا مدرسہ قائم کر کے تدریس کا کام شروع کیا۔ ۱۹۴۷ء تک باقاعدہ یہ سلسلہ چلتا رہا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد صرف ایک دو طالب رہے اور ۱۹۷۴ء تک یہ سلسلہ قائم رہا اور ۷۴ء سے ۸۰ء تک تقریباً فارغ البال رہے۔ تالیف کا معمولی سا کام جاری رکھا۔ گھر کا مکمل اثاثہ انجمن میں دیکر ۱۹۸۰ء ۱۱؍۱۲؍مئی کی درمیانی شب بعد از نماز عشاء داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے دار فانی سے رخصت ہو گئے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ؕ

پیش لفظ

(کچھ ان کا اور کچھ ہمارا)

دنیا میں جتنے اور جیسے کچھ مظلوم رہے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ مظلوم وہ صحف سماوی اور انبیاء علیہم السلام کی سیرت طیبہ کے وہ نقوشِ حیات ہیں جو اُن کی اُمتوں کی ہاتھوں میں پہنچتے رہے ہیں۔ اِن صُحفِ سماوی یا نقوشِ حیات پر جو ستم ڈھائے گئے بالعموم ان کو تین مراکز میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(i) سیاسی ہتھکنڈے (ii) واہمی مفروضے اور (iii) تقلیدی مجبوریاں

پھر ان ظالموں نے اپنے اپنے مفروضات کے لیے جو سہارے تلاش کیے بالجملہ ان کی تفصیل یوں رہی ہے۔

۱۔ وہ قصے کہانیاں جن کی حیثیت افواہوں سے زیادہ کچھ نہیں ہوتی۔

۲۔ وہ مفروضات جو علم وعقل کے سفر میں ان کے سامنے آئے اور ان کی حیثیت مفروضہ خیال یا فریب مطالعہ کی ہوتی ہے۔ جو بالآخر اثنائے سفر میں ہی دم توڑ دیتے ہیں۔

۳۔ یا پھر وہ حسنِ ظن ہوتا ہے جس کے ترکشِ حیات میں دلائل کے تیروں کی کمی ہوتی ہے اور تقلیدی مجبوریوں کے سوا طائر مقصود کا شکار ممکن نہیں ہوتا۔

اب ان تینوں مراکز کا طریق کار الگ الگ اسطرح بیان کیا جاسکتا ہے۔

سیاسی ہتھکنڈے: اہل سیاست میں سے سیاسین تو ہمیشہ اپنے اپنے دور میں کتاب وسنت کو اپنا حریف تصور کرتے رہے ہیں۔ اس لیے وہ ہمیشہ اس کوشش میں رہے کہ کسی طرح اس سے پیچھا چھڑایا جائے۔ جس کا حل انہوں نے یہ تلاش کیا کہ علماء سو پیدا کر کے اپنے راستہ سے یہ بھاری پتھر ہٹائے اور خوشامدی ٹولیوں کی کمک پہنچا کر اپنے دور کے عوام کو رام کرنے کے لیے دجل، لالچ، دھونس، دھاندلی اور دھن کے جال پھیلائے اور اس طرح وہ اپنے مقصد میں کافی حد تک کامیاب رہے۔

وہمی مفروضے: جو ان سیاسین ٹولوں کے جال سے بچ نکلے وہ ان وہم پرستوں کے دام فریب کی نذر ہو گئے۔ اور ان کو مزید مدد پہنچانے کے لیے علماء ٹولوں نے بھی ان کا کھل کر ساتھ دیا یہی وجہ ہے کہ وہ دَورِ اوّل کے علاوہ ہمیشہ کثرت سے رہے۔ اور ان کی کثرت ہی کے پیش نظر ہر دور کے حکمرانوں نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ اور علماء ٹولوں نے شکوک و شبہات کو جنم دے کر ملتِ اسلامیہ میں بے اطمینانی اور بے چینی پیدا کر کے فکری اور عقلی فضاؤں کو متزلزل کیے رکھا اس اُوہام و خواہشات کی وادی میں زیادہ تر جذباتی قسم کے لوگوں نے قدم رکھا یا پھر ایسے حضرات ان کی طرف بڑھے ہیں جو غیر شعوری طور پر اس وہم میں مبتلا رہے ہیں کہ خدا اپنی سنت اور کلمہ کا پابند نہیں ہے۔ لہذا پہلے انہوں نے ایسے مفروضے تیار کیے جن کا دین اسلام کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ اور جب ان مفروضوں کے خلاف کسی نے آواز اٹھائی تو انہوں نے اپنی وہم پرستی کی بنا پر فوراً اس پر حکم صادر کر دیا کہ یہ معجزہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت اور کلمہ کا خلاف کر کے لوگوں کو بتایا ہے۔ کہ وہی ذات قادرِ مطلق ہے جو اپنے کسی کلمہ و ضابطہ کا پابند نہیں اس طرح ان مفروضوں کے خلاف آواز اٹھانے والوں پر یہ فتویٰ چست کر دیا کہ یہ معجزات کے منکر ہیں۔

تقلیدی مجبوریاں: تقلید آباء اور تقلید علماء نے ان کے مقلدین کو مجبور کیا کہ وہ کتاب و سنت کا مطالعہ اپنے اپنے پیش روؤں کی عینکیں لگا کر کیا کریں پھر جہاں کہیں دھندلکے دکھائی دینے لگیں۔ وہاں اپنی عینک کو بدلنے کی بجائے کتاب و سنت کے فطری مضامین کو تقلیدی مجبوریوں کی بنا پر بدل دیں۔

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

یہی وجہ ہے کہ آج وہ لوگ جو اپنے آپ کا غیر مقلد کے نام سے تعارف کراتے ہیں۔ یا اہل حدیث مسلک کا داعی قرار دیتے ہیں۔ جب ان سے ان مفروضوں کے ثبوت میں قرآن و سنت سے وضاحت طلب کی جاتی ہے۔ تو شور مچا دیتے ہیں۔ کہ جب اسلاف نے آج تک ایسا ہی سمجھا ہے۔ تو اس سے زیادہ ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے۔ پھر اگر کوئی دبی زبان سے یہ کہہ دے کہ اچھا اسلاف میں سے کسی سلف کا نام آپ لے سکتے ہیں۔ جو اس نے

سمجھا ہے۔ وہ سب صحیح ہے ! تو اس پر یوں فتویٰ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ یہ وہریہ ہوگیا ہے معجزات کا منکر ہے ! کافر ہے۔ ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہوجاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

یہ تقلیدی مرکز چونکہ باقی دو مراکز سے بڑا مرکز ہے۔ بلکہ دوسرے دونوں مرکزوں کا تانا بانا بھی اسی مرکز سے ملتا ہے۔ لہٰذا تقلید سے بیزاری کا اظہار کرنے والے بھی ہمیشہ زبانی کلامی بیزاری کا اقرار کرتے ہیں عملی طور پر جب وقت آتا ہے تو سوا چند فرعی افعال کے جن سے ان کی امتیازی حیثیت قائم رہ سکے باقی سب نظریات میں اس تقلیدی مرکز سے وابستہ رہتے ہیں۔ کیونکہ یہ راہ نہایت آسان ہے۔

؎ چلو تم ادھر کو جدھر کی ہوا ہو

مذکورہ تینوں مراکز کی قدر مشترک :۔

۱۔ ان کے واہی اور تراشیدہ مفروضے جو انہوں نے یا ان کے پہلوں نے فرض کر لیے جن کا تعلق کتاب وسنت سے ہرگز نہیں ہے۔ ہاں کہیں کوئی لغوی سہارا لے لے یہ دوسری بات ہے۔

۲۔ وہ تاریخی حوالے جو عموماً افواہوں نے تخلیق کیے ہیں۔ اور وہ اسرائیلیات کی صورت سے اسلامی لٹریچر میں جگہ پا گئے ہیں۔

قابل غور :۔ اگر آپ نظر عمیق سے دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ دور حاضر کے متجددین اور مفکرین بھی تقریباً اپنی ہتھیاروں سے کام لے کر اسلام کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ ان دوستوں سے اگر یہ سہارے چھین لیے جائیں۔ تو ان کی بے بسی دیدنی ہوگی۔ لغوی معانی کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم لیکن قرآنی اصطلاحات کے سامنے یہ بے بس ہو کر رہ جاتے ہیں۔ کیونکہ اصطلاح اور محاورہ یا ضرب المثل لفظی اور لغوی معانی کی بجائے خود اپنا ایک مفہوم متعین کرتے ہیں۔ اسی طرح تاریخ بھی اگرچہ فی الواقع قابل توجہ شئ ہے لیکن اس کے ذریعے کتاب وسنت کی صداقتوں اور حقائق کا شکار کرنا عقلاً اور شرعاً دونوں لحاظ سے صرف نامناسب ہی نہیں بلکہ

ظلم عظیم ہے۔

عیونِ زم زم کی اشاعتِ نو:

عیون زم زم فی میلاد عیسیٰ ابن مریم ۱۹۶۰ء میں حضرت العلام۔ استاذی حافظ عنایت اللہ اثری مرحوم و مغفور نے تالیف فرمائی۔ جس کی اشاعت اول کی ضرورت "غرض و غایت" عنوان کے تحت زیر نظر کتاب میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔ میرے خیال میں اس کی اشاعت ایک بار ہو جانا ہی کافی تھا۔ یہ اس لیے کہ مصنف مرحوم کا اس موضوع پر لکھا ہوا لٹریچر تقریباً بیس رسائل کی صورت میں موجود ہے۔ جو ایک پیاسے کی سیرابی کے لیے کم نہیں ہے۔ لیکن حضرت العلام کی وفات حسرت آیات جو گیارہ۔ بارہ مئی ۱۹۸۰ء کی درمیانی شب میں ہوئی کے بعد کچھ طبع آزماؤں نے اس وادی میں قدم ہی نہیں رکھا بلکہ پاؤں پسار کر بیٹھ گئے اور نعرہ لگانے لگے۔ کہ ہے کوئی ہمیں اس میدان میں مات دینے والا؟ ان میں سب سے آخر اور زیادہ گونجدار نعرہ ہمارے محترم معمر بزرگ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیلانی کا ہے۔ جو انہوں نے "عقل پرستی اور انکار معجزات" کے نام سے ایک کتاب لکھ کر لگایا چونکہ اس میں عیون زمزم ہی کا نام لیا گیا تھا۔ اس لیے دوستوں کے خط پر خط آنے لگے کہ "عیون" درکار ہے۔

اکثر احباب جماعت کا خیال تھا۔ کہ اس کا جواب "اوہام پرستی پر اصرار معجزات" کے نام سے دے دیا جائے۔ جس کا مسودہ تیار کیا گیا۔ لیکن بعض کا ارادہ یہ تھا کہ فی الوقت "عیون زم زم" کی اشاعت نو کرنا چاہیے۔ تاکہ تقاضا کرنے والوں کو اصل کتاب بھی مل جائے۔ اور ان میں صاحبِ تحقیق دوستوں کو یہ بھی معلوم ہو سکے کہ کیلانی صاحب کی کتاب "عقل پرستی اور انکار معجزات" میں کونسا وہ مضمون ہے۔ جو "عیون زم زم" میں اٹھائے گئے مسئلہ کا کتاب و سنت سے جواب ہے۔ چونکہ اس کی وضاحت اس وقت تک ممکن نہیں جب تک دونوں کتابیں ایک ہاتھ میں موجود نہ ہوں۔

ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ زیر نظر کتاب کا مطالعہ کرنے والا بشرطیکہ وہ ہر طرف سے خالی الذہن ہو کر مطالعہ کرے اور پھر حضرت کیلانی صاحب کی کتاب "عقل پرستی اور انکار معجزات" بھی پڑھے تو وہ خود بخود اس نتیجہ پر پہنچ جائے گا۔ کہ کیلانی صاحب نے

"اوہام پرستی پراسرار معجزات" کے سوا اپنی کتاب میں کچھ بھی پیش نہیں فرمایا اور اس کے برعکس حضرت العلام حافظ عنایت اللہ صاحب اثری رحمۃ اللہ علیہ نے ہر صاحب عقل و بصیرت کے لئے کتاب وسنت کا مطالعہ کتاب وسنت ہی کے اندر رہ کر کرنے کا دروازہ دوبارہ کھول دیا تاکہ فی زمانہ ان سیاسی ہتھکنڈوں، واہمی مفروضوں اور تقلیدی مجبوریوں کے تمام غیر مناسب جھروکے بند کیے جاسکیں۔

آخر الکلام:

دنیا میں ہمیشہ یہ خیال رہا ہے اور آج بھی من حیث الاغلب پایا جاتا ہے کہ انبیاء اور اولیاء میں ضرور کوئی امر مافوق العادت ہوتا ہے۔ اس خیال کا زور یہاں تک پہنچا کہ انبیاء علیہم السلام میں شان ایزدی تسلیم کی گئی۔ ہندوؤں نے رام اور کرشن اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا پیکر جسمانی مانا۔ زمانہ کی استداد اور عقل کی ترقی نے اس رتبہ کو گھٹا کر کم کیا تو خرق عادت کے درجہ پر آکر ٹھہرا۔ اسلام جو اس لیے آیا تھا کہ مذہبی اصولوں کے متعلق جو آج تک غلط خوش اعتقادیاں چلی آرہی تھیں اور جو مسامحتاً اپنے حال پر رہنے دی گئی تھیں ان کو قطعاً رفع کر دیا جائے، اس کا یہ کام تھا کہ جس طرح اس نے توحید کو مکمل کیا تھا، نبوت کی اصل حقیقت بھی کھول کر رکھ دے۔ اس لیے سب سے پہلے اس نے نہایت صفائی، نہایت آزادی نہایت وضاحت سے اس بات کا اعلان کیا کہ جو چیزیں بشریت سے بالاتر ہیں وہ پیغمبر میں نہیں ہوتیں (اگرچہ وہ ہر بشر میں بھی پائی نہیں جاتیں) لیکن بدقسمتی سے آج اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لیے وہی لوگ تیار نہیں جو امت وسطی کے مبارک نام سے متعارف کرائے جاتے ہیں۔ انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ۔

(خادم)
عبدالکریم اثری
خطیب جامع مسجد اہل حدیث جناح سٹریٹ
گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حروفِ تفہیمات

(۱)

"دنیا میں انسان کی ہدایت و راہ نمائی کے لیے ہمیشہ ایسے پاک نفوس پیدا ہوتے رہے جنھوں نے اپنی زبان اور اپنے عمل سے اس کو حق و صداقت کا سیدھا راستہ دکھایا ہے لیکن انسان اکثر ان کے اس احسان کا بدلہ ظلم ہی کی شکل میں دیتا آرہا ہے ان پر ظلم صرف ان کے مخالفوں ہی نے نہیں کیے کہ ان کے پیغام سے بے رخی برتی، ان کی صداقت سے انکار کیا ان کی دعوت کو رد کر دیا اور ان کو تکلیفیں دیکر راہِ حق سے پھیرنے کی کوشش کی بلکہ ان پر ظلم ان کے عقیدت مندوں نے بھی کیا کہ انکے بعد ان کی تعلیمات کو مسخ کیا، ان کی ہدایتوں کو بدل ڈالا، ان کی لائی کتابوں پر تحریف کی اور خود ان کی شخصیتوں کو اپنی عجائب پسندی کا کھلونا بنا کر الوہیت اور خدائی کا رنگ دے دیا پہلی قسم کا ظلم تو ان نفوس قدسیہ کی زندگی تک یا حد سے حد اس کے چند سال بعد تک ہی محدود رہا مگر یہ دوسری قسم کا ظلم ان کے بعد صدیوں تک ہوتا رہا اور بہت سے بزرگوں کے ساتھ اب تک ہوتا آرہا ہے۔"

(۲)

"دنیا میں آج تک جتنے داعیانِ حق مبعوث ہوئے ہیں سب نے اپنی زندگی ان جھوٹے خداؤں کی خدائی ختم کرنے میں صرف کی ہے جنھیں انسان نے خدائے واحد کو چھوڑ کر اپنا خدا بنا لیا تھا لیکن ہمیشہ یہی ہوتا رہا کہ ان کے پیرووں نے جاہلانہ عقیدت کی بنا پر خود انھیں کو خدا یا خدائی میں خدا کا شریک بنا لیا اور وہ بھی ان بتوں میں شامل کر لیے گئے جنھیں توڑنے میں انھوں نے اپنی تمام عمر کی محنتیں صرف کر دی تھیں۔"

(۳)

"دراصل انسان اپنے آپ سے کچھ ایسا بدگمان ہے کہ اسے انسانیت میں قدسی ملکوتی صفات کے امکان اور وجود کا بہت کم یقین آتا ہے، وہ اپنے آپ کو محض کمزوریوں اور پستیوں ہی کا مجموعہ سمجھتا ہے

اس کا ذہن اس حقیقتِ کبریٰ کے علم و عرفان سے عموماً خالی رہتا ہے کہ اس کالبدِ خاکی میں حق جل مجدہٗ نے وہ قوتیں بھی ودیعت کی ہیں جو اس کو بشر ہونے اور بشری صفات سے متصف رہنے کے باوجود عالمِ پاک میں ملائکہ مقربین سے بھی بلند درجہ تک پہنچا سکتی ہیں یہی وجہ ہے کہ جب کبھی اس دنیا میں کسی انسان نے اپنے آپ کو خدا کے نمائندے کی حیثیت سے پیش کیا ہے تو اس کے ہم جنسوں نے پہلے تو یہ دیکھ کر کہ یہ ہماری طرح گوشت پوست کا انسان ہے، اسے خدا رسیدہ ماننے سے انکار کر دیا اور جب بالآخر اس کی ذات میں غیر معمولی محاسن کا جلوہ دیکھ کر سرِ عقیدت جھکایا تو پھر کہا کہ جو ہستی ایسی غیر معمولی خوبیوں کی مالک ہو وہ ہرگز بشر نہیں ہو سکتی پھر کسی گروہ نے اسے خدا بنایا، کسی نے حلول کا عقیدہ ایجاد کر کے یقین کر لیا کہ خدا نے اس کی شکل میں ظہور کیا تھا، کسی نے اس کے اندر خدائی صفات اور خداوندانہ اختیارات کا گمان کیا اور کسی نے حکم لگایا کہ وہ خدا کا بیٹا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ عما یصفون

(۴)

"دنیا کے کسی پیشوائے دین کی زندگی کو لے لو تم دیکھو گے کہ اس کی ذات پر سب سے زیادہ ظلم اسکے معتقدین ہی نے کیا ہے انھوں نے اس پر اپنے تخیلات و اوہام کے اتنے پردے ڈال دیئے ہیں کہ اسکی شکل و صورت دیکھنا ہی محال ہو گیا ہے، صرف یہی نہیں کہ ان کی محرف کتابوں سے یہ معلوم کرنا مشکل ہو گیا ہے کہ اس کی اصلی تعلیم کیا تھی بلکہ ہم ان سے یہ بھی معلوم نہیں کر سکتے کہ وہ خود اصل میں کیا ہے۔ اس کی پیدائش میں اعجوبگی، اس کی طفولیت میں اعجوبگی، اس کی جوانی اور بڑھاپے میں اعجوبگی، اس کی زندگی کی ہر بات میں اعجوبگی اور اس کی موت تک میں اعجوبگی، غرض ابتداء سے لے کر انتہا تک وہ ایک افسانہ ہی افسانہ نظر آتا ہے اور اس کو اس شکل میں پیش کیا جاتا ہے کہ یا تو وہ خود خدا تھا یا خدا کا بیٹا تھا یا خدا اس میں حلول کر گیا تھا یا کم از کم وہ خدائی میں کسی حد تک شریک و سہیم تھا۔"

(۵)

"یہودیوں کے متعلق معلوم ہے کہ انھوں نے خود اپنی قوم کے انبیاء پر ناپاک الزام لگانے اور ان کی سیرتوں کو داغدار کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا ہے۔ حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارون علیہم السلام، غرض کوئی ان بدگوئیوں سے بچ نہ سکا لیکن سب سے زیادہ ظلم انھوں نے حضرت داودؑ اور حضرت سلیمان علیہما السلام پر کیا کہ انکو انبیاء کی

صف سے نکال کر معمولی بادشاہوں کی صف میں اتار لائے اور ان کو اس حیثیت سے پیش کیا کہ وہ ڈپلومیٹ ہیں۔ فاتح اور مدبر ہیں۔ جھوٹ، فریب، ظلم اور ان تمام وسائل سے توسیع مملکت کرتے ہیں جن سے دنیا کے دوسرے فاتحوں اور جہانگیروں نے کام لیا ہے اور نفس کی خواہشات پوری کرنے کے لیے وہ سب کچھ کر گذرتے ہیں جو عام بادشاہوں کا شیوہ ہے۔ حد یہ ہے کہ ان لوگوں نے حضرت داؤد ؑ پر زنا اور حضرت سلیمان ؑ پر شرک کا الزام لگانے میں بھی باک نہیں کیا۔ یہ اس قوم کا برتاؤ اپنے ان بزرگوں کے ساتھ ہے جنھوں نے اس کو ذلت کی خاک سے اٹھا کر عزت کے آسمان پر پہنچایا، آج جن تاریخی و مذہبی مفاخر پر یہ قوم ناز کرتی ہے وہ سب انہی بزرگوں کی بدولت نصیب ہوئے ہیں اور انہی کی پاک سیرتوں پر اس نے سیاہی کے چھینٹے پھینکے ہیں۔"

(۶)

"جن بزرگوں کی نبوت معلوم و مسلّم ہے ان میں سب سے بڑھ کر ظلم سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر کیا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ ؑ ویسے ہی ایک انسان تھے جیسے سب انسان ہوا کرتے ہیں بشریت کی تمام خصوصیتیں ان میں بھی اسی طرح موجود تھیں جس طرح ہر انسان میں ہوتی ہیں فرق صرف اتنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت و نبوت اور اعجازی قوتیں عطا فرما کر ایک بگڑی ہوئی قوم کی اصلاح کے لیے معمور فرمایا تھا۔ لیکن اول تو ان کی قوم نے ان کو جھٹلایا اور پورے تین سال بھی ان کے وجود مسعود کو برداشت نہ کر سکی، یہاں تک کہ عین عالم شباب میں انھیں قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پھر جب وہ ان کے بعد ان کی عظمت کی قائل ہوئی تو اس قدر حد سے تجاوز کر گئی کہ ان کو خدا کا بیٹا بلکہ عین خدا بنا دیا اور یہ عقیدہ ان کی طرف منسوب کیا کہ خدا مسیح ؑ کی شکل میں اس لیے نمودار ہوا تھا کہ صلیب پر چڑھ کر انسان کے گناہوں کا کفارہ ادا کرے۔ کیوں کہ انسان فطرتاً گنہگار تھا اور خود اپنے عمل سے اپنے لیے نجات حاصل نہ کر سکتا تھا۔" معاذ اللہ

(۷)

"ایک نبی صادق اپنے پروردگار پر اتنا بہتان کس طرح اٹھا سکتا تھا مگر اس کے معتقدوں

نے جوشِ عقیدت میں اس پر یہ بہتان اٹھایا اور اس کی تعلیمات میں اپنی ہوائے نفسی کے مطابق اتنی تحریف کی کہ آج دنیا کی کسی کتاب میں (سوائے قرآن مجید کے) مسیحؑ کی اصل تعلیم اور خود ان کی حقیقت کا نشان نہیں ملتا۔ بائیبل کے عہدِ جدید میں جو کتابیں اناجیلِ اربعہ کے نام سے موجود ہیں انھیں اٹھا کر دیکھ جاؤ، سب کی سب حلول انیت اور عینیت کے فاسد تخیلات سے آلودہ ہیں، کہیں حضرت مریمؑ کو بشارت ہوتی ہے کہ "تیرا بچہ خدا کا بیٹا کہلائے گا" (لوقا ۱ : ۳۵) کہیں "خدا کی روح کبوتر کی مانند یسوع پر اتر آتی ہے اور پکار کر کہتی ہے کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے" (متی ۱۶ : ۱۷) کہیں مسیح خود کہتا ہے کہ "میں خدا کا بیٹا ہوں اور تم مجھے قادرِ مطلق کی داہنی جانب بیٹھے ہوئے دیکھو گے" (مرقس ۱۴ : ۶۲) کہیں مسیح کے منہ سے کہلایا گیا کہ "باپ مجھ میں ہے اور میں باپ میں ہوں (یوحنا ۱۰ : ۳۸) کہیں اس راست گو انسان کی جانب سے یہ غلط الفاظ نکلوائے جاتے ہیں کہ "میں خدا میں سے نکل کر آیا ہوں" (یوحنا ۸ : ۴۲) کہیں اس کی طرف یہ قول منسوب کیا جاتا ہے کہ "جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا" اور "باپ مجھ میں رہ کر اپنے کام کرتا ہے (یوحنا ۱۴ : ۹، ۱۰)"

(۸)

"دنیا میں صرف قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس نے ان انبیاء کرام میں سے ایک ایک کی پوزیشن صاف کی اور ان کے اصل مرتبہ و مقام سے دنیا کو روشناس کیا، اگر قرآن نہ آتا تو آج کوئی شخص ان بزرگوں کو نبی ماننا تو درکنار عزت سے ان کا نام لینا بھی گوارہ نہ کرتا، بنی اسرائیل چاہے اس احسان کو نہ مانیں مگر احسان کا احسان ہونا اس کا محتاج نہیں ہے کہ اس کا اعتراف بھی ہو"

(۹)

"جب قرآن نے اس قوم کے انبیاء کی صفائی پیش کی اور اس کا لگایا ہوا ایک ایک داغ ان کے دامنوں سے دھویا تو یہ خوش ہونے کی بجائے مقابلے پر اتر آئے اور انھوں نے ان سب داغوں کو جنھیں قرآن مجید نے دھویا تھا، پھر سے داغدار کرنے کی کوشش کی، قرآن جب نازل ہوا تو مدینہ میں یہودی موجود تھے اور نزولِ قرآن سے چند سال بعد جب مسلمان ایشیا اور افریقہ کے وسیع علاقوں پر پھیلتے چلے گئے تو یہودیوں کی ایک کثیر تعداد کو ان سے میل جول کا موقع ملا، ان لوگوں نے ہر نبی کے متعلق وہی تمام پرانے قصے جو ان کے ہاں موجود تھے مسلمانوں میں بھی پھیلا دیئے نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن مجید کی بہت سی تفسیریں

جو مسلمانوں نے لکھیں ان کے اثر سے مسموم ہو کر رہ گئیں ۔ یہ معاملہ متداول تفاسیر کا مطالعہ کرنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے ۔"

(۱۰)

"قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے جو قصے بیان ہوئے ہیں ان میں سے ایک ایک پر ہاتھ صاف کیا گیا اور ہر ایک کی جان نکال لی گئی، قرآن کا انداز بیان یہ ہے کہ وہ قصوں کی غیر ضروری تفصیلات چھوڑ کر صرف کام کی باتیں لے لیتا ہے اس طرح واقعات کے درمیان جو خلا چھوٹ جاتا ہے پڑھنے والا خود ہی اسے اپنے تصور سے یا بیرونی معلومات سے (اگر ہوں تو) بھر سکتا ہے مگر اسرائیلی مذاق رکھنے والوں نے اس خلا کو افسانوں سے پُر کیا ہے اور افسانے بھی ایسے پست اور گھٹیا کہ ان کی آمیزش سے ان قصوں کے سارے اخلاقی فوائد برباد ہو کر رہ گئے، بد قسمتی سے قصص القرآن کی تفسیروں میں یہی اسرائیلیات کثرت سے رائج ہو گئے ہیں اور قرآن کا مطالعہ کرنے والوں کو اکثر شبہات انہیں کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔"

(۱۱)

"دینیات کا طالب علم جب دین و مذہب کا مطالعہ کرنے لگتا ہے تو اس کو تلقین کی جاتی ہے کہ "مذہب میں عقل کو دخل نہ دو" یہی جابرانہ حکم ہے جس کی بدولت مذہب ہر قسم کی تحقیقات سے مطمئن رہتا ہے (خواہ وہ کتنا ہی عجوبہ کیوں نہ ہو) اور کوئی چیز اس کی جباری کو کم نہیں کر سکتی اسی کا اثر ہے کہ ایک شخص سینکڑوں عجیب و غریب ایجادات کرتا ہے اور ارسطو، افلاطون کی غلطیاں نکالتا ہے لیکن جب اس کے سامنے ذکر آتا ہے کہ "ایک تین ہیں اور تین ایک" تو اس کی نقادی اور نکتہ سنجی بالکل کند اور بے کار ہو جاتی ہے ۔"

(۱۲)

"اگر آپ دین اسلام کے مطالعہ کا شوق رکھتے ہیں تو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ "مذہب میں عقل کو دخل نہ دو" کا جملہ اسلام نے کبھی پسند نہیں کیا ۔ بلکہ اس کے برعکس اسلام کا دعوٰی یہ ہے کہ وہ عقل سے ثابت ہے اور مذہب کو عقل کے بنا پر ہی ماننا چاہیئے اور یہی بڑا فرق ہے جو علانیہ اسلام کو تمام دوسرے مذاہب سے ممتاز کرتا ہے ۔"

غرض و غایت

دنیا میں قدرتی عجائبات اس قدر ہیں کہ انسان نہ ان کو سمجھ سکتا ہے، نہ گن سکتا ہے
دن کا ہونا، رات کا آنا۔ چمکدار سورج کا نکلنا۔ باریک چاند کا دکھائی دینا اور پھر بڑھتے جانا
بدر ہونا اور اپنی چاندنی سے اندھیری دنیا کو روشن کرنا، پھر گھٹتے جانا اور پہلی طرح باریک
ہو کر چھپ جانا کیا عجائبات قدرت نہیں ہیں؟

کالی گھٹا کا اٹھنا، بڑے بڑے پہاڑوں سے بھی بڑے دل بادلوں کا جمع ہونا، ہوا
کے جھونکے سے ادھر اُدھر دوڑتے پھرنا، بجلی کا چمکنا، دل کو ہلانا، مینہ کی توقع سے دل
خوش کرنا پھر مینہ کا برسنا، اولوں کا پڑنا۔ بادلوں کا گرجنا اور بجلی کا چمکنا کیا عجائباتِ قدرت
سے نہیں ہے!

درختوں کا اُگنا، ان کے ہرے ہرے پتوں کا نکلنا رنگ برنگ کے پھولوں کا
پھولنا، درختوں کی شاخوں میں طرح طرح کے میووں کا لٹکنا پھر ان کے مزوں کا مختلف
ہونا کیا عجائباتِ قدرت سے نہیں ہے؟

پرندوں کا ہوا میں اڑنا، آسمان و زمین میں معلق رہنا، بئے کا عجیب طرح پر گھونسلا
بنانا، شہد کی مکھی کے کرتب کرنا، اس کا نہایت اعلیٰ اصولِ اقلیدس پر چھتا بنانا، پہاڑوں
پر اور اونچی اونچی جگہوں پر لگانا، ہر ایک قسم کے مفید پھولوں سے رس چوس کر لانا مختلف
رنگوں کا شہد تیار کرنا کیا عجائباتِ قدرت سے نہیں ہے؟

گائے بھینس اور لال گائے۔ بکری جن کے پیٹوں میں جنگل کا چارا سڑ کر بھرا ہوتا
ہے سفید اور شیریں، مزے دار اور قوت بخش دودھ کا نکلنا اس سے ان کے بچوں کی
پرورش ہونا اور انسان اور اس کے بچوں کے لیے نہایت عمدہ اور مفید غذا کا ہونا
کیا عجائباتِ قدرت سے نہیں ہے۔؟

خود انسان کا بلکہ تمام حیوانات کا۔ انڈے سے مرغی اور مرغی سے انڈے کا پیدا ہونا

پھر ان کا دلکش آوازوں سے بولنا اور چہچہانا انسان کا اپنے قوائے عقلی اور دماغی سے ایسے اعلیٰ درجے پر پہنچنا اور اشرف المخلوقات خطاب پانا کیا عجائبات قدرت سے نہیں ہے؟

چونکہ یہ باتیں روزمرہ دیکھنے میں آتی ہیں، ان کا عجیب بلکہ عجیب تر ہونا انسان کے خیال میں نہیں رہتا اور اس سے ذہول ہو جاتا ہے۔ لیکن جب کسی مذہب پر اعتقاد لاتا ہے، یا کسی شخص کو مقدس سمجھتا ہے اور جو عجائبات اس کے ساتھ لگائے گئے ہیں ان سب کو قبول کرتا ہے تب یہ تسلیم ہوتا ہے کہ یہ آدمی نہایت دیندار اور مذہبی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مذہب اسلام میں بھی لوگوں نے بہت سے عجائبات شامل کر دیئے ہیں جو قابل یقین نہیں ہیں کیونکہ ان کی کوئی اصل کتاب و سنت میں نہیں ہے۔ رفتہ رفتہ لوگوں کے خیال میں یہ بات جم گئی ہے کہ عجائبات کے بغیر نہ مذہب چلتا ہے اور نہ لوگ ایسے مذہب کو جس میں یہ فرضی عجائبات نہ ہوں قبول کرتے ہیں۔

مگر یہ سخت غلطی ہے۔ کوئی مذہب جو سچا ہے اور سچا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس میں کبھی ایسے عجائبات نہیں ہوتے جو فرضی ہوں اور فطرت انسانی کے خلاف ہوں۔ اور کوئی سمجھ دار آدمی ان کو تسلیم نہ کرے۔ بلکہ اصلی اور سچا مذہب ایسے عجائبات خلاف فطرت اور خلاف عقل سے بالکل پاک اور خالی ہوتا ہے اگرچہ بعد کو اس کے ماننے والوں نے عجائبات پرستی کی راہ سے اس میں بہت سے عجائبات شامل کر دیئے ہوں۔

مذہب اسلام جو صحیح معنوں میں دین فطرت ہے کی نسبت ہم دلی یقین کرتے ہیں کہ وہ ایسی عجیب کہانیوں اور حیرت انگیز خلاف عقل اور خلاف فطرت باتوں سے بالکل پاک ہے اور اس میں جس قدر حصہ ان فرضی عجائبات کا ہے وہ ان عجائبات پرستوں کا شامل کیا ہوا ہے جو قدرت کے عجائبات کا ذہول کرتے ہیں اور خلاف عقل اور خلاف فطرت عجائبات کو قبول کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان عجائبات پرستوں سے بچائے۔ آمین

جنس انسان اول کی پیدائش اس قادر مطلق اللہ نے جس طریقہ سے مناسب سمجھی ہے جس کا علم بجز ذات باری تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں ہے ہمیں تو صرف اور صرف اس کو بتانے سے معلوم ہوا کہ تمام کائنات میں سے جو اس اللہ ہی کی مخلوق ہے انسان کو احسن

تقویم پیدا کیا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ میں نے انسان اول کو اپنے ہاتھ (قدرت) سے بنایا اور اس میں اپنی تخلیق کی گئی روح پھونک دی اور اس کائنات کی تمام مخلوقات کا سید و سردار اس کو بنا دیا اور اس جنس انسان اول میں نسل انسانی کی بقا کے لیے توالد و تناسل کا سلسلہ قائم کر دیا اور اعلان فرمایا کہ یہ جنس انسان اول میرا فعل ہے اور اس کے لیے توالد و تناسل کا سلسلہ میرا قول بھی ہے اور فعل بھی اور میرے فعل اور قول میں تبدیلی کا امکان نہیں لہذا نسل انسانی کی پیدائش نطفہ سے جاری ہے اور اسی سے جاری رہے گی۔

جیسا کہ قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ کا قول ہے سورہ نحل آیت نمبر ۴ میں فرمایا،

"اس (اللہ) نے (نسل) انسان کو مرد کی منی سے پیدا کیا پھر اب وہ جھگڑا کرنے والا ہے۔"

اور اس کی مزید وضاحت یوں فرما دی: (سورہ النجم آیت ۴۶ - ۴۷)

"اور یہ کہ اس (اللہ) نے نر و مادہ (زوجین) بنائے پانی کی بوند سے جب کہ وہ مرد کی پشت سے عورت کے رحم میں ٹپکائی گئی۔"

پھر اس کی مزید تشریح سورہ طارق میں فرما دی۔

"انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا؟ پیدا کیا گیا ہے اچھلنے والے پانی سے جو مرد کی پشت اور عورت کی چھاتی سے نکلتا ہے۔"

یہ اور اس طرح کی دوسری آیات کریمات آپ پچھلے پڑھ چکے ہیں اور مزید آگے پڑھیں گے پوری نسل انسانی کے لیے اس ضابطہ تخلیق نسل انسانی کا بیان ہے جس سے انسان (مرد و عورت) پیدا ہوئے، پیدا ہو رہے ہیں اور پیدا ہوتے رہیں گے جب تک اس نسل انسانی کی بقاء علم الہی میں موجود ہے۔

یہ قانون قدرت اس قادر مطلق نے اپنی مرضی سے بنایا اور اپنی مرضی سے اس کا اعلان فرما دیا اور اس میں کسی قسم کی کوئی استثناء نہیں فرمائی۔ قرآن مجید کی ان آیات کریمات کو بار بار پڑھیں اور خوب غور کریں آپ کسی ایک جگہ پر بھی استثناء نہیں پائیں

گے۔ زمرہ علماء کو ہمارا اعلان ہے کہ جو عالم ایک قرآنی آیت میں ضابطۂ تخلیق نسل انسانی سے ایک اور صرف ایک انسان کے لیے اس وضاحت سے جس وضاحت سے اس آیت میں ضابطۂ تخلیق نسل انسانی کا ذکر کیا گیا ہے استثنا دکھا دے وہ ایک ہزار روپے نقد انعام حاصل کرنے کے ساتھ میرے سے توبہ نامہ بھی تحریر کرا لے مذاہب عالم کا مطالعہ کرنے والا یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ ہر مذہب کے ماننے والوں نے کسی نہ کسی انسان کو ضرور اس ضابطۂ تخلیق نسل انسانی سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ لیکن کسی نے بھی کوئی ثبوت اس کا پیش نہیں کیا اور کہا تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا کہ آدم بھی تو بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے تھے۔

بد قسمتی سے گزشتہ قوموں کی نقالی میں قوم مسلم کی اکثریت نے بھی سیدنا مسیحؑ کو اس ضابطۂ تخلیق نسل انسانی سے مستثنیٰ قرار دے کر اعلان کر دیا کہ مسیحؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے کسی نے جب ثبوت طلب کیا تو اس کو یوں مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ یہ ایک معجزہ ہے لیکن کسی چیز کا معجزہ ہونا بھی تو بغیر ثبوت کے تسلیم نہیں ہو سکتا جب اس معجزہ کے معجزہ ہونے کی دلیل طلب کی گئی تو جھٹ الزام لگا دیا کہ یہ شخص معجزات کا منکر ہے۔

جب سب قومیں یہ کرتی آرہی تھیں تو قوم مسلم کی اکثریت کا یہ نظریہ بھی عوام کی سطح تک تو مسلم ہو گیا لیکن علماء امت نے باوجود اس کے کہ امت کی اکثریت کو یہ نظریہ متوا لیا خود اس میں ہمیشہ مشکوک رہے اور اسی شک کی بنا پر اس نظریہ کی ایسی ایسی تاویلیں کیں جن کو دیکھ کر پڑھ کر سُن کر دل کانپ جاتا ہے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دماغ پگھلنے لگتا ہے اور ایسی حالت طاری ہونے کے ساتھ آدمی گہری سوچ میں ڈوب جاتا ہے۔ معاً خیال پڑتا ہے کہ جب سب اسلاف اسی طرح کہتے چلے آرہے ہیں تو پھر ان کے خلاف سوچ کر دوزخ کا ایندھن بنتا ہے؟ کسی قوم کے اسلاف کبھی غلط ہو سکتے ہیں؟ اگر اسلاف سے اعتماد اُٹھ جائے تو سارا نقشہ ہی بدل کر رہ جائے گا؟ یہی نہیں بلکہ اس پر غیر طعنے دیں گے اور اپنے تالیاں بجائیں گے اور طرح طرح

کی پھبتیاں کسیں گے ۔ اس طرح سوچتے سوچتے ایسا خیال کرنے والا خود ایک دن سلف میں شمار ہونے لگتا ہے ۔

لاکھوں میں کوئی ایک ایسا ہوا کہ وہ چونک کر رہ گیا اور پھر ایسا گم سم ہوا کہ گویا گویائی ختم ہوگئی ۔ کان شاں شاں کرنے لگے ۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا ، کچھ حالت بدلی تو ہنڈیا کی طرح اندر اندر ابلتا رہا اور انجام کار بخارات کی طرح اڑتے اڑتے ہوا ہوگیا ۔

ان لاکھوں میں ایک ایک کرکے ہزاروں بنے اور اسی طرح گھائل ہوگئے ۔ کہ زبان گنگ ہوئی تو دوبارہ گویائی نہ پاسکی ۔ لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ حق ہے کہ اللہ کسی چیز کا بیج ختم نہیں کرتا جب تک اس دنیا کا نظام قائم ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس کا قائم رکھنا منظور ہے ۔ کوئی اتنا قوی اور مضبوط بھی جنم لے لیتا ہے جو سارے تھپیڑوں سے گزر جاتا ہے اور زندگی کی رمق پھر بھی باقی رہ جاتی ہے ۔ وہ آہستہ آہستہ اٹھتا ہے ۔ قدم سنبھالتا ہے اور پھر قدم قدم آگے بڑھنے لگتا ہے ۔ اور انجام کار وہ چل نکلتا ہے ۔ اور جب وہ دوبارہ زندگی کی گاڑی پر سوار ہوتا ہے تو اپنی گزشتہ روداد کو بے خوف خطر بیان کرنے لگتا ہے کچھ ایسا حال تھا استاذی حافظ عنایت اللہ اثری مرحوم کا ۔ کہ انہوں نے دوبارہ زندگی کی گاڑی پر سوار ہوکر قوم کو بتایا کہ امت وسطیٰ کے علماء کی تاویلات جو انہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بے پدری ولادت کو سہارا دینے کے لیے کی ہیں وہ سب میں نے برداشت کرلی ہیں ۔ اور برداشت کر لینے کے بعد ہی میں نے یہ آواز اٹھائی ہے کہ جس مقصد کے لیے انہوں نے یہ تاویلیں کی ہیں وہ مقصد بغیر ان تاویلوں کے حاصل ہو سکتا ہے ۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا واضح اور کھلا ارشاد ہے کہ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى (کہ اے انسانو ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے) پھر اس کی تاکیدیں بیسیوں سے بھی متجاوز آیات کریمات سے اس کی وضاحت فرمادی اور اس کی تفسیر میں ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ضابطہ تخلیق انسانی میں مرد اور عورت دونوں کے حصوں کی تقسیم فرماکر

اُمت کو سمجھا دیا کہ ہڈی، پٹھے اور ناخن مرد کے نطفہ سے اور گوشت، خون اور بال عورت کے مادہ منویہ سے تیار ہوتے ہیں اور اس کی تشریح میں سینکڑوں احادیث ارشاد فرمائیں۔

اب ایک طرف اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات ہیں جن میں کوئی استثنا بھی موجود نہیں اور دوسری طرف اقوام عالم کی طرح قوم مسلم کی اکثریت کا یہ نظریہ جو نسلاً بعد نسلٍ چلا آرہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ کے ہے ظاہر ہے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات تو سچ ہی سچ ہے۔ لیکن قومی نظریہ کو ترک کرنا بھی لوہے کے چنے چبانے کے مترادف ہے۔ لہٰذا اس کی تاویل یوں کی گئی ہے کہ جبرئیل نے وہ سب کام کیا جو اولاد کے لیے والد کرتا ہے (تب اولاد ممکن ہوتی ہے)۔

"وکانت النفخة التی نفخها فی جیب درعها فنزلت حتی ولجت فرجها بمنزلة لقاح الاب الام" (ابن کثیر)

"اتاها جبریل متمثلا بصورة شاب امرد سوی الخلق لتستانس بکلامه و لعله لیهیج شهوتها فتحدر نطفتها الی رحمها" (بیضاوی)

"وذکر غیر واحد من السلف انه نفخ جیب درعها فنزلت النفخة الی فرجها فحملت من فورها کما تحمل المرأة عند جماع زوجها" (الجواب الفسیح)

"ثم ان مریم حاضت فی ایام سریان قوی الروحانیت فی تلک البقعة فلما طهرت انتبذت الی مکان بعید من الناس لتغتسل فاسدلت سترا ونزعت ثیابها فارسل الله الیها جبرئیل فی صورة شاب سوی الخلق ممتلئا شبابا وجمالا فرأته مریم وهی شابة قویة المزاج فخافت علی نفسها الفساد والتجأت الی الله بقلبها لیعصمها فکانت لها حالة عجیبة اما الطبیعة فحصل لها ما یحصل عند الجماع من ثوران القوی النسلیة کما ان النظر ربما کان سببا للانزال واما النفس فحصل لها الالتجاء الی الله واعتصام به حتی ملئت من حالة عصمیة فائضة من الغیب واما الصورة الانسانیة فکانت علی شرف الظهور لمخالطة الروح الامین۔ ولها قال جبرئیل علیه السلام

انا رسول ربك لاھب لك غلاماً زکیاً ا بتہجت وانشرحت و آنست ولما رای جبرئیل هذا احالها نفخ فی فرجہا فدغدت النفخة رحمها فانزلت وکان فی منیها قوۃ منی الذکر فحملت والقوی فی الجنین ما کان غالبا علی مریم من الاعتصام باللہ والالتجاء الیہ والابتہاج والانبساط بالهیئة الملکیة فان حالتها سرت فی کل قوۃ من قوی نفسها حتی المصورة والمولدة والامر ما امر الاطباء لمن اراد ان یذکر ولدہ ان یتصور فی حالة الجماع غلاما والقوی فیہ حکم عالم المثال وخواص الروح من قبل نفخ جبرئیل اذا هو السبب فی التصور فحصلت فی جبلته ملکة راسخة شبیهة بجبرئیل وهذا معنی تائید اللہ بروح القدس"۔

(تاویل الاحادیث ص ۷۳)

مندرجہ بالا حوالوں کے درج کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کتب تفاسیر میں سے صرف یہی دستیاب ہیں بلکہ عربی کی کوئی ایک تفسیر اٹھائیں۔ ابن جریر ۳۱۰ھ سے مظہری ۱۲۲۵ھ تک بیسیوں نہیں سینکڑوں تفسیریں دیکھ جائیں سب میں یہ عبارات مع شیٔ زائد مل جائیں گی۔ ان عبارات کا اردو ترجمہ اس لیے نہیں کیا جا رہا ہے کہ ممکن ہے کوئی میرے ترجمہ سے اختلاف کرے اور اس لیے بھی کہ جب دوسرے مفسرین نے جنھوں نے اردو میں تفسیریں لکھی ہیں ان کا ترجمہ کر دیا ہے۔ اور یہاں نقل کیا جا رہا ہے لہٰذا وہی ترجمہ ان عبارات کا بھی تصور کر لیا جائے اور اس کی مزید تشریح بھی بزبان اردو عنقریب آپ پڑھیں گے۔ (ملاحظہ فرمائیں اور کان پکڑ کر توبہ کریں)۔

"پھر مریم میں شہوت سرایت کی اور مریم کے اصل پانی اور جبریل کے وہمی پانی سے جو اس نفخ کی رطوبت میں آیا تھا عیسیٰؑ کا جسم بنا کیونکہ جسم حیوانی کے نفخ میں رطوبت ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ارکان اربعہ سے پانی کا رکن ہوتا ہے کہ اسی عیسیٰ علیہ السلام کا جسم جبریل کے وہمی پانی سے اور مریم علیہا السلام کے اصلی پانی سے بنا اور عیسیٰ علیہ السلام دو جہت سے بشر کی صورت ہوئے ایک جہت ان کی ماں کی طرف سے تھی اور دوسری جہت جبریل سے تھی کیونکہ وہ بشر کی صورت پر ظاہر

ہوئی تھی۔ اور یہ دو جہتیں اس واسطے ہوئیں کہ اس نوع انسانی میں تکوین خلاف عادت نہ واقع ہو۔" (شیخ اکبر، فصوص الحکم)

"جس طرح مرد اور عورت دونوں کی منی سے بچہ پیدا ہوتا ہے اسی طرح جبریل علیہ السلام کی رطوبت سے اور مریم رضی اللہ عنہا کی رطوبت سے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اور یہ جو بے نکاح کام ہوا دوسروں کے نکاح سے اچھا ہے۔" (تبصیر الرحمٰن)

"جس طرح نر اپنی مادہ سے جفتی ہو کر اسے حمل ٹھہراتا ہے اس طرح جبریل علیہ السلام نے مباشرت فرما کر مریم رضی اللہ عنہا کو حمل ٹھہرایا تھا۔ لہذا جبریل علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بمنزلہ باپ ٹھہرے۔" (تحفۃ الودود اور کتاب الروح)

"فرشتہ نہایت خوبصورت بے ریش گنگرالے بال نوجوان بن کر آیا اور جس طرح نر مادہ سے مل کر یا جس طرح شوہر اپنی بیوی سے ہم بستر ہو کر اسے حمل ٹھہرا دیتا ہے اسی طرح اس نے اسے حمل ٹھہرا دیا تھا۔" (ابو البرکات بغدادی)

"دنیا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آدھے بشر اور آدھے روح تھے۔ کیونکہ حضرت مریمؑ تو بشر تھیں اور حضرت جبریل روح" فارسلنا الیھا روحنا" ہم نے حضرت مریمؑ کے پاس اپنی روح یعنی جبریل کو بھیجا اور آپ کی پیدائش حضرت جبریلؑ کی پھونک سے ہوئی اس لیے دونوں امور آپ میں موجود ہیں۔" (جاء الحق ص ۹۰)

"شبہ نیست دریں کہ از قدیم عادت اللہ جاری بر ایں منوال است کہ اولاد از نطفتین منعقد می شود و متوالد می گیرد و بدوں آب منی تولد ولد حسب عادت جاریہ ممکن نیست۔ ماقبل آیت زیر بحث "فتمثل لھا بشرا سویا" نیز مؤید ہمیں مرام است کہ تا متمثل بشر نزد مریم نباید حاملہ نشد۔"

"بر فرض تسلیم تاہم تواند گفت کہ عیسیٰ ولد جبرئیل است واو قدسی می باشد پس بالیقین عیسیٰ بغیر جنس است زیرا کہ از وجہ ولادت جز جبریل است و اعتبار الوہیت وارد نہ اموت واگر نہ قدو اعتبارین بشری من جہۃ الام و ذو اعتبار قدسی بجہت فرشتہ بودن اب ادمی باشد تا نہ ہم بنص قرآن و زعم مسلمانان ثابت گردید کہ عیسیٰ فی الواقع بشر نیست۔"
(سید علی حائری تفسیر القرآن)

"پھر حضرت مریم کو اس جگہ روحانی قوتوں کے ساری جاری ہونے کے زمانہ میں ماہواری کے دن آگئے۔ جب ان سے پاک ہوئیں تو لوگوں سے ایک الگ مکان میں غسل کرنے کے لیے گئیں اور پردہ ڈال کر کپڑے اتار دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک کامل خلقت جوان کی صورت میں جبرئیل کو بھیجا جو جوانی اور خوبصورتی سے بھرا ہوا تھا اور حضرت مریم نے ان کو دیکھا اور خود بھی جوان اور قوی مزاج والی تھیں ان کو اپنے نفس پر فساد کا ڈر لاحق ہوا اور دل سے اللہ کے حضور میں دعا کی کہ ان کی عصمت پر کوئی حرف نہ آئے پھر اس کو ایک عجیب حالت پیش آئی طبیعت میں قوائے نسلیہ کا ہیجان ہوا اور اس سے وہ الذت کی کیفیت پیدا ہوئی جو جماع کے وقت ہوتی ہے جیسے کبھی کسی کو نظر کرنے سے انزال ہو جاتا ہے اور نفس کو اللہ تعالیٰ سے التجا تھی اور اس کے ساتھ تمسک تھا۔ یہاں تک وہ غائب سے فائض ہونے والی پاک دامنی کی حالت میں مالا مال ہو گئیں۔ صورت انسانیہ کی یہ حالت تھی کہ جبریل کے اختلاط سے عنقریب ظاہر ہونے والی تھی۔

جب جبریل علیہ السلام نے ان سے یہ کہا میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ دے جاؤں تجھ کو لڑکا ستھرا تو مریم خوش و خرم اور مانوس ہو گئیں اور حضرت جبرئیل نے جب ان کے حال کو دیکھا تو ان کے ستر میں پھونک لگادی۔ اس پھونک سے اس میں تاثر ہوا اور وہ منزل ہو گئیں۔ حضرت مریم کے نطفے میں مرد کے نطفے جیسی قوت تھی اس لیے وہ حاملہ ہو گئیں اور جو بات سیدہ مریم میں تھی وہ سب اس بچہ میں آگئی۔ مثلاً اللہ سے تمسک کرنا اس کی طرف التجا کرنا اور ملکی ہیئت سے خوش و خرم ہونا۔

کیونکہ حضرت مریم کی حالت اس کے نفس کی ہر قوت مصورہ اور مولودہ تک اس میں سرایت کر گئی تھی اور بات وہ ہے جو اطباء کہتے ہیں کہ جو شخص چاہے کہ اس کے لڑکا پیدا ہو تو وہ جماع کے وقت لڑکے کا تصور پیدا کرے۔

حضرت جبرئیل کی پھونک سے اس لڑکے میں عالم مثال کا حکم اور روح کے

خواص آ گئے تھے کیونکہ صورت بننے کا سبب وہی تھا اس سے حضرت مسیح کی جبلت میں جبرئیل کے مشابہ ایک راسخ ملکہ پیدا ہوا اور حضرت مسیحؑ کی روح القدس کے ساتھ تائید کا یہی مقصد ہے۔" (ماہنامہ الرحیم ماہ دسمبر ۱۹۶۶ء اداریہ)

حضرت العلام حافظ محمد صاحب گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث رقمطراز ہیں۔

"عربی زبان میں لفظ ولد کا حقیقی اطلاق جہاں کہیں بھی ہوتا ہے اس کے لیے اصلین کا ہونا ضروری ہے اور ولد کے لیے اگر اس کی ماں کی طرف نسبت ہو تو دوسرا اس کا باپ ہونا چاہیے۔ پس ولد کی ماں ولد کے باپ کے لیے صاحبہ (بیوی) ہوگی نیز ولد کے لیے ضروری ہے کہ اصلین کے مادہ سے منفک ہو کر نیار ہو یعنی ولد کے لیے اصلین کی ضرورت ہے اور مادہ منفک بھی لازم ہے۔ .... پس لفظ ولد کے معنی ہیں جنس خاص یعنی جس کی جنسیت میں دو شخصوں کو دخل ہو اسی طرح لفظ ابن بھی عربی زبان میں حقیقی طور پر ولد کا مترادف ہے اس کے اطلاق نے لیے بھی یہی شرائط ہیں۔ چونکہ مسیحؑ کو ابن مریم سے قرآن مجید میں تعبیر کیا گیا ہے اس کے لیے بھی اصلین کا ہونا ضروری ہے۔ ایک ان کی ماں مریم دوم جبرئیل علیہ السلام جن کو دوسرے لفظوں میں روح القدس سے تعبیر کرتے ہیں جو حمل مسیحؑ کا باعث ہوئے۔" اثبات توحید ص ۱۹

پادری صاحب! سنیے ولد بلا والدہ نہیں ہو سکتا اور ولد بلا اصلین متصور نہیں اور ولد کے لیے اصلین کے ساتھ انفکاک مادہ کی بھی ضرورت ہے گویا ولد کا لفظ بلحاظ استعمال یہ معنی دیتا ہے کہ دو اصلین کے توسط سے بانفکاک مادہ پیدا ہونے والا۔ جہاں کہیں لفظ ولد کلام عرب میں استعمال کیا گیا ہے۔ وہاں اصلین اور انفکاک مادہ ضروری ہے ایک اصل اگر والدہ ہے تو دوسری اصل جو ولد ہونے کے لیے ضروری ہے وہ عرف میں اس کی والدہ ہوگی جو اس کے باپ کی جورو ہوگی۔ .... پس مسیحؑ پر چونکہ ولد مریمؑ کا اطلاق کرتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ اس

کی والدہ ہو اور وہ مریمؑ ہے اور دوسرا اصل جس کے اتصال کے علاوہ مسیحؑ نہ پیدا ہوا ہم اہل اسلام کے نزدیک جبرئیل ہے جسے دوسری جگہ قرآن مجید میں روح القدس سے تعبیر کیا گیا ہے اور وہ بمنزلہ والد کے ہے کیونکہ نفخ جبرئیل کے قبل اور روح القدس کی قوت کے ظہور سے پہلے مریمؑ سے مسیحؑ ظاہر اور متولد نہ ہوتے ؛؛

(اثبات توحید ص ۴۵)

"عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت جبرئیل اور مریم کے درمیان واقعہ ہوئی اس لیے وہ آسمان پر اب تک کچھ کھائے پیئے اور پیشاب و پاخانہ اور نیز دیگر بشری ضرورتوں کو پورا کیے بغیر جبرئیل و دیگر فرشتوں کی طرح زندہ ہے؛؛ (اثبات توحید ص ۴۰)

یہ تحریریں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں پھر ان کو بڑے محتاط انداز میں نقل کفر کفر نباشد کے تحت درج کیا گیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ قرآن کی کونسی وہ آیت ہے جس کی یہ تفسیر کی جا رہی ہے ؟

کیا اس کو قرآن مجید کی تفسیر کہا جا سکتا ہے ؟ تفصیل کا یہ موقع نہیں مختصراً عرض ہے کہ تفسیری روایات میں جو اسرائیلیات سے مملو ہیں ایک دفعہ کچھ حصہ نقل ہو گیا اور جو لوگ بعد میں آئے وہ نقل را چہ عقل کو عمل میں لا کر چاروں طرف سے آنکھیں بند کر کے تقلیداً اپنی تصنیفات میں درج کرتے رہے اور پشت ہا پشت سے یہ خیالات پختہ ہو گئے اور ان سے دین اسلام کو جو سراسر صدق و یقین ہے یہاں تک صدمہ پہنچا کہ جس کے بیان کی دل کو طاقت زبان کو قوت، دماغ کو وسعت اور قلم کو یارا نہیں ہے جس کو پڑھنے سننے سے ایک محقق اور راستباز انسان کا جگر کباب ہو جاتا ہے ۔ کسی نے سچ کہا ہے ۔ ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم ؛ کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

ایسی تحریرات اور تفسیری روایات کو پڑھ کر "حافظ" کا دل بسیج گیا صحیح معنوں میں وہ ایک کتابی کیڑا تھے ایک ایک تحریر کو پڑھا اور بار بار پڑھا ۔ دل تھام کر پڑھا پھر قرآن پر غور و فکر کیا تدبر سے کام لیا تو یقین ہو گیا کہ یہ سب کچھ اس لیے

ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اس اَن مٹ اور اَن ٹل قانون سے جو نسل انسانی کی تخلیق کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں بار بار دہرایا ہے اس سے انحراف کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اچانک ریل پٹڑی سے اتر گئی اور پھر دور تک تباہ و برباد کرتی چلی گئی نہ اپنا کچھ رہا اور نہ سواروں کا۔

جس اللہ کی نیک بندی کو اللہ نے تمام عالم کی عورتوں سے بلند رتبہ عطا فرمایا تھا جس کی پاکیزگی کی فرشتے بھی قسمیں کھاتے تھے جس کو اسلام میں وہ مقام عطا ہوا جو کسی دوسری عورت کو نہیں ہوا جس کے لیے اسلام میں یہ بحث طے پائی تھی کہ "والصحیح ان مریم کانت نبیۃ" اس کے قصہ کو اس طرح بیان کیا گیا جو مذکورہ حوالوں سے اوپر درج ہے اور جس کے دیکھتے ہی دل کانپ اٹھتا ہے۔

افسوس۔ صد افسوس کہ اب بھی چاروں طرف سے آواز اُٹھتی ہے کہ حافظ عنایت اللہ کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ اس نے مسلمانوں کے متفقہ عقیدہ کے خلاف لکھا؟ میں نے یہ سطریں اس لئے تحریر کی ہیں تاکہ ناظرین دیکھ سکیں کہ حافظ صاحب مرحوم کو مسلمانوں کی اکثریت کے اس نظریہ کے خلاف لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔

جس طرح آپ نے ان چند حوالوں کو دیکھ کر محسوس کیا ہوگا کہ جو شخص اپنے سینے میں دل رکھتا ہے وہ ان کی تاب نہ لا کر پکار اُٹھے گا کہ ھٰذَا بُھْتَانٌ عَظِیْمٌ ط بالکل اسی طرح حضرت العلام حافظ عنایت اللہ اثری وزیر آبادی نے جب یہ محسوس کیا کہ یہ اور اس طرح کی دوسری تمام تحریرات کا تعلق دین اسلام سے مطلق نہیں ہے بلکہ یہ اسرائیلیات سے ماخذ ہیں اور خوش اعتقادی کے طور پر اسلام میں داخل کرلی گئی ہیں تو انھوں نے اس نظریہ سے سر پھیر دیا جس سے دو پاکبازوں بلکہ دو نبیوں[1] کی زندگیوں کو افسانہ بنا کر رکھ دیا گیا تھا۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ؁

----

[1] یہاں دو نبیوں سے مراد سیدنا عیسیٰ اور سیدہ مریم ؑ ہیں۔ اثری ؒ

اعلانِ عام

وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (البقرۃ ۲: ۲۳)

علماء اکرام سے گزارش ہے کہ درج ذیل پندرہ سوالات کے جوابات کتاب و سنت سے استدلالاً نہیں بلکہ صراحۃً حدیث ہونے کی صورت میں بصحت سند دے کر اس کتاب کی اشاعت کو رد کئے کا ہم سے اقرار نامہ تحریر کرا لیں تاکہ روز روز کی خرخش ختم ہو جائے۔

اور اگر جواب نہ دیں یا ثابت ہو جائے۔ کہ ان کے جوابات درست نہیں ہیں تو صرف اتنی اپیل ہے۔ کہ ایسے نظریات جو یہود اور نصاریٰ کی طرح قوم مسلم میں نسلاً بعد نسلٍ مشہور ہو کر تسلیم کیے گئے ہیں۔ جن کی کوئی اصل اسلام میں موجود نہیں ہے۔ ان پر خواہ مخواہ کفر کے فتوے صادر کر کے حلقہ اسلام کی وسعتوں کو اپنی خواہشات کی بھینٹ نہ چڑھائیں۔

۱۔ کیا سیدہ مریم علیہا السلام صاحب حال نے یہ بیان فرمایا ہے۔ کہ میں نے اس فرزند عیسیٰؑ کو بغیر نکاح (زوج) کے جنا ہے؟

۲۔ کیا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی بیان فرمایا ہے۔ کہ میری والدہ نے مجھے بغیر نکاح (زوج) کے جنا ہے۔؟

۳۔ کیا قرآن مجید نے کہیں بیان فرمایا ہے۔ کہ مریم صدیقہ نے اپنے فرزند عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر نکاح (زوج) کے جنا ہے؟

۴۔ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بیان فرمایا ہے۔ کہ مریم صدیقہؓ نے عیسیٰ علیہ السلام کو نکاح (زوج) کے بغیر جنا ہے؟

۵۔ کیا صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم نے کبھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کرتے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام کو بے پدر۔ بلا باپ فرمایا ہے جس کو سن کر آپ نے تصدیق فرمائی ہے۔ پسند فرمایا ہے۔ یا کم از کم خاموشی اختیار فرمائی ہے؟

۶۔ ضابطہ پیدائش انسانی کا ذکر قرآن مجید میں بیسیوں جگہ موجود ہے۔ کہیں کسی ایک جگہ بھی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اس سے مستثنیٰ کیا گیا ہے؟

۷۔ کیا عیسیٰ علیہ السلام سے قبل انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک نبیؑ نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کا نام لے کر یا بغیر نام لیے کسی نبی علیہ السلام کی ولادت بلا باپ کی پیش گوئی بطور وحی بتائی ہے؟

۸۔ کیا اب بھی کسی بے نکاحی (بلا خاوند) عورت کا حمل قرآن و حدیث کی دلیل سے قدرت الٰہی پر محمول کیا جاسکتا ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ کیا اب اللہ تعالیٰ قادر نہیں ہے؟

۹۔ کیا ہر ایک مولود نبی علیہ السلام کا نکاح سے پیدا ہونا شرعاً لازم نہ تھا؟ آپؐ کا ارشاد جو طبرانی میں ہے۔ جس کا معنیٰ ہے کہ "میرے سلسلہ نسب میں کوئی بھی ولادت بغیر نکاح کے نہیں ہوئی" کا کیا مطلب ہے؟

۱۰۔ اگر بغیر باپ عیسوی ولادت کا خیال بنیادی اور اعتقادی ہے۔ یا ایمانیات میں داخل ہے۔ تو اس کا ثبوت واضح ارشاد باری یا احادیث صحیحہ سے ضروری نہیں ہے؟ کیا عقائد اسلامی کی بنیاد استدلالات پر قائم ہو سکتی ہے؟

۱۱۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں عقائد اسلامی متعین ہوئے تھے یا نہیں؟ اگر ہو چکے تھے تو آپؐ نے عیسیٰ علیہ السلام کی بے پدری ولادت کو عقائد اسلامی میں شامل فرمایا ہے؟ کہاں اور کیسے؟

۱۲۔ کتب تفاسیر میں عیسیٰ علیہ السلام کی بے پدری ولادت کا ذکر موجود ہے۔ (صحیح ہے) آپ کسی ایک تفسیر کا نام لے سکتے ہیں۔ کہ جو کچھ اس میں صاحب تفسیر نے بیان کیا ہے۔ وہ سب کا سب صحیح اور درست ہے؟

۱۳۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت معجزہ تھی تو آپ بتائیں کہ یہ معجزہ کس کا تھا؟ سیدنا مریمؑ کا ذکریا علیہ السلام کا؟ یا کسی اور نبی یا غیر نبی کا؟ نیز معجزہ کی تعریف کیا ہے؟ جو آپ کے ہاں مسلّم ہے؟

۱۴۔ ولد، والد اور والدہ میں سے ہر ایک دوسرے کا ثبوت کامل ہے۔ قرآن مجید میں کہیں ولد کا ذکر ہے۔ والد اور والدہ دونوں کا نہیں کہیں والد کا ذکر ہے۔ اور ولد اور والدہ دونوں کا نہیں کہیں ولد اور والد کا ذکر ہے۔ والدہ کا نہیں اور کہیں ولد اور والدہ کا ذکر

ہے اور والد کا نہیں کیا کہیں والدہ بغیر ولد کے یا ولد بغیر والدہ کے تسلیم کیا گیا ہے۔ ہتا کہ اس کا عکس بھی تسلیم کر لیا جائے ؟

۱۵ - اصول وفروع دونوں مسلّم۔ کیا ولادت مسیح کا مسئلہ اصولی ہے یا فرعی ؟ کتاب وسنت سے وضاحت کریں ؟ نیز اصول وفروع کی تشریح بھی جو آپ کے ہاں مسلّم ہے ؟

فان لم تفعلوا و لن تفعلوا (الآیہ)

پس اگر آپ جواب نہ دیں جو یقیناً نہیں دیں گے

تو ثانوی صاحبؒ کے "بے کار دلائل"[۱] کا جواب کار آمد دلائل سے

دے کر مشکور فرمائیں

بے کار دلائل

(کیلانی صاحب فرماتے ہیں) بیکار دلائل سے ہماری مراد ایسے دلائل ہیں جو مسلمات کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور جسے مسلمان تو درکنار کافر، مشرک اور دہریے بھی تسلیم کرتے ہیں کیونکہ یہ دلائل ضابطہ الٰہی یا قانون فطرت سے تعلق رکھتے ہیں اور قرآن واحادیث میں بھی مذکور ہیں مگر سوال یہ ہے کہ آیا ایسے دلائل کسی خرق عادت امر میں کوئی فیصلہ کن حیثیت بھی رکھتے ہیں یا نہیں ؟ مثلاً یہ کہ

۱ - "ہر جاندار کی پیدائش کے لیے اس کے ماں باپ دونوں کا ہونا ضروری ہے" اب اس قانون فطرت یا ضابطہ الٰہی سے بھلا کس کافر کو انکار ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر آپ اس سے یہ نتیجہ پیش کریں کہ چونکہ ہر جاندار کے لیے اس کے ماں باپ کا ہونا ضروری ہے۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ کا باپ ضرور تھا۔ تو معجزات کے قائلین کے نزدیک یہ ثبوت بے کار اور یہ دلیل باطل ہے۔ لیکن افسوس ہے آپ نے ایسے بے کار دلائل کے خواہ مخواہ انبار لگا دیے ہیں۔ یا مثلاً

۲ - یہ کہ عیسیٰ اپنے آپ کو ولد تسلیم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو آدم کی ذریت

---

[۱] مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیلانی مدظلہ نے ایک کتاب بنام "عقل پرستی" شائع کی جس کے ص ۱۵۷ باب ۵ میں "بے کار دلائل" کا عنوان دے کر ان کا ذکر کیا ہے لیکن اپنے کار آمد دلائل کا ذکر نہیں فرمایا

شمار کیا ہے تو ولد اور ذریت کے لیے زوجین یعنی ماں باپ کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ عیسیٰؑ کی جیسے والدہ تھی والد بھی ضرور تھا۔ (ع ص۹۶)

۳۔ احادیث سے ثابت ہے۔ کہ مرد کے نطفے سے ہڈیاں اور پٹھے بنتے ہیں۔ اور ماں کے نطفہ سے گوشت، پوست اور خون اور چونکہ عیسیٰؑ کے بدن میں ہڈیاں اور پٹھے بھی موجود تھے۔ لہذا ثابت ہوا کہ آپ کا باپ ضرور تھا۔ (ع۔ ۱۱۶)

۴۔ حضرت مریم کا اپنا بیان ہے سامنے فرشتہ کے سامنے) کہ ولد کے لیے مس بشر کا ہونا ضروری ہے۔ پھر ولد بھی ہو گیا۔ لہذا ثابت ہوا کہ آپ کا شوہر تھا۔

۵۔ احادیث میں حضرت مریم اور حضرت فاطمہ دونوں کو عذرا اور بتول یا بکر کہا گیا ہے پھر چونکہ حضرت فاطمہ کا شوہر تھا (حضرت علیؓ) اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مریم کا بھی شوہر تھا۔ (ص ۱۲۵ / ص ۱۰۱)

۶۔ کسی کنواری کو حمل ہو جانا ہی اس بات کی قوی دلیل ہے کہ اسے مس بشر ہوا ہے خواہ یہ جائز ہو یا ناجائز۔ اور حضرت مریم کے تو صرف حمل ہی نہیں بچہ بھی پیدا ہوا اور فاروقی فتوے کے مطابق کسی کو حضرت مریم کے متعلق حد لگانے کا خیال بھی پیدا نہیں ہوا جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت مریم کا جائز شوہر تھا۔ (ع ۱۹۔ ۲۰)

۷۔ احادیث سے ثابت ہے کہ دودھ مرد کے نطفہ سے ہوتا ہے۔ اور یہ بھی احادیث سے ثابت ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت مریم کا دودھ پیا تھا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا والد ضرور تھا۔ (ع ۱۲۴)

۸۔ اگر ماں باپ میں سے کسی ایک کا یا دونوں کا پتہ نہ بھی ہو تو اس کے والدین ضرور ہوتے ہیں۔ لہذا عیسیٰؑ کا باپ یا مریم کا شوہر بھی ضرور ہے۔ اور وہ یوسف نجار تھا۔ (ع۔ ۱۲۰)

فقط
والسلام

(خادم) عبدالکریم اثری

آہ

مجھ پر روشن ہے ترے سوئے ہوئے درد کی آگ
جبر کی بادہ گساری سے بھڑک اٹھی ہے
تیری کچلی ہوئی غیرت تری روندی ہوئی رُوح
اِک حقارت بھری ٹھوکر سے بھڑک اُٹھی ہے

○

اور یہ توہین ترے جسم کی توہین نہ تھی!
ورنہ یہ زہر تو ہنس ہنس کے پیا ہے تُونے
وقفِ گردش رہی ساغر کی طرح دست بدست
بزم کی بزم کو سرشار کیا ہے تُونے

○

گو نالہ نارسا ہو نہ ہو آہ میں اثر
میں نے تو درگذر نہ کی جو مجھ سے ہو سکا

◎

جماعت اہلحدیث کے ایک بزرگ جو حافظ قرآن بھی ہیں اور عالم بھی اور استاذی حافظ عنایت اللہ صاحب اثری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات تک ان کے ساتھ بھی رہے لیکن حضرت العلام کی وفات کے پانچ سال بعد ان کی توجہ عدم دلچسپی کے باوجود اس مسئلہ کی طرف ہوئی۔ انھوں نے "عیون" کے مطالعہ کے بعد مجھے ایک تحریر دے کر اس کا جواب طلب کیا جس کا جواب تحریراً ان کو دے دیا گیا۔ بعد ازاں ایک اور ساتھی نے اپنے ایک خط میں اپنے جذبات کا اظہار نہایت ہی درشت انداز میں کیا۔ اور ساتھ ہی دس سوالوں کی فہرست بھی روانہ کی کہ ان کا جواب دیا جائے۔ ان کے سوالوں کا جواب بھی ان کو دے دیا۔ ان دونوں خطوط کا مقصد تو ان کو یقیناً حاصل نہیں ہوا کیونکہ ان کا مقصد مسئلہ کی تفہیم کا نہ تھا۔ لیکن الحمد للہ کہ وہ اب تک خاموش ہیں۔ چونکہ دونوں خطوط کا تعلق ان سوالات سے ہے۔ جو ولادت مسیحؑ کے متعلق ہیں اس لیے یہ دونوں خطوط اس کتاب کے ساتھ شائع کیا جا رہے ہیں۔ واللہ الموفق والمعین۔

پہلے خط کا مختصر جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مکرمی محترمی! وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

محترم بے شک آپ نے مجھے کہا تھا کہ:

"حافظ صاحب کی کتاب عیونِ زمزم کے آخر میں ایک دو کالمی عبارت جو سورۂ آلِ عمران اور سورۂ مریم کی آیات پر مشتمل تھی، اس میں عربی عبارت میں سے کوئی عبارت میرے سمجھنے کی ہو تو سمجھ سکتا ہوں۔"

بندہ نے عرض کیا تھا کہ اگر میری سمجھ میں آیا تو میں انشاء اللہ تحریراً عرض کر دوں گا۔

جب آپ کا خط دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بات نہیں جس کے بارے میں آپ نے مجھ سے فرمایا تھا، بلکہ یہ کچھ اور ہی مضمون ہے جس کا نامعلوم کیا مقصود ہے؟ وہ کیا ہے؟ آپ میرے سے بہتر جانتے ہیں کیونکہ آپ کے دل کی بات ہے اس کے باوجود آپ نے جو تحریر فرمایا ہے اس پر عرض کرتا ہوں کہ (اگرچہ میں اس کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتا تھا، کیونکہ یہ مضمون استفسار کے متعلق نہ ہے مثلاً آپ نے فرمایا ہے کہ:

"عیسیٰ علیہ السّلام بن باپ پیدا ہوئے یا ان کا باپ تھا مجھے اس مبحث میں کوئی دلچسپی نہیں۔"

اگر یہ بات حق ہے تو آپ کو اس خط اور اس کے بارے میں دوسری تحریکات کی ضرورت ہی کیا تھی جب کہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ جس موضوع میں کسی کو دلچسپی نہیں ہوتی وہ نہ تو اس کو سنتا ہے اور نہ ہی اس کے پیچھے پڑتا ہے اور یہی بات اس کی عدمِ دلچسپی پر دلالت کرتی ہے

محترم! بغیر دلچسپی کے جو آپ نے کتاب پڑھی اور بغور پڑھ کر جو آپ نے محسوس کیا اس کا اظہار آپ نے یوں فرمایا کہ:

"حافظ صاحب مرحوم نے یہ خیال دل میں پختہ کر لیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام کا باپ تھا اور اس خیال کے ثبوت میں قرآنی آیات اور حدیث کے تراجم کی تاویلات کیں۔"

اگر اس کو یوں بیان کیا جائے کہ کچھ لوگوں نے یا اکثر لوگوں نے ایک خیال دل میں پختہ کر لیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام کا باپ تھا اور اسی خیال کے ثبوت میں قرآنی آیات اور احادیث کے تراجم کی تاویلات

مدلل ہے تو آپ قلت اور کثرت کی بات کو چھوڑ کر اس کو حقیقت پر مبنی نہیں سمجھ سکتے آخر کیوں؟ بات تو وہی ہے جو آپ نے تحریر فرمائی ہے، صرف اس کا رخ ہی بدلا ہے اور جو سوال پڑتال میں درست نہ ہو وہ کبھی درست نہیں ہوتا۔

آج فی زمانہ لوگوں کی کثرت بے نمازی ہے اور نماز پڑھنے والوں میں کثرت ان کی ہے جو نہ رفع یدین کرتے ہیں اور نہ ہی آمین پکار کر کہنے کو وہ جائز جانتے ہیں اور پھر صرف یہی نہیں کہ وہ جائز نہیں جانتے بلکہ ایسا کرنے والوں کے سخت مخالف ہیں اور طرح طرح سے ان کی دل آزاری کا سامان پیدا کرنا اسلام کا ایک اہم کام سمجھتے ہیں بلکہ آپ یقین جانیے کہ جتنا آپ حافظ عنایت اللہ صاحب پر غصہ ہیں، اس سے سو گنا وہ آپ پر غصہ ہیں کیونکہ آپ رفع یدین کرتے ہیں اور آمین پکار کر کہتے ہیں، کیا آپ پر ایک غلط کام کرنے کا الزام درست ہوگا؟

بعد ازیں آپ نے دس مختلف لوگوں سے قرآنی آیات کے ٹکڑوں کا ترجمہ نقل فرما کر پوچھا ہے کہ:

"آپ کے پاس کونسا ہتھیار ہے کہ مندرجہ بالا آیات کے ترجمہ کی تردید کر سکیں۔"

محترم! میرے پاس وہی ہتھیار ہے جو علمائے اسلام نے ایسے ہزاروں سے بھی متجاوز سوالوں کا جواب عقلاً اور نقلاً پیش کیا ہے، اگر آپ کو ان کے جواب پڑھنے کی ضرورت ہو تو مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے لٹریچر کا مطالعہ فرمائیں جو آریاؤں کے رد میں لکھا گیا ہے۔ اگر ممکن نہ ہو تو اظہار الحق کا مطالعہ کریں، یہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ علیہ کی عربی کتاب ہے "ہاں" اتنا عرض کردوں گا کہ ان بزرگوں نے ایسے سوالات کا جواب لغت محاورات عرب اور سوال کرنے والوں کی اپنی کتب سے دیا ہے جن کو وہ سچا جانتے ہیں اور ان ساری باتوں کا حافظ عنایت اللہ مرحوم سے دور کا بھی واسطہ نہیں، ہفوات الناس کا تعلق ایک عالم باعمل و با اخلاص پابند کتاب و سنت سے کیا ہو سکتا ہے۔ فافہم۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

"ضابطوں میں استثناء کے آپ قائل نہیں، خواہ وہ ضابطے الٰہی ہوں یا ضابطے انسانی"

یہ بالکل کھلا افتراء ہے جس کی ایک مثال بھی موجود نہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ایک ضابطہ بیان فرما کر اس میں استثناء کیا ہو اور حافظ صاحب مرحوم اس کو تسلیم نہ کریں کم از کم اس کی ایک مثال آپ بیان فرما دی ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ضابطہ بیان فرما کر یوں اس میں استثناء کی اور حافظ صاحب نے اس طرح کا انکار کیا۔

استثناء کی سینکڑوں مثالیں قرآن وحدیث میں موجود ہیں اور میں نے حافظ صاحب سے قرآن پڑھا ہے اور دورۂ حدیث بھی مکمل کیا ہے کم از کم میں نے ایک جگہ بھی ایسی نہیں پائی کہ جس میں استثناء ہو اور حافظ صاحب مرحوم اس کو تسلیم نہ کریں۔ ہاں البتہ کوئی ایک مثال بیان فرما کر آپ پوچھ سکتے تھے جب کہ اس کی ایک مثال بھی نہیں ملی آپ ہی فرمائیے کہ اس کا کیا جواب دیا جا سکتا ہے۔

رہی لوگوں کے ضابطوں کی بات، کہ حافظ صاحب مرحوم نے ان سے بھی انکار کیا ہے تو یہ اتنی روشن بات ہے، جتنا سورج، کہ جب لوگ خود ضابطے بناتے اور توڑتے رہتے ہیں تو کسی کو کیا ضرورت کہ ان کے ماننے اور توڑنے کو صحیح نہ سمجھیں جیسے ضابطہ الٰہی کے بارے میں آپ نے کوئی مثال نہیں دی ایسے ہی صرف یہ بیان کر کے چھوڑ دیا ہے اور کوئی مثال پیش نہیں کی لہٰذا یہ اتنی ہی غلط بات ہے جتنا گدھے کے سر پر سینگ، سوائے اس کے کیا کہہ سکتا ہوں کہ نا معلوم آپ کیا کہنا چاہتے تھے اور کیا کہہ دیا اور ممکن ہے کہ یہ آپ کی عدم دلچسپی سے ہو یا اس کا کوئی دوسرا محرک ہو؟

آپ نے حافظ صاحب مرحوم کی کتاب "عیون" کے صفحہ (۴۷) کا حوالہ دیکر یہ جملہ نقل فرمایا ہے کہ

"سب عورتوں کو حیض آتا ہے"

اور اس کا یوں رد فرمایا ہے کہ ہماری برادری میں ایک ملنے والے ہیں جن کی لڑکی کو حیض آیا ہی نہیں ہے۔

محترم! مذکور صفحہ پر حافظ صاحب مرحوم نے ایک حدیث بیان فرمائی ہے اور اس پر بخاری کا حوالہ دیا ہے غالباً آپ نے غور نہیں فرمایا، اور یہ بات آپ کی عدم دلچسپی سے ہوئی ہوگی۔ آپ ذرا غور فرمالیں کیونکہ کتاب آپ کے پاس ہے، دیکھیے حدیث کیا ہے؟ کیوں بیان کی گئی ہے؟ اور اس کے بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اس سے کیا مفہوم نکلتا ہے؟ یہ ساری باتیں وضاحت سے صفحہ (۴۶ تا ۴۸) بیان کی گئی ہیں، مہربانی فرما کر دوبارہ مطالعہ فرمائیں، تعصب کی عینک اور اس طرح سے کہ یہ صحیح بخاری کی حدیث ہے حافظ عنایت اللہ صاحب مرحوم کی بات نہیں۔

ہاں اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مہربانی فرما کر اس اپنے رشتہ دار کی لڑکی کی اولاد کے بارے میں مجھے ضرور بتائیں کہ کتنی ہے، لڑکے ہیں یا لڑکیاں، یہ لکھیں کہ یہ میرے لئے دلچسپی کی بات ہے۔

محترم! اگر اس لڑکی کی اولاد نہیں ہے (جس کو حیض نہیں آیا) تو یہی بات حافظ صاحب مرحوم تفہیم کرانا چاہتے تھے اور حدیث کے پیش کرنے سے یہی ان کی مراد ہے۔ اگر اس کی اولاد ہے تو یہ بات حافظ صاحب کے مفہوم کے

خلاف ہے اور حافظ صاحب مرحوم کی پیش کردہ حدیث سے استدلال بھی یقیناً غلط ہو گا۔ یا تو اربطان کم ان کنتم صدیقین۔

مثلاً یوسف علیہ السّلام کے کرتہ کو دیکھ کر معلوم کیا گیا کہ سچا کون ہے، یوسف علیہ السّلام یا دوسرا فریق۔ ایسے ہی آپ کے رشتہ دار کی لڑکی کی اولاد دیکھ کر اور اس بات کی تصدیق کر کے کہ آیا اس کو حیض آیا ہے یا نہیں، یہ بات معلوم ہو سکے گی، کہ آپ کا ارشاد درست ہے یا حافظ صاحب کی تفہیم ایسے ہی آپ کا ارشاد کہ:

"ہمارے محلے میں ایک لڑکی عاقلہ بالغہ گھر کا سارا کام کاج کرتی ہے لیکن سر سے لے کر پاؤں تک پورے جسم پر بال نہیں"۔

ایسی لڑکی ہوگی اور ضرور ہوگی، ممکن ہے کہ آپ کی تعلق دار بھی ہو، مجھے بالکل انکار نہیں، لیکن اتنی بات عرض کروں گا کہ یہاں حافظ صاحب مرحوم نے ایک حدیث کی روشنی میں بیان فرمایا ہے کہ مرد کے پانی سے ہڈیاں، رگیں اور پٹھے بنتے ہیں اور عورت کے پانی سے خون، گوشت اور بال بنتے ہیں، دراصل آپ نے اس کا رد کرنا چاہا ہے سو عرض ہے کہ مہربانی فرما کر اس اپنے محلہ کی بچی کو ایک بار پھر دیکھیں کہ کیا اس کے جسم میں کہیں گوشت اور خون بھی موجود ہے یا وہ بھی نہیں اگر بال نہیں اور گوشت اور خون بھی نہیں تو پھر حافظ صاحب مرحوم کا استدلال جو انھوں نے حدیث رسولؐ سے کیا ہے وہ بالکل غلط ہے، اگر گوشت ہے، خون ہے اور بال نہیں تو یہ استدلال کرے گا۔ اس کے ماں کے پانی کے نقص پر نہ کہ پانی بالکل نہ ہونے پر، کیونکہ اگر بالکل اس کی ماں کا پانی نہ ہوتا تو نہ اس کے جسم میں گوشت ہوتا اور نہ چہرہ اور نہ خون اور نہ بال، صرف ہڈیاں، رگیں اور پٹھے ہوتے۔ اب اس بات کو بھی آپ ہی کی دیانت پر چھوڑتا ہوں کہ ذرا خوب دیکھ لیں معلوم کر لیں کہ اس کے جسم پر صرف بال نہیں یا گوشت اور خون اور چہرہ بھی نہیں۔ آپ حافظ ہیں، متقی اور پرہیز گار ہیں، مجھے آپ کی شخصیت پر پورا اعتماد ہے اور دوسری طرف حافظ عنایت اللہ صاحب مرحوم کو میں آپ سے بھی بڑھ کر ان اوصاف سے متصف سمجھتا ہوں ایک ان کا استدلال ہے جو کتاب کے صفحہ ۲۰ پر انھوں نے حدیث کی روشنی میں قائم کیا ہے، جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ حدیث شریف مشکوٰۃ میں بحوالہ صحیح بخاری و مسلم موجود ہے، صرف حافظ صاحب مرحوم کی اپنی رائے نہیں، لہذا یہ ایک حدیث نبوی کا بیان ہے اسلیے

مجھے پورا یقین ہے کہ آپ کے محلے کی لڑکی کے جسم پر گوشت بھی ہوگا، خون اور رحم بھی یقیناً ہوگا، بہرصورت ہوگا، اگر وہ مر نہیں گئی تو اس کا جسم بطورِ شہادت گواہی دے گا اور بالوں کے نہ ہونے سے اس کے ماں کے پانی میں نقص ہونا تسلیم کر لیا جائے گا اور اس کو قدرتِ الٰہی کا ایک کرشمہ ضرور کہہ جائے گا کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ رحم مادر میں کس چیز کی کمی ہوئی ہے اور کس کی زیادتی۔

محترم! آپ نے فرمایا ہے کہ:

"صفحہ ۳۲ پر حافظ صاحب نے جو مرغیاں بغیر مرغ کے انڈے دیتی ہیں لکھ کر حل نہیں کیا"

گویا کہ آپ کا مطالبہ ہے کہ اس کو میں حل کر دوں۔ محترم! گذارش ہے کہ جو کچھ حافظ صاحب مرحوم نے حل کیا ہے کیا آپ اس کو مان چکے ہیں جو حل نہیں کیا اس کا آپ کو غم ہے؟ اگر حل شدہ آپکو تسلیم ہے تو حل نہ ہونے والے کا حل نکل آئے گا۔ انشاءاللہ! اور اگر حافظ صاحب مرحوم کا حل شدہ ابھی آپ کو منظور نہیں ہے تو جو حل نہیں ہوا، اس کا بالکل غم نہ کریں، بلکہ اس کو معمول کریں کہ وہ بھی یقیناً حل ہو چکا ہے۔

میرے محترم بزرگ! بات یہ ہے کہ آپ کو یقین ہو چکا ہے کہ حافظ صاحب کے ترجمہ کی مثال ایسی ہے کہ گویا ایک آزاد شاعری ہے کہ:

"نہ وزن نہ ردیف نہ قافیہ اور نہ استاد اور یہ ایک خطرناک بات ہے"

محترم! آپ براہِ کرم ایک ایسی کتاب لکھ دیں جو وزن ردیف اور قافیہ کے ساتھ ہو، بغیر وزن، ردیف اور قافیہ والی کتاب بے ذوق لوگوں نے پڑھی اور آپ جیسے باذوق لوگوں نے بھی بغیر دلچسپی کے بغور اس کو پڑھا۔ یقیناً آپ کی وزن، ردیف اور قافیہ والی کتاب جو کسی استاد کی نوک پلک سے مسیح بھی ہوگی کچھ بے ذوق اور کچھ آپ جیسے باذوق لوگ ضرور پڑھیں گے اور یقیناً پڑھیں گے اور ان کے کئی مغالطے دور ہو جائیں گے (بس) بسم اللہ کریں، اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

آپ نے فرمایا ہے کہ:

"ہم نے ہزاروں دیکھے ہیں کہ میاں بیوی کی صحت کمال مس صحیح لیکن اولاد نہیں خود اپنا حافظ صاحب مرحوم کا بھی ایسا حال ہے کہ پہلے وہ عورت کے قابل تھے اور اولاد نہیں"

محترم! آپ حافظ قرآن ہیں اور قرآن اعلان کرتا ہے کہ:

أَفَرَءَيْتُم مَّا تُمْنُونَ ۝ ءَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ ٱلْخَٰلِقُونَ ۝

اولاد صرف امنا سے نہیں ہوتی بلکہ امنا اور تخلیق دونوں سے ہوتی ہے۔ امنا انسان کے ذمہ ہے اور یہ ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے ڈالی ہے اور تخلیق اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جس کا کسی کو اختیار نہیں دیا۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ سے یوں کہے کہ امنا بھی تو کر اور تخلیق بھی تو کیا یہ ظلم اور کفر نہ ہوگا اور اگر کوئی امنا اور تخلیق دونوں کا ذمہ لے تو وہ بھی بعینہٖ کفر اور ظلم ہوگا۔

مس صحیح امنا کو کہتے ہیں، نہ کہ تخلیق کو۔ اللہ قادر ہے چاہے امنا یعنی مس صحیح ہونے کے بعد تخلیق کرے یا نہ کرے کیونکہ تخلیق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔

رہی حافظ صاحب کی بات کہ پہلے وہ عورت کے قابل تھے لیکن اولاد نہ تھی۔

آپ کو علم نہ ہو یہ دوسری بات ہے، حافظ صاحب عورت کے قابل تھے اس کا علم حافظ صاحب مرحوم کو ہوگا اور ان کی بیوی کو، ہم کو تب ہی یہ علم ہوا جب کہ ان کی اولاد ہوئی کہ ہاں حافظ صاحب مرحوم پہلے بیوی کے قابل تھے اور بیوی بھی درست تھی اور اللہ تعالیٰ تخلیق بھی کرنا چاہتے تھے کیونکہ آپکے ہاں بچہ تولد ہوا، اور وہ ہی بچہ شہادت ہے اس بات کی کہ حافظ صاحب مرحوم پہلے بیوی کے قابل تھے۔ آپ کے بچے کا نام عمران تھا، آپ کی کنیت ابو عمران اسی بچہ کی وجہ سے تھی اور بعد میں وہ حادثہ پیش آیا کہ آپ اولاد کے قابل نہ رہے، اور جب بیوی کے قابل نہ رہے تو گویا آپ اولاد کے قابل نہ رہے اور جب اولاد کے قابل نہ رہے پھر اولاد بھی نہ ہوئی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی۔

اگر آپ کو یہ تصدیق ہو جاتی کہ اولاد کے قابل تو حافظ صاحب مرحوم نہیں رہے تھے لیکن اولاد ہوئی تو بھی کوئی بات بنتی، آپ کہنا کیا چاہتے ہیں اور کیا کہہ رہے ہیں غور کریں؟

"مریم کا نکاح کس نے پڑھا، گواہ کون کون تھے، حق مہر کتنا تھا؟"

محترم: صاحب! آپ بزرگ ہیں، بزرگوں والی بات کریں، بچوں والی باتیں نہ کریں، میں پھر عرض کرتا ہوں کہ آپ حافظِ قرآن ہیں، قرآن نے جتنے انبیاء علیہم السّلام کا ذکر کیا ہے ان کے ناموں کی ایک جدول بنالیں، پھر ہر نبی کے نام کے ساتھ، سامنے اس کے باپ کا نام، اس کی ماں کا نام لکھ کر ان کی بیوی کا نام درج کردیں، نیز نکاح خواں، گواہوں کے نام اور حق مہر کی نشاندہی بھی فرمادیں اور عیسٰی علیہ السّلام والا خانہ خالی رہنے دیں، اس کو حافظ عنایت اللہ مرحوم سے پُر کرائیں گے اور دیں

ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ یہ خانہ میں پُر کرا دوں گا اگر یہ ممکن نہ ہوا تو میں خود موجود ہوں آپ فکر نہ کریں۔ جب میں نے نعرہ لگایا ہے کہ انا بہ زعیم تو یہ میری ذمہ داری ہے آپ اپنا کام پورا کریں ان شاء اللہ باقیماندہ ہو جائے گا۔

بصورتِ دیگر جس نبی علیہ السلام کے باپ کا نام آپ درج نہ کر سکے تسلیم کرنا ہو گا کہ اس کا باپ نہیں جس کی ماں کا نام درج نہ ہو سکا یہ تسلیم کرنا ہو گا کہ اس کی ماں نہیں، جس کی بیوی والا خانہ خالی رہا اس کی بیوی نہ ہو گی، خواہ اولاد موجود ہو اور جس کے گواہوں اور نکاح خوانان اور حق مہر کا پتہ نہ چل سکا اس کے بارے میں کیا تسلیم کرنا ہو گا؟ بات بالکل ظاہر ہے اگرچہ ان کی اولاد کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہو۔

محترم! آپ نے لکھا ہے کہ:

"حافظ صاحب کی طبیعت جدت پسند تھی اور میرے خیال میں ان کو جمہور علمائے اہلحدیث کے خلاف ریسرچ کرنے میں خوشی محسوس ہوتی تھی۔"

جس کی مثالیں آپ نے حافظ صاحب کی کتب کے نام پیش کیے ہیں جن میں ایک ملکِ یمین کے بارے میں ہے:

افسوس! صد افسوس، حضرت یہ اس بات پر کہ حافظ صاحب مرحوم کے پاس آپ برسوں آتے جاتے رہے ۱۹۵۹ء سے ۱۹۸۱ء تک تو میں بھی کبھی کبھی دیکھتا رہا جس میں کم و بیش آپ آٹھ نو سال تک ناظم انجمن اہلحدیث بھی آپ کی موجودگی میں رہے اور انجمن اہلِ حدیث کیا تھی، صرف حافظ عنایۃ اللہ مرحوم کی ذات گویا کہ آپ حافظ عنایت اللہ صاحب کے ناظم رہے لیکن اب جتنی باتیں آپ کو یاد آ رہی ہیں، ان میں سے کوئی ایک بات بھی یاد نہ آئی، اگر یاد آتی تو آپ یقیناً حل کر لیتے، ایسا آپ نے کیوں نہیں کیا؟ اس کا جواب بھی آپ ہی دے سکتے ہیں، میں کیا کہہ سکتا ہوں کیونکہ جو کچھ میں کہوں گا وہ ایک میرا خیال ہو گا اور جو آپ کہیں گے وہ ایک حقیقت ہو گا، ہاں کہہ سکتا ہوں کہ کیا ناظم ہونے کی خوشی میں کچھ پوچھ نہیں سکے یا اس وقت حافظ صاحب مرحوم کی ریسرچ پر آپ خوش تھے کہ اچھا ہے علماء کے پیچھے پڑے ہیں ہمارا تعاقب تو نہیں کر رہے اور اب چونکہ وہ موجود نہیں رہے اور آنے کی امید بھی نہ ہے لہٰذا ان کے قائم مقام سے آپ مطالبہ کر رہے کہ یا حافظ صاحب کے کیے کا جواب دو یا ان کو بُرا بھلا کہو مشل ہے کہ دیکھ شیخ کے ڈھو، مارے ایک اور لگیں دو۔

رہا ملکِ یمین کا معاملہ تو محترم! بات یہ ہے کہ:

پوری امت اس بات پر متفق ہے کہ ملکِ یمین مرد بھی ہو سکتے ہیں اور عورتیں بھی، پھر ملک یمین مرد ہو تو عورت بھی خرید سکتی ہے اور عورت ہو تو آزاد مرد بھی اور اس کا عکس بھی جائز ہے۔ اب:

کسی ملک یمین عورت کو اگر آزاد مرد خرید لے تو بغیر نکاح کے ازدواجی زندگی قائم کر سکتا ہے لیکن اگر ملکِ یمین مرد ہو اور اس کو آزاد عورت خریدے تو وہ عورت اس ملک یمین سے ازدواجی زندگی قائم نہیں کر سکتی۔

حافظ صاحب کی تفہیم یہ ہے یا جن کے وہ ہم خیال ہیں ان کا مطالبہ ہے کہ اس کے لیے نص قطعی ہونا ضروری ہے جو کہ قرآن وسنت کا نام ہے اور ایسی کوئی چیز دستیاب نہیں، کہ جن الفاظ سے یہ ثابت ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے:

مقلدین عورتوں اور مردوں کی ہیئتِ نماز بیان کرتے ہیں کہ عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں، کندھوں تک ہاتھ اٹھائیں اور سجدہ میں زمین کے ساتھ چپک جائیں اور مرد زیرِ ناف ہاتھ باندھیں، کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اور سجدہ میں زمین کو پیٹ سے الگ رکھیں، اہلِ حدیث پوچھتے ہیں کہ یہ تخصیص کس حدیث میں ہے جواب ملتا ہے کہ یہ اہلِ سنت والجماعت کا مسلک ہے اور یہی اس کی دلیل ہے ربعینہٖ جب پوچھا جاتا ہے کہ اس کی دلیل کیا ہے کہ ملکِ یمین عورت ہو تو آزاد مرد خرید کر بغیر نکاح کے بیوی کے فرائض اس سے لے سکتا ہے اور اگر ملکِ یمین مرد ہو اور آزاد عورت اس کو خریدے یا اس کے حصہ میں آجائے تو وہ بغیر نکاح کے اس سے خاوند کے فرائض نہیں لے سکتی، کیوں؟ جواب ملتا ہے کہ امت کا یہی عقیدہ ہے اس امت کے متفق عقیدہ کے لیے جو نص قطعی ہے اس کا ذکر نہ آپ نے فرمایا ہے اور نہ آپ سے پہلے کسی سابق نے بلکہ یہ بات ہی کچھ اور ہے اور اس کو حافظ عنایت اللہ مرحوم نے بیان فرمایا ہے۔ اب جبکہ حافظ عنایت اللہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے لیکن کچھ لوگوں کے کواڑ کھلے ہیں ان کے لیے آپ کوئی سبیل ضرور کریں تاکہ جب نہ سہی اب ہی اس کا کوئی حل نکل آئے اور اگر کوئی اصل نہ ہے جو کہ یقیناً نہیں ملے گی تو حافظ عنایت اللہ مرحوم پر طعن نہ فرمائیں اور اپنا عقیدہ جیسا چاہیں رکھیں کیونکہ اس پر کوئی پابندی نہیں۔

رہا بزرگوں کے ذہول کے بارے میں، سو میرا اپنا پختہ یقین ہے کہ اس سے حافظ صاحب مرحوم صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ انسان بہرحال انسان ہے خواہ کتنا بڑا بزرگ کیوں نہ ہو سوائے انبیاء علیہم السلام کے کوئی انسان بھی غلطی سے پاک نہیں ہو سکتا اور بھول چوک تو انسانیت کا خاصہ ہے، اس میں کسی کی

تحقیر مقصود نہ ہے البتہ حافظ صاحب مرحوم نے:

خطائے بزرگاں گرفتن خطا است

کے محاورہ کی تغلیط کی ہے اور ایسی بات سے آپ اور آپ کے دوسرے ہمنوا خفا ہیں اور یہ مرض لا علاج ہے۔

آپ نے فرمایا ہے کہ:

"اگر حافظ صاحب زندہ رہتے تو حیات مسیح اور دوبارہ آمد مسیح میں ضرور پلٹا کھاتے۔"

یہ آپ کا علم ہے جو سوائے آپ کے کوئی نہیں جانتا اگر اس علم کے ساتھ آپ کو قدرت بھی تھی تو حافظ صاحب مرحوم کو ابھی اور زندہ رکھتے اور ان سے اس کا اظہار بھی کروا لیتے اور اگر قدرت نہ تھی اس لیے آپ نہ کر سکے تو ایسا علم بیکار ہے، رہی میرے علم کی بات تو میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ:

حافظ صاحب مرحوم نے جو کچھ کرنا تھا کر کے گئے ایک بات بھی ایسی نہ تھی جو حافظ صاحب مرحوم نے کرنا تھی مگر وہ کر نہ سکے کیونکہ جو کچھ انھوں نے کرنا تھا وہ سب کچھ ان کا موت دینے والا جانتا تھا اور جب وہ کر نہ لیتے موت آہی نہ سکتی تھی اور یہ صرف حافظ صاحب کی بات نہیں، ہر نفس کے لیے ضروری ہے کہ جو اس نے کرنا ہے علم الٰہی میں موجود ہے اور جب تک وہ کر نہ لے، موت واقع نہیں ہو سکتی اور جس کی موت واقع ہو گی اگر اس کا کچھ کرنا باقی ہے تو اس سے لازم آئے گا کہ علم الٰہی ناقص ہے جو محال ہے آپ غور کیجیے کہ آپ نے یہ جملہ درج کر کے کیا کہہ دیا ہے؟

محترم آپ نے آخر میں تحریر فرمایا ہے کہ:

"جھجکنے کی کوئی بات نہیں کھل کر سامنے آئیے۔"

جناب عالی! کس بات میں آپ نے جھجک محسوس کی ہے اور کھل کر سامنے آنے سے آپ کی کیا مراد ہے؟ میں تو ہر جمعہ کو بالکل کھلا کھلا آپ کے پاس حاضر ہوتا ہوں (ہاں البتہ موسم کیمطابق کپڑے ضرور پہنے ہوتے ہیں) اور جو مجھے آتا ہے وہ کھل کر عرض کرتا ہوں، میرے ذہن میں کوئی جھجک نہیں اور جھجک ہو بھی کیوں؟ جب بات کتاب و سنت کی ہے تو جھجکنے کا مطلب ہی کیا ہے؟

محترم! جب تک یہ امر معلوم ہی نہ ہو کہ کھل کر سامنے آنے سے آپ کی کیا مراد ہے، کیسے کچھ عرض کر سکتا

ہوں، پہلوان میں نہیں کہ کسی پہلوان کا مقابلہ ہے، اور دشمنی میری کسی سے نہیں کہ میں کسی کے سامنے آنے سے پرہیز کروں۔ بالآخر میری گزارش ہے کہ اگر کھل کر سامنے آنے سے آپ کی مراد حافظ صاحب مرحوم کی کتاب عیون زمزم جو کہ اب ختم ہے اس کی دوبارہ اشاعت ہے کہ آپ ناظم انجمن اہلحدیث ہیں حکم دیں بندہ اس کو حشو و زوائد سے صاف کر کے چھاپ دے گا انشاء اللہ آپ کے حکم کا منتظر ہوں اگرچہ نہیں چاہتا تھا فقط

اسلام علیکم

(خادم) عبدالکریم اثری

دوسرے خط کا جواب

مکرمی۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

آپ کی سخت اور درشت عبارت کا جواب دیئے بغیر آپ کے دس سوالوں کا مختصر جواب حاضر خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ شکریہ

۱۔ کیا اللہ قادر نہیں ہے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا کرے؟

برادر من! آپ غور فرمائیں کہ یہ سوال کر کے کہ "کیا اللہ قادر نہیں ہے۔ کہ وہ بغیر باپ کے پیدا کرے"؟ آپ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ یہی نا کہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ پھر غور فرمائیں کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ آپ کو بغیر باپ کے مان لیا جائے تو اس سے اللہ کی قدرت ثابت نہیں ہوتی۔ آخر کیوں؟

معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا قادر ہونا اس سے ثابت ہے۔ کہ اس نے تمام اجناس کی ہر مخلوق اول کو بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا۔ جس میں انسان بھی شامل ہے۔ یعنی انسان اول کو بغیر ماں، باپ کے بنایا۔ اور اس کے بعد انسانی تخلیق کے لیے ایک ضابطہ مقرر کر دیا اور یہ ضابطہ اپنی کامل قدرت ہی سے مقرر فرمایا۔ کسی کے مجبور کرنے سے نہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار اسی میں ہے۔ کہ (انسان) ماں، باپ سے پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

اپنی قدرت کاملہ کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

۱۔ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا (الحجرات ۴۹: ۱۳)

"اے لوگو تحقیق ہم نے پیدا کیا ہے تم کو مرد اور عورت سے اور کیا ہم نے تم کو کنبے اور قبیلے تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو۔"

۲۔ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۞ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۞ (السجدہ ۳۲: ۸)

"اور شروع کیا پیدا کرنا انسان کا مٹی سے۔ پھر کی اولاد اس کی خلاصے پانی حقیر سے۔"

تسہیل: پھر انسان اول حضرت آدم کی نسل اور اولاد کے اندر تناسل کی وہ قوت رکھ دی کہ اس کے ذلیل نطفہ سے ایسے انسان جنم لیتے چلے جائیں۔ اور نسل برقرار رہے۔

۳۔ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا (الدھر ۷۶: ۲)

"تحقیق پیدا کیا ہے ہم نے انسان کو ایک بوند سے یعنی نطفے ملے ہوئے سے کہ آزمائش کیا چاہتے ہیں ہم اس کو پس کیا ہم نے اس کو سننے والا دیکھنے والا۔"

تسہیل: ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفہ یعنی مرد کی منی سفید رنگ کی اور عورت کی زرد رنگ کی سے پیدا کیا ہے۔ تاکہ اس کا امتحان لیں اور آزمائیں۔ اس آزمائش کے لیے اسے سماعت کی قوت ودلیعت کی کہ اللہ کی کتاب کو سن کر اس پر ایمان لائے اور بصارت کی قوت عطا فرمائی کہ ہماری قوت کے مظاہر دیکھ کر راہ راست پر آجائے۔

۴۔ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا (المومن ۴۰: ۶۷)

"وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو مٹی سے پھر نطفے سے پھر خون بستہ سے، پھر نکالتا ہے تم کو بچہ۔"

تسہیل: وہی تو ہے سب مخلوق کو پالنے والا جس نے انسان اول کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر تمہاری نسل ایک حقیر بوند سے چلائی جو ماں کے رحم میں ٹپکتی ہے۔ پھر وہی نطفہ خون کا لوتھڑا بنتا ہے۔ اس طرح سارے مراحل سے گزر کر ایک بچہ کی صورت میں تمہیں ماں کے رحم سے باہر نکالتا ہے۔

۵۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۞ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۞

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝ (المؤمنون ۲۳: ۱۳، ۱۴)

"اور تحقیق پیدا کیا ہم نے انسان کو رسی ہوئی بجی مٹی سے۔ پھر پیدا کیا ہم نے اس کو ایک قطرہ منی سے بیچ جگہ مضبوط کے۔ پھر پیدا کیا ہم نے منی کو لہو جما ہوا اور پیدا کیا ہم نے لہو جمے ہوئے کو بوٹی گوشت کی پس پیدا کیا ہم نے بوٹی کو ہڈیاں، پھر پہنا دیا ہم نے ہڈیوں کو گوشت پھر پیدا کیا ہم نے اس کو پیدائش اور۔ پس بہت برکت والا ہے۔ اللہ بہتر پیدا کرنے والوں کا۔"

تسہیل انسان اول کو اچھی سے اچھی گوندھی ہوئی مٹی کے ست سے پیدا کیا۔ پھر نسل آدم کے ایک ایک فرد کو رحم مادر میں ایک محفوظ جگہ ڈھلے ہوئے نطفہ کی شکل میں رکھا۔ پھر منی کی ایک بوند کو خون جما کر لوتھڑے کی شکل دی۔ پھر اس بستہ خون کو بوٹی کی صورت کو تبدیل کیا۔ پھر ہڈیاں بنا کر ان پر گوشت پوست کا لبادہ چڑھایا۔ ان تمام مراحل سے گزار کر آخر کار ایک پورا انسان بنا کر ایک نئی مخلوق بنا دیا۔

۶۔ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا ۚ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ۝ (الفاطر ۳۵: ۱۱)

"اور اللہ نے پیدا کیا تم کو مٹی سے پھر نطفے سے پھر کیے واسطے تمہارے جوڑے اور اور نہیں اٹھاتی کوئی عورت اور نہیں جنتی مگر ساتھ علم اس کے کے۔"

تسہیل: اللہ وہ ہے جس نے انسان اول کو مٹی سے پیدا کیا۔ اور پھر باقی بنی نوع انسان کو ایک حقیر نطفہ سے پھر تمہارے مرد اور عورت کے جوڑے بنا دیے تاکہ تم سکون اور اطمینان حاصل کرو اور نسل انسانی کا سلسلہ برقرار ہے۔

۷۔ أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ يُمْنَىٰ ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ ۝ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ ۝ (القيمة ۷۵: ۳۷، ۳۹)

"کیا نہ تھا ایک بوند منی کی سے کہ ڈالی جاتی تھی شکم میں پھر تھا لہو جما ہوا۔ پس پیدا کیا اور تندرست کیا۔ پس کیے اس میں سے دو جوڑے نر اور مادہ۔"

تسہیل: کیا اس نے اپنی پیدائش کی حقیقت پر کبھی غور نہیں کیا۔ کہ وہ ایک حقیر سی بوند تھی جو

رحم مادر میں ٹپکائی گئی۔ پھر اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اسے خون کا ایک لوتھڑا بنایا، پھر اللہ نے اس کے جسم کو بنایا اور اس کے تمام اعضاء میں نہایت تناسب رکھا اور انہیں درست کیا۔

۸۔ وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ ۝ مِنْ نُطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ ۝ (النجم ۵۳: ۴۵، ۴۶)

"اور یہ کہ اس نے پیدا کی ہیں دو قسمیں مرد اور عورت ایک بوند سے جس وقت ڈالی جاتی تھی۔"

تسہیل: ایک حقیر قطرہ منی سے نر و مادہ کے جوڑے وہی پیدا کرتا ہے۔ منی کی بوند سے جب رحم مادر میں ٹپکائی جاتی ہے۔

۹۔ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (الروم ۳۰: ۲۱)

"اور نشانیوں اس کی سے ہے۔ یہ کہ پیدا کیا واسطے تمہارے آپس تمہارے سے جوڑا تاکہ آرام پکڑو تم طرف اس کی اور کیا درمیان تمہارے پیار اور مہربانی تحقیق بیچ اس کے البتہ نشانیاں ہیں واسطے اس قوم کے کہ فکر کرتے ہیں۔"

تسہیل: اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے۔ کہ اس نے تمہارے آرام و سکون کے لیے تمہاری ہم جنس بیویاں پیدا کیں، پھر دونوں میاں بیوی کے درمیان الفت و محبت ڈال دی جو مرد اور عورت کے درمیان جنسی محبت اور جذبہ و کشش کا باعث ہے اور رحمت ڈال کر دلوں کو روحانی تعلق سے جوڑ دیا جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے خیر خواہ غمخوار رنج و راحت میں شریک بنتے ہیں، غور و فکر کرنے والوں کے لیے بلاشبہ اس میں نشان قدرت موجود ہے۔

۱۰۔ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ ۝ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ (الطارق ۸۶: ۵ تا ۷)

"پس چاہیے کہ دیکھے آدمی کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے پیدا کیا گیا ہے پانی اچھلنے والے سے نکلتا ہے بیچ میں پیٹھ باپ کی سے اور چھاتیوں ماں کی سے۔"

تسہیل: لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی پیدائش کے مراحل و مراتب پر غور کرے کہ کسی طرح ایک جرثومہ سے استقرار حمل کے بعد ماں کے پیٹ میں تدریجی نشو و نما پا کر زندہ انسان کی صورت میں پیدا ہوا ہے۔ وہ اچھل کر نکلنے والی منی کے قطرے سے پیدا ہوا ہے۔ جو مرد کی پیٹھ اور عورت کی سینوں کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔

۱۱۔ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ۝ (الفرقان: ۵۴)

"اور وہ ہے جس نے پیدا کیا پانی سے آدمی پس کیا واسطے اس کے ناتا اور سسرال اور ہے پروردگار تیرا قادر۔"

تسہیل: اللہ ایسی ذات ہے جس نے ایک حقیر پانی کی بوند سے انسان جیسی حیرت انگیز مخلوق پیدا کی مگر اس پر مزید کرشمہ یہ کہ اس نے نسب اور سسرال کے دو الگ الگ سلسلے چلائے اور مرد و عورت بنائے جو انسانیت میں یکساں مگر خصوصیات نفسیاتی میں نہایت مختلف ہیں۔ واقعی تیرا رب بڑی قدرت والا ہے۔

۱۲۔ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُونَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُونَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ (الواقعہ: ۵۸، ۵۹)

"کیا پس دیکھا تم نے جو منی ڈالتے ہو تم۔ کیا تم پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔"

تسہیل: تم لوگوں نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ تم جو حقیر سی منی کی بوند عورتوں کے رحم میں ٹپکاتے ہو کیا اس نطفہ سے تم بچہ پیدا کرتے ہو یا ہم اس کے بنانے والے ہیں؟ اگر تم ہی پیدا کرتے ہو تو اپنی حسب خواہش کیوں نہیں بناتے، حالانکہ ہم اپنی خواہش کے مطابق بناتے ہیں۔

۱۳۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ (النحل: ۴)

"پیدا کیا انسان کو نطفہ سے پس ناگہاں وہ جھگڑنے والا ہے ظاہر۔"

تسہیل: اپنی پیدائش پر دیکھو یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ ہی تو ہے۔ کہ اس نے ذرا سی بوند سے انسان کو پیدا کیا، عقل و شعور دیئے تو دیکھتے دیکھتے وہ ایک جھگڑالو بن اٹھا اور کہنے لگا کہ دوبارہ کون کس طرح پیدا کرے گا؟ اتنی جلدی ہی اس کو اپنی پیدائش کا سلسلہ بھول گیا!

۱۴۔ وَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ (یٰسٓ ۳۶: ۷۷)

"کیا نہیں دیکھا آدمی نے یہ کہ پیدا کیا ہم نے اس کو پانی منی کے سے پس ناگہاں وہ جھگڑتے ہیں ظاہر۔"

تسہیل: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کیا انسان اس معاملہ پر غور نہیں کرتا کہ اسے بوند سے جس میں صرف جرثومہ حیات کے سوا کچھ نہ تھا پیدا کیا مگر وہ بجائے عجز و انکساری کے الٹا جھگڑا شروع کر دیتا ہے۔

۱۵۔ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَكُمْ وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا (الحج ۲۲: ۵)

"اے لوگو! اگر ہو تم بیچ شک کے جی اٹھنے سے پس تحقیق ہم نے پیدا کیا ہے تم کو مٹی سے پھر نطفے سے پھر لہو جمے ہوئے سے پھر بوٹی صورت بنی ہوئی سے اور بن بنی ہوئی سے تاکہ بیان کریں واسطے تمہارے اور ٹھہراتے ہیں ہم اس کو بیچ رحم کے جتنا چاہیں ایک وقت مقرر تک پھر نکالتے ہیں ہم تم کو بچہ۔"

تسہیل: لوگو اگر تمہیں اس بات پر یقین نہیں ہے۔ کہ مر کر دوبارہ اُٹھو گے۔ تم ذرا اپنی پیدائش کے مراحل پر غور کرو کہ نوع انسان کی ابتداء آدم علیہ السلام سے کی گئی۔ انہیں براہ راست مٹی سے پیدا کیا گیا۔ پھر ان کی اولاد و نسل انسانی کا سلسلہ نطفے سے چلایا گیا۔ نطفہ سے خون کا لوتھڑا بنتا ہے۔ پھر گوشت کی شکل اختیار کرتا ہے۔ جو کبھی کامل اور شکل والی اور کبھی ناقص الاعضاء یا بے شکل ہوتی ہے۔ یہ بیان کرنے سے مقصود یہ ہے۔ کہ انسانوں کے سامنے حقیقت کی عقدہ کشائی ہو جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ جس نطفے کو چاہتے ہیں۔ حاملہ کے رحم میں ایک خاص وقت پیدائش تک ٹھہرائے رکھتے ہیں۔ پھر اسے بے بس بچے کی صورت میں باہر نکال لاتے ہیں۔

ان آیات کریمات کو پڑھیں ان کے ترجمہ پر غور کریں۔ دیکھیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے کسی ایک مقام پر بھی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اس ضابطہ تخلیق انسانی سے مستثنیٰ قرار دیا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ آپ کو خیال ہو کہ ان آیات میں اگر عیسیٰ علیہ السلام کو اس ضابطہ تخلیق انسانی

سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا گیا۔ تو کیا صرف یہی آیات کریمات ہیں جن میں اس ضابطہ تخلیق انسانی کا ذکر ہے۔ ممکن ہے کسی دوسرے مقام پر اس ضابطہ تخلیق انسانی سے عیسیٰ علیہ السلام کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہو۔

برادرمن! اس ضابطہ تخلیق انسانی کے سلسلے میں اوپر پندرہ آیات درج کی گئی ہیں۔ لیکن آپ سے اور آپ کے اس نظریہ رکھنے والوں سب سے جو لاتعداد ہیں۔ صرف ایک آیت قرآنی کا مطالبہ ہے۔ جس میں عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق کو اس ضابطہ تخلیق انسانی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہو۔ وہ آیہ کریمہ تحریر کر کے روانہ فرمائیں اور ہم سے اس نظریہ سے دست برداری کا اقرار لے لیں۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۔

ایک گزارش: ممکن ہے آپ کے ذہن میں آئے یا کوئی دوسرا آپ کے ذہن میں ڈال دے کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (۳/۵۹)

"بے شک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم کی سی ہے۔ اس کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اس کو کہا کہ ہو، پھر وہ ہو گیا۔"

پہلا غلط استدلال: اس آیت کریمہ کو بار بار پڑھیں اور غور کریں کہ اس آیت کا ضابطہ تخلیق انسانی سے کوئی دور کا بھی واسطہ ہے؟ ہرگز نہیں۔

چونکہ عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو "اللہ کا بیٹا" "اللہ" اور "اللہ کا تیسرا حصہ" قرار دیتے تھے اور ان کے اس نظریہ کا تعلق صرف ان کی اپنی اہواء و خواہشات سے تھا۔ اس کا کوئی ثبوت عقلی و نقلی ان کے پاس ہرگز نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کے ان نظریات کا دوٹوک رد فرما دیا کہ آدم جو مٹی سے تخلیق کیے گئے۔ آدم زادہ بھی ہمیشہ تخلیق آدم ہی کا مثل ہو سکتا ہے۔ یعنی آدم اگر اصل ترابی پیدائش ہیں۔ تو مثیل آدم نسل ترابی ہو کر اس کا مماثل ہے۔ اور جس طرح آدم مٹی سے تخلیق کیے گئے ہیں تاہم وہ "اللہ کا بیٹا" "اللہ" یا "اللہ کا تیسرا حصہ" نہیں ہیں، ایسے ہی مثیل آدم بھی آدم زادہ نسل ترابی ہے "اللہ کا بیٹا" "اللہ" یا "اللہ کا تیسرا حصہ" نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ

مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ وَاِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (مریم: ۳۵)

"یہ ہے عیسیٰ بیٹا مریم کا بات حق کی وہ جو بیچ اس کے شک کرتے ہیں۔ نہیں لائق واسطے اللہ کے یہ کہ پکڑے اولاد پاکی ہے۔ اس کو جب مقرر کرتا ہے کچھ کام پس سوائے اس کے نہیں کہ کہتا ہے اس کو ہو پس وہ ہو جاتا ہے۔"

غور کیجیے کس صفائی سے اللہ تعالیٰ نے خود وضاحت فرما دی ہے۔ کہ اے گروہ نصریٰ تم عیسیٰ علیہ السلام کو کس طرح اللہ کی اولاد یعنی اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہو۔ اللہ اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا بیٹا ہو۔ بلکہ دوسری مخلوق کیطرح عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ کے کلمہ "کن" ہی سے مخلوق ہیں۔

نیز خیال رہے کہ جس طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام مثیل آدم ہیں اسی طرح سیدنا عثمان رضؓ غنی مثیل مسیح علیہ السلام ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔

اِنَّ مَثَلَ عُثْمَانَ عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ (ابوداؤد ج ۴)

"بے شک عثمان کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ ابن مریمؑ کی مثال کی سی ہے۔

ظاہر ہے سیدنا عثمانؓ غنی جن کو مثیل عیسیٰ کہا گیا ہے۔ ان کی ولادت کبھی بلا باپ تسلیم نہیں کی گئی۔ اور نہ ہی اس حدیث کا یہ مفہوم ہے۔ بلکہ وہی مماثلت ہے جو مثیل آدم ہے۔

اور مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۵ میں بحوالہ مسند احمد علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے

کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلیؓ فیک مثل عیسی الخ

کہ علی رضی اللہ عنہ بھی مثیل عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ تو کیا وہ بے پدری ولادت میں مثیل ہیں ہر گز نہیں۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی مثیل آدم ہونے کی وجہ سے ضروری نہیں کہ بے پدر ہوں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ (الانعام: ۳۸)

"اور نہیں کوئی چلنے والا زمین میں اور نہ کوئی پرندہ کہ اڑے ساتھ دو بازو اپنے کے مگر یہ سب تمہاری مثل امتیں ہیں۔"

اور اس طرح کی تمثیلات قرآن مجید میں بہت جگہ موجود ہیں:

كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا (البقرۃ ۲: ۱۷) مَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ (البقرۃ ۲: ۲۶۴)
كَمَثَلِ حَبَّةٍ (البقرۃ ۲: ۲۶۱) ایسی بیسیوں مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔

دوسرا غلط استدلال: اکثر بیان کیا جاتا ہے۔ کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ضابطہ تخلیق انسانی کے خلاف کلمہ "کن" سے پیدا ہوئے۔ چونکہ مذکورہ آیت میں بھی "کن فیکون" کے الفاظ آئے ہیں۔ لہٰذا یہاں بھی یہ حاشیہ خواہ مخواہ چڑھا دیا گیا ہے۔ حالانکہ اس کائنات میں جو کچھ موجود ہے وہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ "کن" ہی سے وجود میں آیا ہے۔

اس میں آدم علیہ السلام کی کوئی تخصیص نہیں۔

قرآن مجید میں ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّىٰ مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ فَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝ (مومن ۴۰: ۶۷، ۶۸)

"وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو مٹی سے پھر نطفہ سے پھر خون بستہ سے پھر نکالتا ہے تم کو بچہ پھر پالتا ہے تم کو تاکہ پہنچو جوانی اپنی کو پھر تاکہ ہو جاؤ تم بڈھے اور بعض تم میں سے وہ ہے۔ کہ مر جاتا ہے پہلے اس کے اور تو کہ پہنچو وقت مقرر کو اور تو کہ تم عقل پکڑو وہی ہے جو جلاتا اور مارتا ہے۔ پس جبکہ مقرر کرتا ہے کچھ کام پس سوائے اس کے نہیں کہ کہتا ہے اس کو ہو پس وہ ہو جاتا ہے۔"

برادر من! غور کریں آیت مذکورہ میں کتنے واضح الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ کہ ہر انسان کی تخلیق پھر مدارج تخلیق۔ پیدائش، بچپن، جوانی اور بڑھاپا۔ فی نفسہٖ زندگی اور موت سب کلمہ "کن" ہی سے ہیں۔ بلکہ اس پوری کائنات میں انسانی تخلیق ایک معمولی تخلیق ہے۔ اس سے قوی تر تخلیقات موجود ہیں۔ اور وہ سب بھی اللہ تعالیٰ کے کلمہ "کن" ہی سے مخلوق ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَکْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ (مومن: ۵۷)

"البتہ پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا بہت بڑا ہے۔ پیدا کرنے لوگوں کے سے اور لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (البقرہ: ۱۱۷)

"پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کا۔ اور جب مقرر کرتا ہے کچھ کام پس سوائے اس کے نہیں کہ کہتا ہے۔ واسطے اس کے ہو پس وہ ہو جاتا ہے۔"

برادرمن! پھر غور و فکر کریں آپ کو معلوم ہو گا۔ کہ اس کائنات میں جو کچھ ہوا اللہ کی قدرت سے ہوا جو کچھ ہے وہ اللہ کی قدرت سے ہے۔ اور جو کچھ ہو گا وہ اللہ کی قدرت سے ہو گا۔ اور اس قدرت الٰہی کا کلمہ "کن فیکون" سے اظہار مقصود ہے۔

اللہ قادر نہ ہوتا تو یہ کائنات وجود ہی میں نہ آتی اور نہ ہی اس کائنات کا نظام کبھی قائم رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے ہی سے یہ کائنات ہے اور اس کا نظام بھی قائم ہے۔

دیکھیے انسان کا انسان ہونا اور گدھے کا گدھا ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے۔ اب اگر کوئی انسان بضد ہو کہ اگر میرا یہ گدھا انسان بن جائے، تب میں تسلیم کروں گا کہ اللہ قادر ہے؛ لیکن جب وہ گدھا گدھا ہی رہے۔ انسان نہ بنے تو کیا سوال پیدا کرنے والے کو یہ حق ہے کہ وہ پکار اٹھے اللہ قادر نہیں ہے۔ یا ہمارا اور آپ سب کا یہ حق ہے۔ کہ ایسا سوال پیدا کرنے والے کو انسانی شکل و صورت میں دیکھتے ہوئے اور دیئے عقل و نقل گدھا تسلیم کرلیں؟

فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ۔

برادرمن! پانی کی روانی جمادات کا جمود، آگ کا جلانا اور برف کا پگھلنا شکر کی مٹھاس اور حنظل کی کڑواہٹ۔ لوہے کی سختی اور مٹی کی نرمی، رات کا اندھیرا اور سورج کی روشنی، بادل کا آنا اور دھوپ کا چمکنا، پھولوں کی خوشبو اور بھنگ کی بدبو کوؤں کی کائیں کائیں اور چڑیوں کی چہک، سب اللہ تعالیٰ کی قدرت ہی کی مظہر ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (الآیہ) کا یہی مطلب و مفہوم ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے لیے جو چاہا ہے، انداز مقرر فرمایا ہے۔ جو اس سے کبھی منفک نہیں ہوتا۔ اس قادر مطلق نے اپنی قدرت کاملہ سے انسان کو انسان اور گدھے کو گدھا بنایا ہے۔ نیز یہ کہ انسان کا انسان رہنا اور گدھے کا گدھا رہنا ہی اس کی قدرت کی کرشمہ سازی ہے۔ کیونکہ وہ خود فرمایا ہے۔

مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ (ق ۵۰ : ۲۹)

"نہیں بدلی جاتی بات میرے پاس اور نہیں ہوں میں ظلم کرنے والا واسطے بندوں کے۔"

لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ (یونس) "اللہ تعالیٰ کے کلمات میں ادل بدل نہیں ہے۔"

لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (الانعام ۶ : ۱۱۵)

"نہیں کوئی بدلنے والا بات اسکی کو اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔"

اور یہی مفہوم ہے اس آیت کریمہ کا ارشاد ہے:

اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ (ھود ۱۱ : ۱۰۷)

"تحقیق پروردگار تیرا کرنے والا ہے۔ جو وہ ارادہ کرتا ہے۔"

برادر من! غور کریں اگر پانی کو روانی عطا کی ہے تو اس نے اپنی مرضی سے کی ہے اور اگر جمادات کو جمود بخشا ہے تو اس نے اپنی مرضی سے بخشا ہے، نہ کسی دوسرے کے اشارہ پر۔ آگ کو جلانے کی قوت دی ہے تو اس نے اپنی شان عظمت سے دی ہے، نہ کہ کسی کی سفارش پر۔ اگر شکر کو مٹھاس دی ہے تو اس نے اپنی حکمت کاملہ سے دی ہے، کسی دوسرے کے ارادے سے نہیں۔ نیک کام کرنے والوں سے اس نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے تو اپنی قدرت وارادہ سے اور برے کاموں کا بدلہ دوزخ سنایا ہے تو اس نے اپنی شان جلالی سے سنایا ہے۔ اور جو اس نے کہا ہے وہ کیا ہے، کر رہا ہے اور کرتا رہے گا بغیر تغیر و تبدل کے۔

برادر من! قرآن مجید کی بتائی ہوئی ہدایات اور اعلان کیے ہوئے قوانین قدرت کے مطابق جو شخص سیدنا عیسٰی علیہ السلام کی ولادت باسعادت کو ضابطہ تخلیق انسانی کے تحت نسل آدم میں شمار کرتے ہوئے، اولاد آدم کے مطابق بیان کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کر رہا ہے یا اللہ کی کتاب قرآن مجید کے کیے ہوئے اعلان اور اٹھائی ہوئی آواز

کو بلند سے بلند تر کر رہا ہے۔ ارشاد ہے:
يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ ۔ فافہم ۔ فتدبر۔

۲۔ کیا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت معجزہ نہیں ہے۔؟

برادر من! معجزہ کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے کہ:

"جس کے ظاہر کرنے سے نبوت کی تصدیق مقصود ہو اور اس کے لیے سات شرطیں قرار دے دی گئی ہیں (۱) مدعی نبوت سے ظاہر ہو (۲) دعویٰ پر مقدم نہ ہو (۳) دعویٰ کے موافق ہو (۴) نبی کا مکذب نہ ہو (۵) اس کا معارضہ ناممکن ہو (۶) خدا کا فعل ہو (۷) خارق عادت ہو۔

یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ آپ کے ہاں معجزہ کی تعریف کیا ہے۔ کیونکہ آپ نے اس کی کوئی تعریف نہیں فرمائی اور یہ بھی معلوم نہ ہے کہ اوپر درج کی گئی معجزہ کی تعریف آپ کے نزدیک بھی درست ہے یا نہیں۔؟

اگر معجزہ کی تعریف یہ نہیں ہے۔ تو جب تک آپ معجزہ کی تعریف بیان نہ کریں اس سوال کا جواب ممکن نہیں ہے۔

اگر مذکورہ تعریف درست ہے۔ جس کو کتب اسلام میں تسلیم کیا گیا ہے۔ تو ان سات شرطوں کا تجزیہ کر کے خود ہی فیصلہ کرلیں کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت معجزہ ہے۔!

تجزیہ :۔

۱۔ مدعی نبوت سے ظاہر ہو۔

وہ کون سے نبی ہیں جن سے یہ معجزہ ظاہر ہوا۔؟ عیسیٰ علیہ السلام تو ہو نہیں سکتے کیونکہ ان کی اپنی ولادت کا مسئلہ ہے۔ کیا ولادت سے پہلے ہی عیسیٰ علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔؟

کیونکہ معجزہ مدعی نبوت سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور نبوت کا دعویٰ خواہ کتنی ہی کم سنی میں ہو وہ ولادت سے پہلے ممکن نہیں، وضاحت مطلوب ہے۔

اور یہ وضاحت ان دوستوں اور بزرگوں کے ذمہ ہے جو ولادت مسیح کو معجزہ کہتے ہیں۔ اگر نہیں تو فی الواقعہ یہ معجزہ بھی نہیں۔

۲۔ دعویٰ پر مقدم نہ ہو۔

کسی سابق نبی نے یہ دعویٰ کیا تھا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوں گے؟ کہیں قرآن و حدیث میں اس کی وضاحت ہے؟ جب تک یہ وضاحت نہ ہو۔ اس وقت تک معجزہ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ نہ یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ دعویٰ پر مقدم ہے یا نہیں۔

۳۔ دعویٰ کے موافق ہو۔

جب تک کسی کا دعویٰ معلوم ہی نہ ہو۔ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ دعویٰ کے موافق ہے یا مخالف لہٰذا دعویٰ کی موافقت یا عدم موافقت کا فیصلہ تب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب دعویٰ معلوم ہو کہ کیا کسی سابق نبی ؑ نے عیسوی بے پدری ولادت کا دعویٰ کیا تھا

۴۔ نبی کا مکذب نہ ہو۔

عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ کسی نبی کی تکذیب یا تصدیق کا باعث اسی وقت ہی ہو سکتی ہے۔ جب یہ معلوم ہو کہ فلاں نبی نے عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے بغیر باپ ہونے کا اعلان کیا تھا۔ پھر وہ اس کے پیدا ہو کر اس کی تصدیق یا تکذیب کریں۔

۵۔ اس کا معارضہ ناممکن ہے۔

معارضہ ناممکن ہونے کا کیا مطلب ہے۔ کیونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ تقریباً ہر قوم نے من حیث القدم کسی نہ کسی نبی، اوتار یا بزرگ کو بغیر ماں یا بغیر باپ یا بغیر ماں اور باپ تسلیم کیا ہے۔ بلکہ کچھ لوگوں نے یہاں تک دعویٰ کیا ہے۔ کہ عنقریب آنے والے زمانے میں لوگوں کی پیدائش کے لیے مردوں کی ضرورت ختم ہو جائے گی۔ اور صرف ماں ہی سے لوگ پیدا ہوا کریں گے۔ پھر صرف یہی نہیں بلکہ اس پر تعجب ظاہر کیا ہے۔ کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ناپاک نطفہ سے پیدا ہونے والا انسان اللہ تعالیٰ سے کیسے ملاقات کر سکتا ہے

برادرمن! ذرا خیال کریں کہ اس بات کو تحریر کر کے علامہ صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔ یہی ناکہ آدمؑ سے لے کر محمد رسول اللہؐ تک سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے کوئی نبی بھی ایسا نہیں جو کہ

اللہ تعالی سے ملاقات کر سکے کیونکہ وہ سب ماں باپ سے پیدا ہوتے ہیں۔ نعوذ باللہ نستغفر اللہ ۔ ع این خیال است و محال است و جنوں

۶ ۔ خدا کا فعل ہو۔

فکر کریں سمجھیں میرے بھائی کہ، اس کائنات میں کیا ہے جو خدا کا فعل نہیں۔ یہ اتنا بڑا سورج چاند۔ ستارے۔ آسمان۔ زمین۔ درخت۔ پہاڑ۔ دریا۔ چرند۔ پرند۔ درند۔ انسان۔ حیوان یہ سب کس کا فعل ہیں ؟ بات صاف ہے کہ یہ سب اللہ تعالی ہی کا فعل ہیں۔ پھر بتائیں کہ اس تعریف کی وجہ سے کوئی چیز ایسی ہے۔ جو کہ معجزہ نہ ہو۔ کیا آپ کی اور ہماری سب کی پیدائش اللہ تعالی کا فعل نہیں ہے ۔؟ اگر یہ سب کچھ معجزہ ہیں تو پھر کس کو انکار ہے

۷ ۔ خارق عادت ہو۔

خارق عادت ہونے سے کیا مراد ہے۔ اگر یہ مراد ہے کہ سلسلہ اسباب اور اصول فطرت کے خلاف ہو تو سوال یہ ہے کہ آیا معجزہ واقع بھی ہو سکتا ہے یا نہیں ۔؟

انسان کو جس قدر علوم حاصل ہوتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں ؛ بدیہیات اور نظریات

بدیہیات وہ امور ہیں۔ جو بغیر استدلال احتجاج کے ان کا یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ مثلاً یہ کہ آفتاب روشن ہے۔ آگ جلاتی ہے۔ کل جز سے بڑا ہوتا ہے۔ دو متناقض ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

نظریات وہ امور ہیں۔ جو غور و فکر اور استدلال سے حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً خدا موجود ہے۔ عالم حادث ہے وغیرہ۔

اب ظاہر ہے کہ اگر کوئی نظری بدیہی کو باطل کرتا ہو تو اس نظری کو غلط کہیں گے کیونکہ علوم نظری بدیہیات میں خلل انداز نہیں ہو سکتے۔

مثلاً یہ کہ جب ہم کسی نوجوان انسان کو دیکھتے ہیں تو ہم کو قطعی یقین ہوتا ہے کہ یہ شخص کئی منازل طے کر کے آیا ہے۔ پہلے وہ رحم میں تھا۔ پھر رحم سے بچہ ہو کر نکلا بچہ سے جوان ہوا اور اگر زندہ رہا تو یقیناً بوڑھا ہو گا۔ لیکن اس کے برخلاف اگر کوئی یہ کہہ دے کہ وہ دفعتاً جوان ہی پیدا ہوا ہے تو ہم یقین کریں گے۔ کہ اس کا بیان غلط اور باطل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ معجزات کی تعریف نے خود بخود ایسے امور کو خارج از معجزہ قرار دے دیا ہے۔ شرح مواقف میں ہے کہ:

والمعجزة عندنا ما يقصد به تصديق مدعى الرسالة وان لم يكن خارقاً للعادة

معجزہ کی تعریف ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اس سے مدعی نبوت کی تصدیق مقصود ہو نہ یہ کہ وہ خرق عادت ہو۔

مختصر یہ کہ معجزہ خرق عادت کا نام نہیں ہے۔

ہم روزانہ انسانی بچوں کو دیکھتے ہیں کہ پیدائش کے وقت ان کے اعضاء ترکیبی میں دو ہاتھ دو آنکھیں، دو کان، دو پاؤں، ایک منہ ایک ناک اور ایک پیٹ ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسا بچہ پیدا ہو جس کا ایک ہاتھ ایک آنکھ ایک کان ایک پاؤں ہے۔ تو نہ یہ خرق عادت ہوگا۔ نہ ہی اس کو معجزہ کہیں گے۔ کیونکہ قانون الہی نے اس کی وضاحت فرمادی ہے ارشاد باری ہے کہ:

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ (الرعد ۱۳:۸)

"اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ اٹھاتی ہے ہر عورت اور جو کچھ کہ کم کرتے ہیں رحم اور جو کچھ بڑھاتے ہیں"

یہ اعضاء ترکیبی میں کونسا عضو کم ہوگا یا زیادہ یا بالکل معدوم ہوگا۔ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اور ایسا ہونا خرق عادت اس لیے نہیں کہ عادت جاریہ میں کمی بیشی کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ اور معجزہ اس لیے نہیں کہ کسی سقم یا کمزوری یا امر مخفی کا نام معجزہ نہیں ہوتا، بلکہ معجزہ ایک واضح اور بیّن امر ہوتا تھا جو نبوت سے وابستہ تھا۔

دراصل سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آیہ بیان فرمایا ہے اور اس آیت کے لفظ ہی سے لوگ معجزہ کی طرف مائل ہو گئے اور بعد میں نسلاً بعد نسلٍ اس نظریہ کو قومی نظریہ کے طور پر تسلیم کر لیا گیا، قرآن مجید میں ہے:

وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ — اور ہم نے اسکو لوگوں کیلیے نشانی بنا دیا۔

اس مسیح علیہ السلام کو نشانی ثابت کرتے کرتے ولادت مسیح پر بات لگادی

کہ یہ نشانی اس لیے ہیں کہ ان کا باپ نہ تھا۔

حالانکہ آیت کے معنی علامت یا نشانی کے ہیں۔ اور علامت ہمیشہ اس پر جس کی وہ علامت ہوتی ہے، دلالت کرتی ہے۔ دوسرے معنوں میں آیت کے معنی دلالت کرنے والے کے ہوئے۔ جیسا کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں ان الایۃ ھی الدلالۃ لکھا ہے۔ اور چونکہ قرآن مجید کے فقرے بھی خدا کی وحدانیت اور انبیاء کی نبوت اور احکام شریعت پر دلالت کرتے ہیں۔ اس لیے اس کے ہر فقرہ کو آیت کہتے ہیں۔

رات دن، شمس، قمر، ارض، آسمان، انگور، کھجور، چراگاہ، اناج کے دانے، انار زیتون، جمادات، نباتات، حیوانات اور خود نوعِ انسان کو قرآن مجید میں آیت یا آیات سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بار بار پڑھیں اور غور وفکر کریں کہ یہ اللہ کا کلام ہے:

ارشاد باری ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ

"اور نشانیوں اس کی سے ہے یہ کہ پیدا کیا تم کو مٹی سے"

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا

"اور نشانیوں اس کی سے ہے۔ یہ کہ پیدا کیا واسطے تمہارے آپس تمہارے سے جوڑا (بیوی) تاکہ آرام پکڑو تم طرف اس کی۔"

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ

"اور نشانیوں اس کی سے ہے۔ پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا اختلاف بولیوں تمہاری کا اور رنگوں تمہارے کا۔"

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ

"اور نشانیوں اس کی سے ہے سونا تمہارا بیچ رات کے اور دن کے اور ڈھونڈنا تمہارا فضل اس کے سے۔"

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ

بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔

"اور نشانیوں اس کی سے ہے۔ کہ دکھلاتا ہے تم کو بجلی ڈر سے اور امید سے، اور اتارتا ہے آسمان سے پانی پس زندہ کرتا ہے ساتھ اس کے زمین کو پیچھے مرنے اس کے کے۔"

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ (الروم ۳۰: ۲۰ تا ۲۵)

"اور نشانیوں اس کی سے ہے، یہ کہ قائم ہیں آسمان اور زمین ساتھ حکم اس کے کے۔"

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِیُذِیْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِیَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ (الروم ۳۰: ۴۶)

"اور نشانیوں اس کی سے ہے۔ یہ کہ بھیجتا ہے ہواؤں کو خوشخبری دینے والیاں اور تاکہ چکھاوے تم کو مہربانی اپنی سے اور تاکہ جاری ہوویں کشتیاں ساتھ حکم اس کے کے اور تاکہ ڈھونڈو فضل اس کے سے اور تاکہ تم شکر کرو۔"

برادرمن! مذکورہ بالا آیات کو بار بار پڑھیں اور دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کی پیدائش کو آیت و نشانی قرار دیا ہے۔ مرد کے لیے عورت اور عورت کیلئے مرد اللہ کی نشانی ہے۔

آسمان اور زمین کی پیدائش اور انسانوں کی رنگتوں اور بولیوں کے فرق کو بھی آیات الٰہی بیان کیا گیا ہے۔ اور رات کا سونا اور دن کا سونا بھی اللہ کی نشانی ہے۔ لوگوں کا دنیا کے کاموں میں مصروف رہنا، تجارت و ملازمت کرنا غرض کہ دنیا کا ہر جائز کام اللہ تعالیٰ کی آیت و نشانی ہے۔

بجلی کا کڑکنا۔ بارش کا برسنا، زمین کا طرح طرح کی انگوری نکالنا بھی اللہ تعالیٰ کی آیت و نشانی ہے۔ زمین و آسمان کا قائم رہنا بھی اللہ کی نشانیوں میں سے نشانی ہے۔ موافق ہواؤں کا چلنا۔ دریاؤں میں کشتیوں اور بحری جہازوں سے مال برداری کا کام لینا اور دوسرے تجارت کے طریقوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ اور ان آیات سے قرآن مجید بھرا پڑا ہے۔

اب پھر غور کریں کہ مسیحؑ کو آیت کہنے سے ولادت مسیحؑ کا معجزہ کس طرح بن گیا۔

اس طرح جن جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے آیت کہا ہے۔ ان سب کو معجزہ کے طور پر تسلیم کرنا ہوگا جس کو کوئی بھی ایسا تسلیم نہیں کرتا۔

مسیح علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔ لِنَجۡعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ اور یہاں فرمایا اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّسۡمَعُوۡنَ ہ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ہ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ہ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ہ

دراصل آپ نظر عمیق سے دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ انسانوں میں بے پدری پیدائش اس ضابطہ تخلیق انسانی کے اعلان کے بعد ایک مخفی چیز ہے۔ کوئی بین امر نہیں اور معجزہ کسی مخفی چیز کو نہیں کہتے۔ اور نہ ہی مخفی چیز کبھی ثبوت میں پیش کی جا سکتی ہے۔ فتدبر یا اخی

۲۔ کیا عیسیٰؑ کے باپ کا ذکر قرآن و حدیث میں ہے؟

برادر من! آپ اپنے سوال نمبر ا کے جواب میں دیکھ چکے ہیں۔ کہ نسل انسانی کے لیے ضابطہ تخلیق انسانی کا اعلان قرآن مجید میں کیا گیا ہے جو نہایت شرح اور تفصیل سے موجود ہے کوئی مبہم اور مخفی حکم موجود نہیں کہ اس کی تاویل کی جائے بلکہ ایک بین اور واضح ارشاد الٰہی ہے۔ پھر اس کو بار بار پیش کیا گیا ہے۔ اس ضابطہ تخلیق انسانی کے تحت ہی عیسیٰ علیہ السلام کے باپ کا ذکر بھی قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نام لے کر یہ موجود ہونا چاہیے تھا کہ فلاں عیسیٰ علیہ السلام کا باپ ہے۔ جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا ذکر نام لے کر قرآن مجید میں بیان فرمایا گیا ہے۔ جو دراصل عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نام لینا مقصود نہیں بلکہ مسیح عیسیٰ ابن مریم کے نام سے معروف ہیں یہی وجہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم ہی کی کنیت سے بار بار یاد کیے جاتے ہیں۔ اور ماں کی کنیت سے بہت سے لوگوں کو پکارا گیا ہے۔ جو آج بھی کتب حدیث میں ماؤں ہی کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں بلکہ قرآن مجید میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بھی ماں ہی کی طرف نسبت کر کے بلایا گیا ہے۔

مسیح علیہ السلام کی یہ کنیت کسی وجہ سے بھی بے پدری ولادت پر دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ جن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے سب کی ماؤں اور باپوں کا ذکر نام بنام قرآن مجید یا صحیح حدیث شریف میں موجود نہیں ہے۔ آپ کا یہ سوال کرنا کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام

کے باپ کا ذکر قرآن و حدیث میں ہے"۔ تب صحیح ہوتا جب باقی سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے باپوں کا ذکر قرآن و حدیث میں موجود ہوتا۔ اگر آپ سے عرض کیجائے کہ آپ صرف ان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی فہرست تیار کریں۔ جن کا ذکر قرآن و حدیث میں آیا ہے۔ اور پھر اس کو یوں پُر کریں کہ باپ کے خانہ میں باپ کا نام اور ماں کے خانہ میں ماں کا نام لکھ دیں۔ اور عیسیٰؑ کی ولادت کا خانہ خالی رہنے دیں۔ اس کو ہم مکمل کر دیں گے۔ تو کیا آپ کر سکتے ہیں؟ یقیناً نہیں۔ تو کیا جن انبیاء علیہم السلام کے باپوں ہی کا نہیں بلکہ ان کی ماؤں کا نام بھی آپ قرآن و حدیث سے نہ تحریر کر سکے، تسلیم کریں گے کہ ان کے نہ باپ ہیں اور نہ مائیں اور وہ سب انبیاء بغیر ماؤں اور باپوں کے پیدا ہوئے تھے؟ اگر ہو سکتا ہے تو پٹ صاحب ہمت فرمائیں۔

ظاہر ہے کہ یہ صحیح نہیں تو پھر آپ کا یہ سوال کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام کے باپ کا ذکر قرآن و حدیث میں ہے؟ کیسے درست ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ کا یہ سوال بالکل مہمل اور بے جان ہے۔ بلکہ دور از نقل و عقل ہے۔ لہٰذا اس غلط سوال کا صحیح جواب یہی ہو سکتا ہے۔ کہ سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام انسان تھے۔ جو نسل انسانی سے تھے۔ جن میں عیسیٰ علیہ السلام کا بھی شمار ہے۔ اور سب انسانوں کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ

یہاں اس "ذکر" سے مراد باپ اور "انثیٰ" سے مراد ماں ہے۔ لہٰذا جو نسل انسانی سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ باپ اور ماں ہی سے پیدا ہوا ہے۔ آج تک کسی نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کو ذریت آدم اور نسل انسانی سے خارج نہیں کیا۔ اور نہ ہی خارج ہو سکتے ہیں۔

اور جب تک کسی کا تعلق نسل انسانی سے قائم ہے۔ وہ ضابطہ تخلیق انسانی کا پابند ہے خواہ وہ عیسیٰ علیہ السلام ہوں یا موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ خود عیسیٰ علیہ السلام کو زمرہ انبیاء اور نسل انسانی سے اللہ کی بندگی کرنے والا انسان فرما رہے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ (آل عمران ۳ : ۷۹)

"نہیں ہے لائق واسطے کسی آدمی کے یہ کہ دے اس کو اللہ کتاب اور حکمت اور پیغمبری

پھر کہے واسطے لوگوں کے کہ ہو جاؤ تم بندے واسطے میرے سوائے خدا کے ۔"

کس طرح وضاحت اور صفائی کے ساتھ سیدنا مسیح علیہ السلام کو دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رکھ کر نسل انسانی میں شمار کر کے عیسائیت کی بیخ کنی کر دی ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کو نسل انسانی سے تسلیم کرنے کے لیے کبھی تیار نہ تھے۔

بلکہ خود عیسیٰ علیہ السلام سے اعلان کرایا جا رہا ہے کہ :

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ قف اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ہ وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا ہ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ہ وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ہ ذٰلِکَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْہِ یَمْتَرُوْنَ ہ

(سورہ مریم ۱۹ : ۳۰ تا ۳۵)

"کہا تحقیق میں بندہ اللہ کا ہوں دی ہے مجھ کو کتاب اور کیا ہے مجھ کو نبی اور کیا ہے مجھ کو برکت والا جہاں ہوں میں اور حکم کیا ہے مجھ کو ساتھ نماز کے اور ساتھ زکوٰۃ کے جب تک رہوں میں زندہ اور خوش سلوک ساتھ ماں اپنی کے اور نہیں کیا مجھ کو سرکش بدبخت اور سلامتی ہو اوپر میرے جس دن پیدا ہوا میں اور جس دن مروں گا میں اور جس دن اٹھوں گا میں زندہ ہو کر یہ ہے عیسیٰ بیٹا مریم کا بات حق کی وہ جو بیچ اس کے شک کرتے ہیں "

کس قدر صفائی سے اعلان کرایا۔ اور اس اعلان کا وہ وقت ہے۔ جب بلوغت کے بعد سیدنا مسیح علیہ السلام نبوت پر فائز ہوئے۔ کہ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے کتاب دی گئی ہے۔ اور میں نبی بنایا گیا ہوں۔ اور میں برکت والا ہوں جہاں کہیں بھی ہوں اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے اس وقت تک جب تک میں زندہ ہوں اور اپنی والدہ کی عزت کرنے کا پابند ہوں جس نے مجھے جنا ہے اور سلامتی ہے مجھ پر جب میں پیدا ہوا اور جب مروں گا اور جب زندہ کیا جاؤں گا۔ یہ ہیں عیسیٰؑ ایک کامل بندہ، جن کی حیثیت اور شخصیت میں لوگ شبہات پیدا کرتے رہتے ہیں۔

برادر من! کبھی غور فرمایا آپ نے کہ ماں باپ اور اولاد تینوں اس طرح آپس میں لازم

وملزوم ہیں کہ ان میں سے صرف ایک کا ذکر آجائے تو دونوں بغیر ذکر کے موجود ہوتے ہیں، آپ سے میری علیک سلیک ایک عرصہ سے ہے۔ میں آپ کو جانتا ہوں مگر میں آپ کی والدہ محترمہ کو نہیں جانتا اور نہ ہی میں نے آپ کے والد مکرم کو دیکھا ہے۔ اور نہ ہی ان کے اسماء گرامی سے واقف ہوں۔ کیا میں کہہ سکتا ہوں کہ شاید آپ بغیر ماں باپ کے ہوں گے۔ ہرگز نہیں بلکہ آپ کا وجود شہادت ہے۔ اس بات کی کہ آپ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ اور والد بزرگوار بھی خواہ زندہ ہیں یا وفات پا گئے ہیں۔ ٹھیک بات یہی ہے کہ میں ان کو نہیں جانتا میرے نہ جاننے سے وہ معدوم نہیں ہو سکتے۔ اللہ کا ولد قرار دینے والوں سے اللہ تعالیٰ خود سوال فرماتے ہیں، دیکھیے قرآن مجید میں ہے!

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (الانعام ۶ : ۱۰۱)

"پیدا کرنے والا آسمانوں کا اور زمین کا کیونکر ہو واسطے اس کے اولاد اور نہ تھی واسطے اس کے جورو بیوی اور پیدا کیا ہر چیز کو اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے لیے ولد قرار دینے والوں سے خود اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں۔ کہ کتنے بے عقل لوگ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ولد بنا رہے ہو جبکہ اللہ کے لیے کوئی بیوی تو تم بھی نہیں تسلیم کرتے اور والدہ کے سوا ولد کیسے، ضروری ہے کہ اگر ولد ہے۔ تو اس کی والدہ بھی ہو اور والد بھی۔ اللہ کا ولد کہنے والوں سے یہ مطالبہ واضح کر رہا ہے کہ ولد کے لیے لازم ہے کہ اس کا والد اور والدہ ہو۔ عیسیٰ علیہ السلام سے بَرًّا بِوَالِدَتِیْ اور یَوْمَ وُلِدْتُّ کا اعلان کرا کر اللہ تعالیٰ واضح فرما رہے ہیں۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام ولد ہیں۔ اور مریم علیہا السلام ان کی والدہ ماجدہ ہیں۔ کیا ولد اور اس کی والدہ دونوں کا ذکر کرنے کے باوجود ولد کے والد سے انکار ہے۔ یا للعجب!

فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۝

۴۔ عیسیٰ علیہ السلام کا اگر باپ تھا تو ماں کے نام سے کیوں پکارا گیا ہے۔؟

برادر من! صحیح بخاری کی حدیث ہے۔

كمل من الرجال كثير و لم يكمل من النساء الا مريم بنت عمران و آسية امراة فرعون

مردوں میں بہت لوگ کامل ہوئے ہیں۔ اور عورتوں میں سے مریم بنت عمران آسیہ فرعون کی بیوی کے سوا ان کے برابر کی کوئی عورت کامل نہیں ہوئی۔ (جن دوسری برگزیدہ عورتوں کا ذکر دوسری احادیث میں کیا گیا ہے۔ وہ اس سے مستثنیٰ ہیں اگرچہ وہ ان دونوں سے کم ہوں اور ان دونوں میں مقابلۃً سیدہ مریمؑ زیادہ برگزیدہ ہیں۔) دیکھا آپ نے یہ وہی مریم بنت عمران ہیں جو والدہ مکرمہ ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی۔

قرآن مجید میں ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَ طَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (آل عمران ۳، ۴۲)

"تحقیق اللہ نے برگزیدہ کیا تجھ کو اور پاک کیا تجھ کو اور برگزیدہ کیا تجھ کو اوپر عورتوں عالموں کے۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اور خود اللہ تعالیٰ کے اپنے فرمان کے مطابق سیدہ مریم علیہا السلام کو وہ فضیلت حاصل ہے۔ جو دوسری عورتوں کو نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس برتری کی وجہ سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ ماجدہ کی کنیت سے مشہور و معروف ہوئے۔ اور اسی کنیت ہی سے اللہ تعالیٰ نے اُن کا بیان فرمایا۔

ویسے قرآن مجید پڑھنے میں بہت کم توجہ دینے کی عادت ڈال لی گئی ہے۔ اگر قرآن مجید جو اللہ کا کلام ہے پوری توجہ سے پڑھنے اور سمجھ کر پڑھنے کی عادت ڈال لی جائے تو اس طرح کے سوالات خود بخود حل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس لیے کہ قرآن مجید خود اپنی تفسیر کرتا چلا جاتا ہے۔ القرآن يفسره بعضه و بعض۔

دراصل یہ اور قسم کے دوسرے لایعنی سوال ملاؤں کی اہواء خواہشات کی پیداوار ہیں یا پھر تقلیداً اور رسماً نسلاً بعد نسلٍ یہ رواج پا گئے ہیں۔ اور تفاسیر میں جو اسرائیلیات بھری گئی ہیں۔ ان سے ان کو مزید تقویت مل گئی ہے۔ اگر قرآن مجید کی تعریفی اور تفسیری آیات نیز واقعات کو بیان کرنے کے خاص طریقوں پر نظر رکھی جائے تو ان پر پیدا ہونے والے سوالات کے دوسری

جگہوں پر خود ہی جوابات دے دیتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہماری توجہ اس طرف نہیں جاتی۔

آپ کو معلوم ہے کہ قرآن مجید سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ذکر سے بھرا پڑا ہے شاید ہی کوئی سورت ایسی ہوگی جس میں موسیٰ علیہ السلام کا واقع موجود نہ ہو۔ اور قرآن مجید میں بار بار موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا ذکر آیا ہے۔ اور والد مکرم کا کسی جگہ پر ذکر نہیں کیا گیا۔ ذرا توجہ دیں، ارشاد باری ہے اور نہ معلوم کہ مُلّاں کیوں اس سے انکاری ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

۱۔ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى (طٰہٰ ۲۰: ۳۸) (اے موسیٰ علیہ السلام)

"جس وقت کہ وحی ڈالی ہم نے طرف ماں تیری کے وہ چیز کہ وحی کی جاتی ہے"

۲۔ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ (طٰہٰ ۲۰، ۴۰)

"پس پھر لائے ہم تجھ کو طرف تیری ماں کے تاکہ ٹھنڈی ہوں آنکھیں اس کی اور نہ غم کھائے"

۳۔ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (القصص ۲۸: ۷)

"اور وحی کی ہم نے طرف ماں اس کی کی، یہ کہ دودھ پلاتی جا اس کو پس جب ڈرے تو اوپر اس کے پس ڈال دے اس کو بیچ دریا کے اور مت ڈر اور مت غم کھا تحقیق ہم پھیرنے والے ہیں اس کو طرف تیری اور کرنے والے ہیں ہم اس کو پیغمبروں سے"

۴۔ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ۚ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (القصص ۲۸: ۱۰)

"اور ہو گیا۔ دل ماں موسیٰؑ کی کا صبر سے خالی تحقیق نزدیک تھی کہ البتہ ظاہر کر دے اس کو اگر نہ باندھ رکھتے ہم اوپر دل اس کے کے تو کہ ہو ایمان والوں سے"

۵۔ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

"پس پھیر لائے ہم طرف ماں اس کی کے تاکہ ٹھنڈی رہیں آنکھیں اس کی اور نہ غم کھاوے اور تاکہ جانے کہ تحقیق وعدہ اللہ کا حق ہے۔ ولیکن اکثر ان کے نہیں جانتے۔"

برادرمن! دیکھا آپ نے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کتنی وضاحت سے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا ذکر فرما رہی ہیں۔ اور کتنی بار موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ ماجدہ کو مخاطب فرما رہے ہیں۔ بلکہ وحی کر رہے ہیں۔ جو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ممکن ہی نہیں۔ لیکن کسی جگہ پر بھی موسیٰ علیہ السلام کے والد بزرگوار کا ذکر نہیں فرمایا۔ کیا موسیٰ علیہ السلام کے والد بزرگوار کے عدم ذکر کی وجہ سے انکار کر دیا جائے گا۔ کہ چونکہ والد کا ذکر نہیں فرمایا لہذا موسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں اور وہ بے پدر پیدا ہوئے ہیں۔ ہرگز نہیں ماں باپ میں سے کسی ایک یا دونوں کے عدم ذکر سے وہ معدوم نہیں ہو جاتے۔ بلکہ بات وہی ہے۔ جو اوپر ذکر کی گئی ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کو والد بزرگوار پر فضیلت حاصل ہے۔ جیسے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر۔ اور سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کو اپنے خاوند پر سورہ اعراف میں سیدنا ہارون علیہ السلام جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بھائی ہیں۔ وہ مخاطب ہوتے ہیں۔ اپنے چھوٹے بھائی موسیٰ علیہ السلام سے فرماتے ہیں۔

قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَ كَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ (الاعراف ۷، ۱۵۰)

"کہا اے بیٹے ماں میری کے تحقیق اس قوم نے ناتواں سمجھا مجھ کو اور نزدیک تھے کہ مار ڈالیں مجھ کو،،

کیا موسیٰ علیہ السلام بغیر باپ تھے۔ یا کم از کم یہ کہ ہارون علیہ السلام کے باپ کے بیٹے نہیں تھے؟ یقیناً موسیٰ علیہ السلام کے باپ بھی تھے اور ہارون علیہ السلام کے باپ کے بیٹے بھی تھے۔ تو پھر اپنے بھائی کو ماں کی طرف کیوں منسوب کر رہے ہیں؟ جواب دیں؟ یقیناً اس کا جواب اس کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کو وہ فضیلت حاصل ہے۔ جو موسیٰ علیہ السلام کے والد مکرم کو نہیں۔

اگر موسیٰ علیہ السلام کے والد محترم کے عدم ذکر سے یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ سیدنا موسیٰؑ کا کوئی باپ نہ تھا۔ تو بالکل اسی طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے والد محترم کے عدم ذکر سے یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ ان کا والد محترم نہیں تھا۔

کبھی غور کیا آپ نے کہ اگر موسیٰ کے باپ یا سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے باپ کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔ تو دوسرے کتنے انبیاء علیہم السلام ہیں جن کی ماؤں کا ذکر قرآن مجید یا حدیث صحیح میں نہیں ہوگا۔ کیا جن انبیاء علیہم السلام کی ماؤں کا ذکر قرآن و حدیث میں نہیں ان کے عدم ذکر سے ان کی ماؤں کا انکار کر دیا جائے کہ وہ صرف باپوں سے پیدا ہوئے ہیں۔

دراصل بات وہی ہے کہ جو نظریہ کوئی قوم من حیث القوم مان لیتی ہے وہ اس نظریہ کو چھوڑنے کے لیے کبھی تیار نہیں ہوتی۔ خواہ اس نظریہ کا تعلق اس قوم کی مذہبی کتاب یا اس قوم کے تسلیم شدہ نبی کی تعلیم سے دور کا بھی نہ ہو۔ افسوس! میرے بٹ دوست، اس بات پر کہ قوم مسلم کی سوچ کو کون کھا گیا۔ کاش! کہ مجھ پر غصہ ہونے کے بجائے ذرا گردن جھکا کر اپنے سینہ ہی کو دیکھ لیتے ع سینہ تمام داغ داغ پنبہ کجا کجا نہی؟

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ؕ

۵۔ کیا مریم علیہا السلام کا نکاح ہوا تھا؟

۶۔ نکاح کس سے ہوا تھا؟

۷۔ نکاح کس نے پڑھایا تھا؟

۸۔ حق مہر کتنا تھا۔ اور گواہ کون کون تھے؟

برادر من! آپ کے سوال ۵، ۶، ۷، ۸ چار سوالوں کے جوابات کے لیے ایک تحریر الگ روانہ کر رہا ہوں۔ لہٰذا اس ساتھ تحریر کو ایک بار بغور پڑھ لیں۔ اس کتاب کے قارئین سے بھی گزارش ہے کہ "پہلے خط کا مختصر جواب" کے عنوان کی تحریر کو پڑھ لیں جو اس کتاب کے صفحہ ۳۷ پہ درج ہے۔ اور اس میں ان چار سوالوں کا جواب موجود ہے۔

دراصل یہ اور اس قسم کے دوسرے بہت سے سوالات جو خواہ مخواہ پیدا کر لیے گئے ہیں، یہ صرف بیکار بحث کو طول دینے اور بات سے بات نکالتے جانے کی عادت سے ہیں۔ مثل ہے کہ "ملا آں باشد کہ چپ نہ شود" ان سوالات کا کتاب و سنت اور علم و عقل سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

اگر آپ برا نہ مانے تو آپ سے یہ دریافت کیا جائے کہ آپ کی والدہ محترمہ کا نکاح

ہوا تھا؟ نکاح کس سے ہوا تھا؟ نکاح کس نے پڑھایا تھا؟ حق مہر کتنا تھا اور گواہ کون کون تھے؟ تو آپ کیا جواب دیں گے۔

جوتے یا گالیاں؟

جب آپ اپنی والدہ محترمہ کے ولد موجود ہیں تو آپ خود ان سب سوالوں کا زندہ و جاوید جواب ہیں۔ اور یہ بات بھی ایک حقیقت ہے کہ ایسے سوالات وہی کرے گا جو عقل کا اندھا اور فکر کا کورا ہوگا۔ فافہم یا سلیمی + تم تم یا حبیبی کم تنا م

۹۔ عیسائیوں کا سوال کہ "من ابوہ" کا جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا دیا؟

برادر من! گزشتہ سوالوں کی نسبت آپ کا یہ سوال آپ کو زیادہ وزنی معلوم ہوا اسی لیے آپ نے اس کے جواب پر زیادہ اصرار کیا ہے۔ لیکن آپ کے اس سوال کا ماخذ کیا ہے؟ آپ نے ذکر نہیں فرمایا۔

ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں تو یہ عیسائیوں کا سوال موجود نہیں۔ حدیث جو اسلام کا دوسرا ماخذ ہے۔ تو اس کا حوالہ آپ کو نقل کرنا چاہیے تھا جو آپ نے نہیں کیا تاکہ اس حدیث کا پورا مضمون مع سند دیکھ لینے کے بعد جواب دیا جاتا۔

بہر حال میری معلومات کے مطابق یہ نجران کے عیسائی مناظرین کی طرف سے اٹھایا گیا سوال ہے جس کا ذکر کتب تفاسیر میں کیا گیا ہے۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مناظرہ کے شوق میں بڑے طمطراق سے آئے اور دندان شکن جواب لے کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ جن کے دل اس حقیقت کو قبول کر گئے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی۔ لیکن ان کے قومی نظریات کی ہٹ دھرمی نے ان کو زبان کے اقرار سے باز رکھا اور ایسے گئے کہ دوبارہ آنے کی ہمت نہ ہوئی۔

غالباً آپ کا اس سوال سے مطلب یہ ہے کہ عیسائیوں کے اس سوال کا کہ "من ابوہ" واضح جواب یہ تھا کہ "فلاں عیسیٰ کا باپ ہے"۔ لیکن آپ نے یہ نہیں فرمایا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ فی الواقع عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہیں تھا؟

لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ "فلاں عیسیٰ علیہ السلام کا باپ ہے"۔ تو کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں" اگر آپ کے خیال میں "فلاں عیسیٰ کا باپ ہے" کے الفاظ سے ہی وضاحت ہوتی ہے۔ تو کیا "عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں" کے الفاظ سے وضاحت نہیں ہوتی؟

برادر من! دراصل بات یہ ہے کہ آپ کے اس انداز سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ایک سنی سنائی بات کر رہے ہیں کہ عیسائیوں نے "من ابوہ" کا سوال کیا تھا۔ بس۔ اگر آپ نے وہ روایت پڑھی یا دیکھی ہوتی تو آپ یقیناً یہ سوال ہی نہ کرتے کہ "من ابوہ" کا جواب آپؐ نے کیا دیا؟ کیونکہ جو جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ اس روایت کے اندر پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ اور پھر جن کو یہ جواب دیا گیا انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہمارے سوال "من ابوہ" کی کوئی وضاحت نہیں ہوئی یا یہ کہ ہمیں اس کا جواب صحیح نہیں ملا۔ دیکھیں سوال اٹھانے والے عیسائی مخالفین ہیں اور وہ جواب سن کر دم بخود ہو گئے ہیں۔ اور یوں بھاگے ہیں کہ کبھی دوبارہ آنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

حقیقت یہ ہے کہ ان سنی سنائی باتوں ہی نے مسلم قوم کو اس مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے کہ ایک بات کسی معتقد علیہ سے سن لی اور اپنے اعتقاد ہی کی وجہ سے اس کو دل میں پختہ کر لیا اور یہ زحمت کبھی گوارہ ہی نہ کی کہ اس سنی سنائی بات کی تحقیق بھی کریں کہ فی الواقع اس کا کوئی وجود بھی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا؟

پھر اس سنی گئی بات کو آگے پہنچاتے ہوئے اس میں ایسا رنگ بھرا کہ یہ بات صرف بات ہی نہ رہے بلکہ ایک "عجیب بات" ہو جائے اور پھر یہ سننے سنانے کا سلسلہ جوں جوں بڑھتا جائے وہ بات عجیب بات سے عجیب تر بات بن جائے جس کو محاورہ میں بات کا بتنگڑ کہتے ہیں یا "پَر سے کوّا اور کوّے سے ڈار" کے مفہوم سے ادا کرتے ہیں۔

برادر من! یہ سوال کہ "من ابوہ" کا جواب واضح نہیں دیا گیا یا یوں ہوتا تو واضح ہوتا۔ ایک قسم کا اعتراض ہے۔ اور پھر اعتراض بھی اس شخصیت پر ہے جس سے

"من ابوہ" کے الفاظ سے سوال کیا گیا اور جس شخصیت سے سوال کیا گیا وہ کوئی مفتی، پیر یا مولوی نہیں ہے۔ بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہے۔ اور آپ پر ایسا اعتراض کلمہ ناحق ہے۔ زیر درج آیت پر غور کرو۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ۝ (الاحزاب ۳۳: ۳۶)

"اور نہیں ہے لائق واسطے کسی مرد مسلمان کے اور نہ عورت مسلمان کے جس وقت فیصلہ کرے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی کام (بات) کا یہ کہ ہو واسطے ان کے اختیار اپنے کام (بات) سے اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ اور اس کے رسول کی پس تحقیق وہ گمراہ ہوا گمراہ ہونا ظاہر"

اب اس روایت کے الفاظ پڑھیں نہیں بلکہ غور و فکر کریں اور سمجھیں یقیناً بات آپ پر روشن ہو جائے گی۔ آپ نے جس فراست کے ساتھ انکو دندان شکن جواب دیا ہے یہ اس محسن انسانیت کے سوا کسی دوسرے سے ممکن نہیں تھا۔ الفاظ روایت پڑھتے جائیں ترجمہ کرتے جائیں اور مفہوم و مطلب بھاتے جائیں تاکہ اللہ والوں کا بھلا ہو جائے۔

قال ان النصارٰی اتوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخاصموہ فی عیسی ابن مریم وقالوا لہ من ابوہ وقالوا علی اللہ الکذب والبھتان لا الہ الا ھو لم یتخذ صاحبۃ ولا ولد

"حضرت ربیع نے بیان کیا کہ قوم نصاریٰ کے کچھ لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں بحث و تکرار کرنے لگے اور کہا کہ عیسیٰ ابن مریم کا باپ کون ہے؟ انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور بہتان باندھا نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی اس کے نہ کوئی بیوی ہے۔ اور نہ اولاد"

برادر من! روایت کا جتنا حصہ اوپر درج کیا گیا ہے اس پر غور فرمائیں گے تو آپ کو اور غور و فکر کرنے والے کو معلوم ہو جائے گا کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے والے یہ بخران کے عیسائی اس غرض

کے لیے حاضر نہ ہوئے تھے کہ "من ابوہ" کا سوال کر کے عیسیٰ علیہ السلام کے باپ کا معلوم کریں کہ وہ کون شخص تھا اور اس کے جواب میں اگر آپؐ ارشاد فرمادیں کہ وہ فلاں شخص تھا تو وہ مطمئن ہو کر واپس ہو جائیں گے۔

بلکہ روایت کے الفاظ واضح کر رہے ہیں کہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے والے نصاریٰ عام لوگ نہیں بلکہ نصاریٰ کے علماء کا گروہ ہے جو اپنے قومی عقیدہ کی اشاعت و تبلیغ کرنا چاہتا ہے۔

روایت کے الفاظ خاصموہ فی عیسیٰ بن مریمؑ صاف بتا رہے ہیں کہ آنے والے عیسائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث و تکرار کرنا چاہتے ہیں۔ جھگڑا کر کے اپنا عقیدہ منوانا چاہتے ہیں اور مسلمانوں میں انتشار پیدا کر کے اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔

پھر روایت میں اس بحث و تکرار کا موضوع بھی متعین کر دیا گیا ہے۔ قالوا علی اللہ الکذب البھتان کہ وہ اپنی چرب زبانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور بہتان تراش تراش کر ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ بیوی اور اولاد سے پاک ہے۔

یہاں ایک بات اور بھی یاد رکھ لیں کہ دنیا میں جس جس قوم نے اپنے کسی بزرگ، اوتار یا نبی کو اللہ یا اللہ کا حصہ یا اللہ کا بیٹا قرار دیا ہے۔ اس لیے نہیں کہ ان کے قومی عقیدہ میں اس بزرگ، اوتار یا نبی کا کوئی باپ تسلیم کیا گیا تھا بلکہ پیار محبت میں تراشیدہ عقیدوں وہمی مفروضوں اور تقلیدی مجبوریوں کی بنا پر ایسا ہوا کہ سابق یہ کہتے چلے آئے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے کہ:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ (التوبۃ ۹:۳۰)

"اور کہا یہود نے عزیر بیٹا اللہ کا ہے۔ اور کہا نصاریٰ نے مسیح بیٹا اللہ کا ہے یہ ہے بات ان کی ساتھ مونہوں اپنے کے مشابہ ہوتے ہیں بات سے ان لوگوں کے جو کافر ہوئے

پہلے ان سے۔ مارے ان کو اللہ، کہاں پلٹائے جاتے ہیں۔"

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ط (المائدہ ۵:۱۸)

"اور کہا یہود نے اور نصاریٰ نے ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے پیارے ہیں۔"

ظاہر ہے کہ یہود نامسعود نے سیدنا عزیر علیہ السلام کو اس لیے اللہ کا بیٹا نہیں کہا تھا کہ عزیز علیہ السلام بن باپ پیدا ہوئے تھے۔ اور نہ ہی یہود و نصاریٰ کے علماء کا یہ عقیدہ تھا کہ ہم اس لیے اللہ کے بیٹے ہیں کہ ہم سب کا کوئی باپ نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود قرآن مجید کتنی وضاحت سے فرما رہا ہے کہ یہود نے عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا۔ اور یہود و نصاریٰ کے علماء نے بھی اپنے آپ کو اللہ کا بیٹا کہنے میں کوئی جھجک محسوس نہ کی۔

اب آپ غور کریں کہ اگر ان نجران کے عیسائیوں کو یہ جواب دے بھی دیا جاتا کہ عیسیٰؑ کے فلاں باپ ہیں تو وہ اس بات کو قبول کر لیتے؟ ہرگز نہیں بلکہ اس سے ایک نئی بحث شروع ہو جاتی ہے۔ جو کبھی ختم نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ یہ بات ہر قوم میں پائی جاتی ہے کہ جو قوم کوئی نظریہ اپنا لیتی ہے وہ نظریہ کتنا ہی غلط ہو خود ان کی اپنی مذہبی تعلیم کے بھی خلاف ہو دور از قیاس بھی ہو وہ کبھی اس کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتی۔ بلکہ اپنی قومی حیثیت کو قائم رکھنے کے لیے سختی سے اس پر قائم رہتی ہے۔ اور قوم کے علماء اسکو صحیح ثابت کرنے کے لیے طرح طرح کے دلائل گھڑتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ تین کو ایک اور ایک کو تین کر دکھانا ان کے لیے معمولی کام ہو جاتا ہے۔ مزید یہ کہ اگر کوئی صورت بن نہ آئے تو دوسری قوم کے عقائد سے الزامی جوابات تلاش کیے جاتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔

برادرمن! آپ غور کریں کہ نجرانی عیسائیوں کی یہ جماعت اللہ کے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بحث و تکرار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ذات پر افترا اور بہتان لگاتے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ ثابت کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے تحمل اور بردباری سے ان کی اس بے جا جسارت کو برداشت فرماتے ہوئے۔ اس انداز سے جواباً تقریر فرماتے ہیں کہ جس بات کو نصاریٰ اپنی قومی اپج میں کبھی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ باتوں ہی باتوں میں اس طرح اقرار کر بیٹھتے

ہیں کہ انجام کار وہ اس مجلس سے منہ چھپا کر نکلنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔
اور یہ کمال ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی فراست اور علم و بردباری کا جس کی مثال ممکن ہی نہیں۔ اللھم صل وسلم دائما ابدا ابدا

اب آپ دیکھیں کہ ختم رسل محبوب کل محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اللہ کے حکم وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ پر عمل فرماتے ہوئے نجران کے عیسائی علماء کی اس بحث و تکرار کا جواب ارشاد فرماتے ہیں، فرمایا:

یقال لھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نجرانی عیسائیوں سے استفساراً ارشاد فرمایا: الستم تعلمون انہ لا یکون ولد الا وھو یشبہ اباہ: کیا تم یہ جانتے نہیں ہو کہ بیٹا ہمیشہ اپنی شکل و صورت میں اپنے باپ سے مشابہت رکھتا ہے۔ مطلب صاف ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بچشم عقل دیکھو کہ وہ اپنی شکل و صورت میں انسان سے ملتے تھے یا اللہ سے جب کہ اللہ تعالیٰ شکل و صورت سے پاک ہے اور عیسائی بھی اس نظریہ کو تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شکل و صورت سے پاک ہے۔ اور مسلمانوں کو بھی یہی تعلیم دی گئی ہے کہ:

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (الآیۃ) اس کی مثل کوئی نہیں ہے

قالوا بلی عیسائی علماء کتنی صفائی سے اقرار کرتے تھے کہ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی جنس ہونے کی وجہ سے اس سے پوری پوری مشابہت رکھتا ہے۔

قال: پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

الستم تعلمون ان ربنا حی لا یموت وان عیسیٰ یاتی علیہ الفناء: کیا تم جانتے نہیں ہو کہ ہمارا رب ہمیشہ زندہ ہے جس کو کبھی موت نہیں آئے گی اور عیسیٰ علیہ السلام پر یقیناً موت آنے والی ہے۔

سبحان اللہ کتنے پیارے الفاظ ہیں "ان ربنا حی لا یموت وان عیسیٰ یاتی علیہ الفنا" کس انداز میں حقیقت کا اعتراف کرایا جا رہا ہے۔

قالوا بلیٰ : بے ساختہ ان کی زبان پر حق جاری ہو جاتا ہے اور اقرار اً کہتے ہیں "بلی" کہ بالکل صحیح ہے کہ ہمارا رب ہمیشہ زندہ ہے جو کبھی نہیں مرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام پر فی الواقع موت آنے والی ہے۔

قال : حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک لب حرکت کرتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

الستم تعلمون ان اللّٰہ عز وجل لا یخفیٰ علیہ شیٔ فی الارض ولا فی السماء۔ کیا تم جانتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ صاحب عز وجلال پر آسمان و زمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

قالوا بلیٰ : عیسائی حاضرین کس صفائی سے تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر آسمان و زمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے "بلیٰ"۔

قال : محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

فھل یعلم عیسی (علیہ السلام) من ذلک شیئاً الا ما علم؟ : کیا عیسیٰ علیہ السلام بھی اس میں سے کچھ جانتے تھے سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو سکھایا اور بتایا گیا۔

قالوا لا : عیسائی گروہ کی طرف سے والہانہ انداز میں جواب آتا ہے کہ "لا" نہیں فی الحقیقت عیسیٰ علیہ السلام کچھ نہیں جانتے تھے سوائے اس کے جو ان کو علم دیا گیا۔

قال : ہادی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

فان ربنا صور عیسیٰ فی الرحم کیف شاء :

کیا اس میں کوئی شک ہے کہ ہمارے رب ذوالجلال نے عیسیٰ علیہ السلام کی صورت ان کی ماں کے رحم میں جیسے چاہی بنا دی کس پیارے انداز تخاطب سے "ربنا" کا لفظ زبان مبارک سے نکال کر عیسائی حاضرین کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا کیونکہ اب ہم سب

کا ایک ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔ اب عیسائی گروہ انگشت بدنداں ہی تھا کہ،

قال : رؤف رحیم رسول رب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

الستم تعلمون ان ربنا لا یاکل الطعام ولا یشرب الشراب ولا یحدث الحدث ؟

اے گروہ نصاریٰ کیا تم جانتے نہیں ہو کہ ہمارا رب نہ کھانا کھاتا ہے اور نہ کوئی پینے کی چیز پیتا ہے۔ اور نہ ہی کبھی اس کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آتی ہے سبحان اللہ کیا انداز تفہیم ہے کہ :

قالوا بلیٰ : عیسائیوں کی طرف سے اس حقیقت کا اعتراف بھی سن لیجیے کہ بیک زبان پکار اُٹھتے ہیں "بلیٰ" ہاں یہ بات بھی حق ہے کہ ہمارا رب نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور نہ ہی اسکو کبھی قضائے حاجت کی ضرورت ہے۔

قال : الامین والصادق نبی رحمت پھر ارشاد فرماتے ہیں۔

الستم تعلمون ان عیسیٰ حملته امرأته کما تحمل المرأة ثم وضعته کما تضع المرأة لولدها ثم غذی کما یغذی الصبی ثم کان یطعم الطعام و یشرب الشراب ویحدث الحدث ؟

کیا تم جانتے نہیں ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو ایسے ہی عیسیٰ علیہ السلام کا جائز حمل ہوا جیسا کہ دوسری عورتوں کو جائز حمل ہوا کرتا ہے۔ پھر ایسے ہی عیسیٰ علیہ السلام ماں کے پیٹ سے وضع ہوئے جیسے دوسری ماؤں کے پیٹ سے بچے وضع ہوتے ہیں پھر ایسے ہی عیسیٰ علیہ السلام نے غذا کھائی جیسے دوسرے بچے غذا کھاتے ہیں۔ پھر کھانے کی اشیاء حلال وطیب کھاتے رہے ہیں۔ پینے کی چیز حلال وطیب چیزیں پیتے رہے اور قضائے حاجت بھی ہوتی رہی ہے۔

قالوا بلیٰ : عیسائی مناظرین اس پر بھی پکار اُٹھے "بلیٰ" ہاں یہ بات بھی درست ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ایسے ہی ماں کے پیٹ میں رہے جیسے دوسرے بچے

اپنی اپنی ماؤں کے پیٹ میں رہتے ہیں۔ پھر اس طرح سے ماں کے پیٹ سے وضع ہوئے جیسے دوسرے بچے وضع ہوتے ہیں۔ پھر ایسے ہی ماں کی چھاتی سے دودھ پیا جیسے دوسرے بچے دودھ پیتے ہیں۔ پھر بڑے ہو کر حلال وطیب کھانے کی چیزیں کھاتے رہے۔ پینے کی چیزیں پیتے رہے اور قضائے حاجت بھی کرتے رہے۔

قال ۔ نبی مکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم پھر ان سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں ۔

فکیف یکون ھذا کما زعمتم ؟

پھر تم ہی بتاؤ کہ عیسیٰ علیہ السلام ایسے کیسے ہو سکتے ہیں جیسے تم گمان کرتے ہو۔ یعنی اللہ کا بیٹا یا اللہ ۔ ذرا غور وفکر کرو اور گریبان میں منہ ڈالو ۔

اللہ کا بیٹا : اس لیے نہیں کہ ہر بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے اللہ مشابہت سے پاک ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام آدم کی مثل آدم زادہ انسان ہے مشابہت تام رکھتے ہوئے ایک انسان ہے ۔ اور انسان ، انسان ہی کا بیٹا اور اس کا مثیل ہو سکتا ہے ۔

اللہ : اس لیے نہیں کہ اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور عیسیٰؑ نہ ہمیشہ سے تھے اور نہ رہیں گے۔ اللہ کبھی نہ مرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام کو لازمی موت آئے گی اللہ تعالیٰ سے آسمان اور زمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں اور یہ مثیل آدم آدم زادہ اللہ کا نبی ہو کر بھی اتنا ہی جانتے تھے۔ جتنا کہ اللہ نے سکھایا پڑھایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کسی ماں کے پیٹ میں نہیں رہا عیسیٰ علیہ السلام ماں کے پیٹ میں رہے۔ اور اللہ نے ان کی احسن تقویم انسان کی شکل میں پیدا کیا۔ اسی لیے تاکہ وہ انسانی نسل میں ایک انسان کے ولد تھے ۔

اللہ کھانے پینے سے پاک ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کھاتے پیتے رہے۔ ماں کے بطن سے ایسے ہی پیدا ہوئے جیسے دوسرے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ ایسے ہی غذا کھائی جیسے دوسرے بچے غذا کھاتے ہیں۔ اللہ قضائے حاجت کا بھی محتاج نہیں۔ عیسیٰؑ دوسرے انسانوں کی طرح قضائے حاجت کرتے رہے پھر تم ہی بتاؤ کہ وہ ایک انسان ہو کر انسان کے بیٹے تھے یا اللہ ہو کر اللہ کے بیٹے ۔ ہاں ہاں جواب دو خاموش کیوں ہو ؟

قال : حضور خاتم النبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

نعرفوا : عیسائی مناظرین عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت اچھی طرح پہچان گئے۔ اور اپنے باطل عقائد و نظریات کی حقیقت سمجھ گئے۔

ثم ابوا الا جحودا : پھر اپنی قومی شکست کو تسلیم کرنے سے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر پھر گئے (ستیاناس اس تعصب کا کہ حقیقت کا وہ کیسا دشمن ہے!)۔

فانزل اللہ عزوجل ۔ الٓمٓ ۔ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران کو نازل فرما کر جو الم ۔ اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم سے شروع ہوئی ہے ان سب مضامین کی تصدیق فرمادی جو اللہ کے حبیب دلوں کے طبیب محبوب کل ختم رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائی علماء کے باطل نظریات کے ابطال میں بیان فرمائے تھے۔ اللھم صل وسلم دائما ابداً ابداً۔

برادر من! اب آپ ہی اپنے سوال "عیسائیوں کا سوال کہ "من ابوہ" کا جواب آپ نے کیا دیا" کا جواب تلاش کریں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کیا جواب دیا؟ اور کیا اس سے زیادہ کوئی مسکت اور دندان شکن جواب ہو سکتا ہے؟

اگر اب بھی سمجھ میں نہ آئے تو بندہ دعا ہی کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھ کی توفیق دے۔ اب اس سے زیادہ لکھنے کی یہاں گنجائش نہیں آپ ایک بار زیر نظر روایت کو پھر دیکھ لیں:

حدثنی المثنی قال اسحٰق قال ثنا ابن ابی جعفر عن ابیہ عن الربیع فی قولہ الم ۔ اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم ۔ قال ان النصاریٰ اتو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخاصموہ فی عیسی ابن مریم وقالوا لہ من ابوہ ۔ وقالوا علی اللہ الکذب والبھتان لا الہ الا ھو لم یتخذ صاحبۃ ولا ولدا ۔ فقال لھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ الستم تعلمون انہ لا یکون ولد الا وھو یشبہ اباہ ۔ قالوا بلیٰ ۔ قال الستم تعلمون ان ربنا حی لا یموت وان عیسیٰ یاتی علیہ الفناء ۔ قالوا بلیٰ ۔ قال الستم تعلمون ان اللہ عزوجل لا یخفی علیہ شیء فی الارض ولا فی السماء ۔ قالوا بلیٰ ۔ قال فھل

يعلم عيسىٰ من ذلك شيئًا الا ما علم ۔ قالوا لا ۔ قال ۔ فان ربنا صور عيسىٰ في الرحم كيف شاء ۔ قال ۔ الستم تعلمون ان ربنا لا ياكل الطعام ولا يشرب الشراب ولا يحدث الحدث ۔ قالوا بلىٰ ۔ قال الستم تعلمون ان عيسىٰ حملته امرأة كما تحمل المرأة ثم وضعته كما تضع المرأة لولدها ثم غذي كما يغذي الصبي ثم كان يطعم الطعام ويشرب الشراب ويحدث الحدث ۔ قالوا بلىٰ ۔ قال فكيف يكون هذا كما زعمتم ۔ قال فعرفوا ثم ابوا الا جحودًا ۔ فانزل الله عزوجل ۔ الم ۔ الله لا اله الا هو الحي القيوم ۔ (ابن جرير ۔ الجزء الثالث ص ۱۰۰، ۱۰۱)

۱۰۔ جب امت مسلمہ کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہیں تھا تو حافظ عنایت اللہ اثری صاحب کو اس کے خلاف تحریر کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟

برادرمن! ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم الخ اسلام کا بہترین زمانہ وہ تھا جس میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے، پھر اس سے ملحق اور پھر اس سے ملحق۔

یہ بات بالکل تسلیم ہے بلکہ ایمان کا جزو ہے کہ آپ کا زمانہ بہترین زمانہ تھا اور پھر خلفائے راشدین کا زمانہ ایک مثالی زمانہ تھا۔ اور زمانہ اس لیے بہتر تھا کہ اس زمانہ میں لوگ بہتر تھے۔ اور لوگوں ہی کو امت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ امت مسلمہ کا متفق علیہ مسئلہ وہی ہو سکتا ہے جس کی وضاحت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اور آپ کے بعد صحابہ اکرام نے علی ہذا القیاس۔

اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل تھے اور زیر نظر مسئلہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے موجود تھا۔ اب اگر اس مسئلہ کے متعلق آپ کا کوئی واضح ارشاد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے تو فی الواقعہ یہ مسئلہ امت مسلمہ کا متفق علیہ مسئلہ ہے۔ اور اس کا خلاف کرنے

والا مستوجب سزا ہے۔

اب بات مزید واضح ہو گئی کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث آپ بتا دیں حافظ صاحب کی ان تحریرات کو دریا برد کر دیا جائے گا اور یہ کام پوشیدہ اور خفیہ طریقے سے نہیں بلکہ اعلاناً کیا جائے گا۔ اور جب ایک بات قرآن مجید میں نہ ہو، حدیث میں نہ مل سکے اور خواہ مخواہ یہ شور مچایا جائے کہ یہ مسئلہ امت مسلمہ کا متفق علیہ مسئلہ ہے تو اس کا علاج ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ ایک مرض ہے جو لاعلاج ہے۔

برادر من! دیکھیے عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے بعد پوری امت نصاریٰ متفق ہو گئی کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ لیکن اسلام نے ان سے اس متفقہ مسئلہ پر دلیل طلب کی کہاں عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ کا بیٹا ہوں؟ عیسائی قوم اس سنی سنائی بات پر شور مچاتی رہی۔ کیا ان کے اس متفق علیہ مسئلہ کو اسلام نے قبول کر لیا؟ یقیناً نہیں بلکہ آج تک ان سے یہ مطالبہ جاری ہے کہ کہاں عیسیٰ نے فرمایا کہ میں اللہ کا بیٹا ہوں؟ اور کہاں اللہ نے فرمایا؟

بالکل اسی طرح یہود عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے۔ اور کہتے ہیں اور پوری قوم یہود کا متفق علیہ مسئلہ ہے لیکن اسلام نے نہ صرف یہ کہ اس مسئلہ کو قبول نہیں کیا بلکہ ان کو واضح کر دیا کہ یہ کلمہ کفر ہے اس سے باز آ جاؤ ورنہ لعنتی ہو جاؤ گے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے قوم عرب میں بیسوں ایسے نظریات موجود تھے جن پر من حیث القوم پوری قوم متفق تھی۔ لیکن اسلام نے سب سے پہلے ان سے دلیل طلب کی اور جب کوئی دلیل نہ دے سکے تو ان کے اس اتفاق کی پروا نہ کرتے ہوئے ان کی اہوا و خواہشات کو نہ صرف قبول کرنے سے انکار کیا بلکہ دلائل سے ان کا سر توڑ کر ثابت کر دیا کہ تمہارے یہ نظریات غلط ہیں ان سے باز آ جاؤ زیادہ نہیں تو سورہ مائدہ اور الانعام کو بغور پڑھیں آپ پر بات بالکل واضح ہو جائے گی۔

یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں۔ یوسفؑ اور عزیز مصر کی بیوی کا قصہ قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ قرآن مجید کی جتنی عربی، فارسی اور اردو تفاسیر ہیں ان سب

میں یوسف علیہ السلام کا عزیز مصر کی وفات کے بعد اس کی بیوی سے نکاح کا تفصیل ذکر موجود ہے۔ در منثور۔ ابن جریر۔ روح البیان ابن کثیر اور علاوہ ازیں دوسری تمام معروف تفاسیر میں نکاح کے متعلق بسند روایات درج کی گئی ہیں۔ اور پھر صرف نکاح ہی نہیں ان سے اولاد کے ناموں کا ذکر کر کے اگے اولاد دراولاد کے حالات کو بیان کیا گیا ہے۔ لیکن سب سے پہلے مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے دبی زبان سے اس کا انکار کیا اور مولانا مودودی صاحب نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور فی زمانتنا علماء دیو بند اور علماء اہلحدیث دونوں مکاتب فکر نے کھل کر اس نکاح کی مخالفت کی اور کر رہے ہیں اگر اس امت مسلمہ کے نظریات کی مخالفت ظلم وکفر ہے تو مولانا محمود الحسن صاحب اور ان کے بعد آنے والوں کا کیا بنے گا۔ اور اگر یہ خلف اپنے اس نظریہ میں درست وصحیح ہیں تو اسلاف کے متعلق کیا رائے ہو گی۔ (ایسے بیسیوں مسائل ہیں لیکن یہاں صرف آپ کو اشارہ کرنا مطلوب ہے) ثم ارجع البصر۔

برادر من! سیدہ مریم رضی اللہ عنہا اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ قرآن نے بیان فرمایا اور قرآن کے بعد جس طرح احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح وتوضیح فرمائی وہ قبول نہ کرنے والا کافر ومرتد بلکہ بد سے بدتر ہے۔

لیکن جو کچھ قرآن نے اور قرآن کے بعد آقائے نامدار نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد نہیں فرمایا اس کو قرآن وحدیث کہنا یا قرآن وحدیث کی روشنی قرار دینا یا قرآن کی سلفی تفسیر بتا کر تسلیم کرانا کہاں کی دیانت وامانت ہے۔ بطور نمونہ صرف ایک حصہ کی تفسیر دیکھیں، قرآن مجید میں ہے:

فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝

(مریم ۱۷، ۱۹)

"پس بھیجا ہم نے طرف اس کی روح اپنی کو پس صورت پکڑی واسطے اس کے آدمی تندرست کی۔ کہنے لگی تحقیق میں پناہ پکڑتی ہوں ساتھ رحمٰن کے تجھ سے اگر ہے

تو پرہیزگار۔ کہنے لگا کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں بھیجا ہوا ہوں پروردگار تیرے کا تو کہ بخش جاؤں تجھ کو لڑکا پاکیزہ"۔ اور دوسری جگہ ہے :

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ (آل عمران ۳ : ۴۵)

"جس وقت کہا فرشتوں نے اے مریم تحقیق اللہ بشارت دیتا ہے تجھ کو ساتھ ایک بات کے اپنی طرف سے نام اس کا ہے مسیح عیسیٰ بیٹا مریم کا"

آپ کو معلوم ہوگا سورہ مریم مکی سورت ہے اور سورہ آل عمران مدنی اور مکی سورۃ کا مضمون پہلے ہے اور مدنی سورۃ کا مضمون بعد کا۔ پہلے مضمون میں جس بات کو "فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ہ" سے بیان کیا گیا تھا دوسرے اور بعد کے مضمون میں اسے صرف "قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ" کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے پہلے مضمون میں جس مطلب کو "اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا" سے سمجھایا گیا تھا دوسرے اور بعد کے مضمون میں اسے "اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ" کے الفاظ سے ادا کیا ہے۔

کتنی صفائی سے وضاحت کی گئی ہے کہ سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کے پاس رؤیا میں یا حالت استغراق میں آنے والے فرشتوں کی ایک جماعت تھے جس کے قائد روح القدس ہوں گے۔ اپنے قائد کی زبان سے یا بیک زبان ہو کر سیدہ مریم کو بیٹا نہیں بلکہ بیٹے کی خوشخبری سنائی تھی۔ اور یہ ایسی ہی خوشخبری تھی جو زکریا علیہ السلام کو سنائی گئی۔ ابراہیم علیہ السلام کو پہنچائی گئی اور اپنے اپنے وقت پر سارہؑ اور ہاجرہؓ کو سنائی گئی جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

اب سینہ پر پتھر رکھیں اور تفسیر کی کتاب اٹھائیں سورہ مریم کی آیت ۱۹ نکال لیں اور "فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا" کی تفسیر دیکھیں۔ اور اوپر والی قرآنی تشریح و تفسیر ذہن میں رکھیں :

"جبریل علیہ السلام نے مریمؑ کو اس طرح حمل ٹھہرایا، جس طرح شوہر اپنی بیوی کو جماع سے حمل ٹھہراتا ہے یا جیسے فرزند کی امید پر اس کے ماں باپ جماع کرتے ہیں"

ایک اور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

"جس طرح مرد اور عورت دونوں کی منی سے بچہ پیدا ہوتا ہے اسی طرح جبریلؑ کی رطوبت سے اور مریمؑ کی رطوبت سے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔"

ایک اور نمونہ

"اللہ پاک کی شروع سے سنت جاری چلی آرہی ہے کہ زوجین یا کہ طرفین کے ملاپ کے بغیر فرزند پیدا نہیں ہوتا اور یہ آیت کریمہ بھی اس کی موید ہے کہ جب تک جبریل علیہ السلام نے متمثل ہو کر وہ کام نہیں کیا جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام ہرگز پیدا نہیں ہوئے۔" (ان تینوں عبارتوں کے تفسیری حوالے موجود ہیں انہی الفاظ میں)۔

"فکان نصفہ بشرًا و نصف الآخر روحا مطھرا ملکا لان جبریل وھبہ لمریم"۔ (فتوحات مکیہ ص ۵۰۵)

"دنیا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آدھے بشر اور آدھے روح تھے۔ کیونکہ حضرت مریم تو بشر تھیں اور حضرت جبریل روح فارسلنا الیھا روحنا ہم نے حضرت مریم کے پاس اپنی روح یعنی جبریل کو بھیجا اور آپ کی پیدائش حضرت جبریل کی پھونک سے ہوئی اس لیے دونوں امور آپ میں موجود ہیں"۔ (جاء الحق ص ۹۰) اس کی مزید وضاحت اس کتاب کے عنوان "غرض و غایت" میں ملاحظہ فرمائیں۔

برادرمن! خدارا ذرا غور کریں کہ ایک مسلمان ایسے نظریات کو قرآنی آیات کی تفسیر تسلیم کر سکتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے فرشتے اور پھر فرشتوں سے بھی برگزیدہ رسول روح القدسؑ کی تائید اسی طرح حاصل ہوتی ہے؟ الامان والحفیظ لیکن یہ سارا کچھ کیوں برداشت کیا گیا اور کیوں اس کی مخالفت میں کوئی سر نہ اٹھا سکا؟ صرف اور صرف اس لیے کہ یہ تفسیر سلف کے نام سے مشہور و معروف اور نسلاً بعد نسلٍ بیان کی جا رہی ہے۔ جس کا نہ قرآن مجید سے کوئی تعلق ہے اور نہ ہی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ یہ ظلم صرف اللہ کی نیک بندی سیدہ مریمؑ کے ساتھ روا رکھا گیا اور اگر کسی نے کبھی اس ظلم کے خلاف آواز اٹھائی تو اس پر عقل پرست، پاگل، مجنون، فاتر العقل،

دہریہ اور کفر کے فتوے صادر کیے گئے۔

آنکھیں کھولیں؟ چپ کیوں ہو گئے ہیں؟ اپنی عقل کو حاضر کریں۔ کتاب و سنت کا مطالعہ کتاب و سنت کو سامنے رکھ کر کریں اور سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کے واقعہ کو جو بھیانک شکل دی گئی ہے اس کا تجزیہ کریں اور دیکھیں کہ وہ سنت الٰہی جو اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کی بقا اور تخلیق کے لیے جاری فرمائی ہے اور قرآن مجید میں اس کا بار بار ذکر کیا ہے۔ اس سے ہٹ کر انسان کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے۔ پھر سوچیں کہ آدم علیہ السلام سے لے کر رہتی دنیا تک صرف عیسیٰ علیہ السلام ہی ایک انسان ہیں کہ ان سے اور ان کی والدہ ماجدہ سے یہ سلوک روا رکھا گیا۔ عام تاثر یہ دیا گیا کہ یہ ایک معجزہ ہے اور پھر معجزہ کی آڑ میں فرشتوں کے سردار حضرت جبریل علیہ السلام کو فرشتوں کی صف سے نکال کر انسانوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔ اور ان سے عیسیٰؑ تولد کرا کر ساری بحث و تکرار کا نتیجہ یہ نکالا کہ یہ امت مسلمہ کا متفقہ فیصلہ ہے اور اس کا انکار صریح کفر ہے

یہ اور اس جیسی تحریرات کو پڑھنے والا کیا سوچے گا، یہی ناکہ یہ سب کچھ محض اس لیے جائز رکھا گیا کہ قرآن مجید کی واضح تشریح موجود ہے کہ ولد کے لیے ضروری ہے کہ اس کا والد اور والدہ دونوں ہوں۔ جب ولد موجود ہے اور والدہ بھی اور والد سے انکار ممکن نہیں تو اب ایک راہ نکالی گئی کہ جبریلؑ کو والد بنا لیا اور اس کے فرشتہ ہونے کی وجہ سے مسیحؑ بغیر باپ کے بھی تسلیم کر لیے گئے۔

جو چاہے ہیں سو آپ کرے ہیں ہم کو عبث بدنام کیا

حضرت العلام نے جب کتب تفاسیر، تواریخ، ادب اور تصوف کو دیکھا کہ مسیحؑ جو اللہ کے ایک نبی تھے ان کے ساتھ کیا کچھ خرافات کو روا رکھا گیا تو وہ چیخ اٹھے کہ وہ اللہ کے نبی تھے جیسے دوسرے انبیا علیہم السلام تھے اور نسل انسانی سے ان کا ایسا ہی تعلق تھا جیسا کہ دوسرے انبیا علیہم السلام کا وہ قرآن مجید کی زبان میں اس طرح ذریت ابراہیم میں شمار کیے گئے ہیں جیسے ابراہیمؑ سے بعد میں آنے والے تمام انبیاء و رسل۔ تو انہوں نے قرآن و سنت کا مطالعہ قرآن و سنت ہی میں رہ کر کرنے کی آواز بلند کر دی۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

☆

عیونِ زمزم

فی

میلاد عیسیٰ ابن مریمؑ

اس میں مسیح موعود عیسیٰ بن مریم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی پیدائش پر پوری پوری بحث ہے

مصنف

حضرت العلام حافظ عنایت اللہ اثری وزیرآبادیؒ

قارئین حضرات! آگے بڑھنے سے پہلے ذرا رُک جائیں

غور فرمالیں

کہ اللہ تعالیٰ کیا ارشاد فرماتے ہیں:

بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اَنّٰی یَکُوۡنُ لَہٗ وَلَدٌ وَّلَمۡ تَکُنۡ لَّہٗ صَاحِبَۃٌ ؕ وَخَلَقَ کُلَّ شَیۡءٍ ۚ وَّہُوَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ○

(سورۃ الانعام ۶ : ۱۰۱)

وہ تو زمین و آسمان کا موجد ہے اس کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے؟ جب کہ اس کی کوئی شریک زندگی (بیوی) نہیں، اُس نے سب چیزوں کو پیدا کیا ہے اور وہ سب کا علم رکھتا ہے

ایفائے عہد اثریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر "آیات للسائلین" میں میں نے ولادت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت کوئی تفصیل نہیں دی پھر تیس سال بعد گذشتہ سال دوبارہ شائع ہوئی تو اس میں کئی جگہ شاندار اضافہ بھی ہوا اور کہیں جگہ سابق اجمال کی تفصیل بھی کی اور اس پر وارد اعتراضوں کا جواب بھی دیا۔ مگر موضوع کی ولادت کی پھر بھی تفصیل نہیں دی کہ اس کی بہت بڑی وسیع تفصیل کی ضرورت ہے جس کی تفسیر متحمل نہیں ہاں ایک مقام پر یوں وعدہ کیا ہے کہ اللہ پاک نے زندگی اور توفیق فرمائی تو اسے جداگانہ بیان کروں گا۔ زندگی کا بھروسہ نہیں اور حالت بھی ٹھیک نہیں کہ کہیں بلا نہ لیا جائے۔ اس لئے پہلے شق القمر کی بابت اپنی تحقیق تفصیل سے لکھی۔ اب اس پر قلم اٹھایا ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ اسے پورا کرا دے۔ (آمین)

مریم رضی اللہ عنہا: ان عورتوں میں سے ایک عورت ہے جو کہ علم وفضل میں ممتاز ہیں۔ صحیح بخاری اور دیگر کتب احادیث میں نبوی ارشاد ہے کہ: کَمَلَ مِنَ الرِّجَالِ کَثِیْرٌ وَ لَمْ یَکْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ اٰسِیَۃُ امْرَاَۃُ فِرْعَوْنَ، سابق امتوں میں سے مردوں نے تو بہت بڑے بڑے مقامات حاصل کئے ہیں، مگر عورتوں میں سے بہت کم ایسی عورتیں ہیں جن کی بلندی کا ہمیں علم ہوا ہے۔ مثال کے طور پر مریم[1] بنت عمران اور آسیہ[2] فرعون کی بیوی ہے اور قرآن مجید نے وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ (تحریم) اور یَا مَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفَاکِ وَطَہَّرَکِ وَاصْطَفَاکِ عَلٰی نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ۔ (آل عمران) فرما کر[1] کا اور امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ (تحریم) فرما کر[2] کا ذکر فرمایا ہے کہ دونوں عورتیں علم وایمان اور عمل ومقال میں باکمال ہوئی ہیں۔

سوال: اللہ پاک نے آسیہ کے شوہر کا ذکر فرمایا ہے اور مریم کے باپ کا ذکر فرمایا ہے اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آسیہ کے شوہر کا اور مریم کے باپ کا ذکر فرمایا ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ مریم کا باپ ہے شوہر کوئی نہیں۔

جواب: اچھا تو جس کے باپ کے ذکر سے یہ معلوم ہوا کہ شوہر کوئی نہیں تو جس کے شوہر کا ذکر ہے اس کا باپ کوئی نہیں۔ اور اگر اس کے شوہر کے ذکر سے اس کے باپ کی نفی نہیں تو اس کے باپ کے ذکر سے شوہر کی نفی کیسے؟ دونوں کی میزان برابر ہے۔ ترمذی میں ان دونوں کے ساتھ خدیجہؓ بنتِ خویلد اور فاطمہؓ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر بھی اسی طرح پر فرمایا تو کیا اس سے یہ ثابت ہوا کہ ان کے شوہر نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ کسی کا یوں ذکر فرمایا اور کسی کا یوں ذکر فرمایا۔ دونوں طرح ٹھیک ہے۔ کسی طرح بھی کوئی حرج نہیں۔

سوال: قرآن مجید میں ہے کہ الَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (انبیاء، مریم) مریمؑ نے اپنا فرج محفوظ رکھا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس نے شادی نہیں کی۔

جواب: احصانِ فرج ترک شادی پر دال نہیں بلکہ نکاح کے ذریعہ سفاح سے احتراز ہے۔

حیاۃ الحیوان ص۲۹۴ جلد ۲ میں ہے کہ: قَالَ السُّهَيْلِي اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا يريد فَرْجَ الْقَمِيْصِ اى لَمْ يَتَعَلَّقْ بِثَوْبِهَا رِيبَةٌ فَهِيَ طَاهِرَةُ الاثواب وَفُرُوْجُ الْقَمِيْصِ اَرْبَعَةٌ اَلْكُمَّانِ وَالْاَعْلٰى وَالْاَسْفَل فَلَا يَذْهَبَن وَهْمُكَ اِلٰى غَيْرِ هٰذَا وَهٰذَا من لطيف الكناية لان القرآن انزه معنًى واوجز لفظًا والطف اشارةً واحسن عبارةً من ان يذهب اليه وهم الجاهل۔ بقول امام سہیلیؒ فرج سے مراد اس جگہ کرتہ کے چاک ہیں جو کہ چار ہوتے ہیں، نیچے، اوپر، دائیں اور بائیں مطلب یہ ہے کہ وہ پاک دامن تھیں۔ قرآن مجید ایسے مواقع پر اشاروں سے کام لیتا ہے اور وسیع مضمون کو مختصر الفاظ میں بیان کر دیتا ہے۔ اس مطلب کے سوا اور کسی مطلب کا خیال جو قرآن مجید اور اس طاہرہ کی عفت کے خلاف ہے، ہرگز نہ کیا جائے کہ یہ جاہلوں کا طریقہ ہے عالموں کا طرز نہیں۔

مواہب الرحمٰن میں ہے کہ "علماء مفسرین نے کہا ہے کہ فرج سے مراد یہاں چاک قمیص ہے بدلیل اس کے کہ فیہ ضمیر مذکر ہے جیسے فرج بمعنی گریبان قمیص بھی مذکر ہے اور بقاعی وغیرہ نے کہا کہ اگر فرج بمعنی معروف ہو تو یہاں فیہ میں ضمیر چاک کی طرف راجع کرنی ہوگی۔"

درمنثور ص۲۴۳ جلد ۵ میں بحوالہ طبرانی بسندِ حسن ابوہریرہؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ایما

امرأۃ اتقت ربھا و حفظت فرجھا فتحت لھا ثمانیۃ ابواب الجنۃ فقیل لھا ادخلی من حیث شئت ۔ جو نسی عورت تقویٰ اختیار کرے اور اپنی شرمگاہ کو محفوظ کرے تو وہ جنت میں داخل ہو گی، کیا اس سے وہ عورت مراد ہے جو شادی سے احتیاط کرے ؟ یا وہ جو شادی سے محفوظ ہو جائے ؟ بلکہ کنز العمال ص۲۶۹ جلد۸ میں یوں مروی ہے کہ: اذا صلت المرأۃ خمسھا وصامت شھرھا وحصنت فرجھا و اطاعت زوجھا قیل لھا ادخلی الجنۃ من ای ابواب الجنۃ شئت ۔ رواہ ابن حبان ۔ اس میں احصان کے ساتھ شوہر کی بھی تصریح ہے ۔

درمنثور ص۳۳۵ جلد۲ میں بحوالہ ابن ابی حاتم عبداللہ بن عباس رض سے مروی ہے، کہ قیصر روم نے امیر معاویہ رض کی طرف خط بھیجا کہ مجھے بتایا جائے کہ مردوں میں سے کون اور عورتوں میں سے کون بزرگ ہو گذرا ہے تو امیر صاحب نے جواب دیا کہ مردوں میں سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہے جسے اللہ پاک نے اپنے ہاتھ سے بنایا اور سکھایا اور پڑھایا اور عورتوں میں سے مریم رض ہے جس نے اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَھَا اپنی عفت کے لیے شادی کی تھی ۔

جب بحسبِ ارشادِ الٰہی وَ اَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ وَالصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَاِمَآئِکُمۡ (نور) بیوگان کی شادی ضروری ہے تو غیر شادی شدہ ضرورت مند کی شادی بطریقِ اوّل ضروری ٹھہری ۔ نیز فرمایا کہ: وَلۡیَسۡتَعۡفِفِ الَّذِیۡنَ لَا یَجِدُوۡنَ نِکَاحًا حَتّٰی یُغۡنِیَھُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ (نور) جب تک ضرورت مند شادی نہیں پاتا تب تک تو وہ یوں ہی عفت حاصل کرے اور جب شادی دستیاب ہو جائے تو پھر اس کے ذریعہ عفت حاصل کرے ۔

ضرورت مند عورتوں کو نکاح سے روکنا منع ہے ارشادِ الٰہی : وَلَا تُکۡرِھُوۡا فَتَیٰتِکُمۡ عَلَی الۡبِغَآءِ اِنۡ اَرَدۡنَ تَحَصُّنًا (نور) آئندہ صفحات پر آ رہا ہے ۔

درمنثور ص۴۰ جلد۵ میں بحوالہ بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، احمد، عبد بن حمید مرفوعاً مروی ہے کہ: احفظ عورتک الا من زوجتک او ما ملکت یمینک ۔

آزاد عورت سے شادی کی ہے تو یا کہ غلام عورت سے شادی کی ہے تو ان دونوں عورتوں کے سوا اور کوئی تیسری صورت درست نہیں۔

مشکوٰۃ ص۲۶۷ جلد ۲ میں بحوالہ صحیح بخاری، صحیح مسلم عبداللہ بن مسعودؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج۔ نوجوان، طاقتور مرد عورتوں کے لیے شادی لازم ہے کہ یہ اغض بصر اور احصانِ فرج ہے۔

کنز العمال ص۲۱۹، جلد ۶ میں بحوالہ طبرانی اور مجمع الزوائد ص۲۰۲، جلد ۹ میں بحوالہ طبرانی، بزاز عبداللہ بن مسعودؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ: ان فاطمۃ احصنت فرجھا و اللہ عزوجل ادخلھا باحصان فرجھا و ذریتھا الجنۃ اور مستدرک ص۱۵۲، جلد ۳ میں اور خصائص کبریٰ ص۲۶۵ جلد ۲ اور رحمۃ المھداۃ میں بحوالہ حلیہ ابونعیم عبداللہ بن مسعودؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ان فاطمۃ احصنت فرجھا فحرمھا اللہ و ذریتھا علی النار: میری فرزند فاطمہؓ نے بھی احصانِ فرج کی بہت بڑی پابندی کی جس کی وجہ سے اللہ پاک اسے اور اس کی ذریت کو دوزخ سے بچا کر جنت میں داخل فرمائے گا۔ تشریف البشر ص۱۵۶ میں اس پہ طبرانی بزار کے ساتھ ابو یعلیٰ اور عقیلی اور ابن شاہین کا حوالہ بھی دیا ہے۔

فاطمہؓ کی شادی ہوئی اور ذریت بھی پیدا ہوئی پھر احصانِ فرج بھی ہے کہ یہ بدکاری اور بدنظری کے خلاف ہے شادی کے خلاف ہرگز نہیں۔

سوال: مراۃ الجنان ص۲۹۶ جلد ۴ میں ہے کہ ملک عبدالقادر بن عبدالعزیز نے بہت عمر پائی اور شادی نہیں کی اور فاطمہ بنت سبحان کی بابت اس میں ص۲۴۴ جلد ۲ میں ہے کہ اس نے نوے سال عمر پائی اور شادی نہیں کی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شادی کوئی ضروری نہیں۔

جواب ۱: یہ کوئی قرآن و حدیث نہیں جس کا جواب میرے ذمہ لازم ہے۔

جواب ۲: اگر دونوں کو نکاح کی ضرورت نہیں پڑی اور نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں۔

جواب ۳: اگر نکاح نہیں کیا تو کیا دونوں کے یہاں کوئی ولد ہوا تھا، ہرگز نہیں۔ اگر ہوتا

تو یہ مثال ٹھیک تھی مگر عورت کے لیے پھر بھی عفت کا سوال پیدا ہو جاتا ہے، اور مرد کے پیٹ میں بہ رحم نہیں اگر ٹیسٹ ٹیوب وغیرہ سے پیدائش ہوتی جیسے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ کی بابت کہا جاتا ہے تو دریں صورت کیا ولد ہوتا۔

جواب: ولد کے لیے زوجین کا صرف نکاح ہی ضروری نہیں بلکہ صحیح طور پر مساس بھی شرط ہے جس کی مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا نے شکایت فرمائی ہے۔

درمنثور ص ۲۳۶ جلد ۵ میں بحوالہ ابن عساکر نیز ابن ماجہ ص ۳۰۱ جلد ۲ میں ابن ابی کعبؓ سے خضرؑ کی بابت مرفوعاً مروی ہے کہ: وکان لایقرب النساء الحدیث بطولہ، اس کے باپ نے اس کی شادی کر دی مس نہ ہوا طلاق ہوئی پھر دوسری شادی کر دی مس نہ ہوا طلاق ہوئی۔

نووی شرح صحیح مسلم ص ۳۵ جلد ۱ میں ابوالنضر سعید بن ابی عروبہ[1] کی بابت بیان کیا ہے کہ: لا عقب لہ یقال انہ لم یمس امرأۃ قط۔ اس کی کوئی اولاد نہیں کیونکہ وہ شادی کے بعد اپنی عورت سے ٹھیک طور پر مس نہیں کر سکا۔

تہذیب ص ۱۳ جلد ۳ میں ہے کہ: کان حماد بن سلمۃ[2] یعد من الابدال ان لا یولد لہم تزوج سبعین امرأۃ فلم یولد لہ۔ حماد بن سلمہؓ ابدال میں شمار ہے، کیونکہ اس نے ستر (۷۰) ایک (ایک) عورتوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا مگر اولاد کسی سے بھی نہیں ہوئی کہ ٹھیک طور پر مس نہیں۔ عون المعبود شرح ابوداؤد ص ۱۱۱ جلد ۳ میں ابھی ابدال کی بابت اسی طرح پر مرقوم ہے، مگر یہ ٹھیک نہیں کیونکہ زوجین سے اولاد اللہ پاک کی نعمت ہے جس کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بھی استدعا کی ہے اور وہ پوری ہوئی ہے، اگر دیگر بعض بزرگ اس سے محروم رہے ہوں تو یہ اتفاق ہے، ابدال کے لیے کوئی شرط نہیں۔

یہ وہی مس ہے جس کی شکایت مریم صدیقہ رض نے فرمائی ہے، اس کی شکایت تو اللہ پاک نے اپنے فضل و کرم سے بحسب وعدہ دور فرما دی اور دوسروں کی نہیں فرمائی کہ وہ

---

[1] یہ بہت بڑا قابل اور ثقہ ہے اور صحاح ستہ میں اس کی مرویات موجود ہیں۔ (راقم)

[2] یہ بہت فاضل اور ثقہ ہے اور ابدال میں شمار ہے بخاری میں معلقاً اور سنن اربعہ میں موصولاً اس کی مرویات موجود ہیں۔ (راقم)

مالک ہے۔

سوال: مسند ابوداؤد طیالسی صہ۴۶ میں عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ہم نے نجاشی کے روبرو حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی بابت اپنا خیال یوں ظاہر کیا کہ: نقول کما قال اللہ عزوجل ھو روح اللہ و کلمتہ القاھا الی العذراء البتول التی لم یمسہا بشر ولم یفرضہا ولد۔ مریم رض کنواری تھی مرد سے الگ ہی رہی کسی سے بھی مس نہیں ہوا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مریم رض ہمیشہ کنواری رہی اور مس بشر سے دوچار نہیں ہوئی۔

جواب: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں کنواری بھی تھی اور بیوہ بھی تھی، تو کیا کنواری کنواری ہی رہی تھی، پھر اللہ پاک نے فرمایا کہ میں اسے کنواری کے عوض کنواری اور بیوہ کے بدلہ بیوہ دوں گا۔ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبْکَارًا (تحریم) تو کیا یہ ادل بدل ہوکر گئے جانے والی دونوں کا بکر قائم ہے؟

مشکوٰۃ صہ۲۷ میں بحوالہ ابوداؤد عبداللہ بن عباس رض سے مروی ہے کہ: ان جاریۃ بکراً۔ ایک کنواری لڑکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ "میرے باپ نے میری شادی کردی ہے اور میں خوش نہیں" تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تجھے علیحدگی کا حق حاصل ہے۔ کنواری بھی ہے اور شادی شدہ بھی ہے۔ یعنی کہ پہلی شادی، اور شکایت پر اختیار بھی ہے، کوئی حرج نہیں۔ اور قاموس میں ہے کہ: والام اذا ولدت ذکرا فی الاول اور کہ و اوّل ولد الابوین اور مصباح المنیر میں ہے کہ ومولود بکر اذا کان اوّل ولد الابوین جو بچہ اپنے ماں باپ کے ہاں پہلا پیدا ہوا ہے اس پر بھی اور اس کی والدہ پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔

علاوہ اس کے اس روایت میں عدم مس کے ساتھ عدم ولد کا ذکر بھی ہے جیسے کہ خط کشیدہ لفظ سے ظاہر ہے تو کیا ولد نہیں ہوا؟ ضرور ہوا جب ولد ہوا تو مس بھی ضرور ہوا کہ یہ اس کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔

نہایہ ابن الاثیر اور مجمع البحار میں اس خط کشیدہ لفظ کا یوں ترجمہ کیا ہے کہ: لم یفترضھا ولد ای لم یؤثر فیھا ولم یحزھا یعنی قبل المسیح۔ یہ پہلا بچہ ہے اس سے پہلے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا کیونکہ اس سے پہلے کوئی ایسا مس نہیں ہوا جو بچہ پیدا کرسکتا جب مناسب مس ہوا تو اللہ پاک نے بچہ بھی عطا فرمایا۔

سوال: اللہ پاک نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مثیل ٹھہرایا ہے کہ: اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنَ (آل عمران) جیسے وہ بے پدر ہے ویسے ہی یہ بھی بلا باپ پیدا ہوا ہے۔

جواب: آیتِ کریمہ میں تو اس کا کوئی ذکر نہیں کہ تمثیل بے پدری میں دی گئی ہے، اور یہ مناسب بھی نہیں کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی کا بھی ولد نہیں اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اعتراف ہے کہ "میں ولد ہوں" وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ (مریم)
سا کی بابت اللہ پاک نے فَنَفَخْنَا فِیْہِ مِنْ رُّوْحِنَا (تحریم) اور سا۲ کی بابت وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ (حجر، ص) فرمایا ہے اگر سا خدا ہے تو سا۲ بھی خدا ٹھہرا اور اگر سا۲ خدا نہیں تو سا بھی خدا نہیں بلکہ عام انسانوں کے لیے ارشاد ہے کہ: وَنَفَخَ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِہٖ (الم سجدہ) تو کیا سب خدا ہی خدا نظر آرہے ہیں؟ کیا خوب ہے۔

آیت کریمہ کا ٹھیک مطلب تفسیر آیات للسائلین کی دوسری طباعت میں بطور اضافہ میں نے بیان کردیا ہے۔ جس کے تکرار کی یہاں پر ضرورت نہیں۔

علاوہ اس کے اصلاً بھی ولد کے لیے زوجین کا ہونا ضروری ہے کیونکہ احد الزوجین سے تولد ممکن نہیں۔ مفردات امام راغب میں ہے کہ: ان الولد جزء من الاب۔ ولد جیسے کہ ماں کا ایک جزء ہوتا ہے ویسے ہی باپ کا بھی ایک جزء ہوتا ہے۔ تفسیر مدارک میں ہے کہ: لم یلد لانہ لا یجانس حتی تکون لہ من جنسہ صاحبۃ فیتوالد علی ھذا لمعنی بقولہ انّی یکون لہ ولد ولم تکن لہ صاحبۃ۔ اللہ پاک کا کوئی

مجانس نہیں اور اس کی کوئی بیوی[1] نہیں ۔ ولد کے لیے زوجین کا ہونا ضروری ہے۔ احدالزوجین سے ولد ممکن نہیں جیسے کہ ارشادِ الٰہی اَنّٰی یَکُوْنُ لَہٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَکُنْ لَّہٗ صَاحِبَۃٌ سے مستفاد ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائی مناظرہ میں یہ بھی بیان فرمایا تھا کہ: لا إلٰہ إلا ھو لم یتخذ صاحبۃ ولا ولدا۔ احد الطرفین سے ولد پیدا نہیں ہوا کرتا اور قرآن مجید میں ہے کہ مَا اتَّخَذَ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا (جن) ایک طرف ہے دوسری نہیں تو ولد ممکن نہیں ۔

اور صحیح مسلم ص۱۰۲ جلد۱ میں مرفوعاً مروی ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں سے قیامت کے روز کہا جائے گا کہ: ما اتخذ اللہ من صاحبۃ ولا ولد۔ ایک جانب ہے، دوسری نہیں تو ولد ممکن نہیں ۔

اور مشکوٰۃ ص۱۳ میں بحوالہ صحیح بخاری قدسی حدیث مروی ہے کہ: سبحانی ان اتخذ صاحبۃ او ولدا ۔ میری بیوی نہیں تو صرف ایک جانب سے ولد کا کوئی امکان نہیں ۔

اِنْ اُمَّھٰتُھُمْ اِلَّا الّٰٓئِیْ وَلَدْنَھُمْ (مجادلہ) میں صرف والدہ کا ذکر ہے والد کا نہیں ، مگر جب ولد کا بیان کر دیا ہے تو اس کے مفہوم میں والد موجود ہے کہ اس کے بغیر ولد نہیں ۔

اور حدیث نبوی یتزوج ویولد لہ۔ آئندہ صفحات پر آ رہی ہے کہ عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام نکاح کریں گے اور ولد پیدا کریں گے ۔

جب بلا زوجہ وہ بھی ولد پیدا نہیں کر سکتے تو ان کی والدہ ماجدہ کیسے بلا زوج ولد پیدا کر سکتی ہے کہ ولد کے لیے زوجین کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ احدالزوجین سے ولد کی پیدائش ممکن نہیں ۔

اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ اَنّٰی یَکُوْنُ لَہٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَکُنْ لَّہٗ صَاحِبَۃٌ (انعام) اللہ پاک کا ولد کیسے کہ اس کی بیوی نہیں ۔ اگر مرد ہے اور عورت نہیں یا کہ عورت ہے مرد نہیں تو تولد کا کوئی امکان نہیں ، دونوں جمع ہو کر ملاپ کریں تو تولد کا امکان ہے۔

---

[1] حزقیل باب۲۳ میں خداوند کی ایک نہیں کئی بیویاں اور بیٹے بیٹیوں کا ذکر ہے کیا خوب خدا ہے۔ (اثری)

ورنہ ہرگز نہیں [۱]۔

حافظ ابن قیم نے تحفۃ المولود ص۹۳ میں فرمایا ہے کہ "بچہ عورت اور مرد دونوں کے نطفہ سے تیار ہوتا ہے اور جو شخص یوں کہتا ہے کہ نہیں صرف مرد کی منی سے تیار ہوتا ہے تو وہ غلط کہتا ہے کیونکہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ انسان کو غور لازم ہے کہ وہ ایسے پانی سے پیدا ہوا ہے جو کہ دافق ہوتا ہے اور وہ مرد کی پشت کی ہڈیوں اور عورت کی سینہ کی ہڈیوں سے نکل کر عورت کے رحم میں قرار پاتا ہے" اس آیت کریمہ کا ترجمہ

[۱] ابتداء جملہ حیوانات طرفین کے بغیر پیدا ہوئے تھے اور بعض اجناس اب بھی اسی طرح پیدا ہو رہے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے کہ یہ بھی اللہ پاک کا ایک نظام اور ضابطہ ہے جو ہر زمانہ میں جاری ساری ہے، ان پر خلق کا لفظ استعمال ہوتا ہے ولد اور نتج کا نہیں اور عام قانون الٰہی طرفین سے پیدائش ہے اور ان پر خلق اور ولد اور نتج کا لفظ استعمال ہوتا ہے ہر مولود مخلوق ہے اور ہر مخلوق مولود نہیں، احد الطرفین سے جو پیدا ہو گا وہ مخلوق ہے جنس اور ولد نہیں جیسے کہ جوں اور دیگر کیڑے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنے کو ولد بتایا ہے وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ (مریم) اور آپ کی والدہ ماجدہ نے اسے اپنا ولد ٹھہرایا ہے۔ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ وَلَدٌ (آل عمران) اس لیے وہ زوجین سے پیدا ہوتے ہیں صرف ایک سے نہیں اور پھر ولد کے لیے زوجین کا صرف ملاپ ہی ضروری نہیں بلکہ دونوں کی منی کا ٹھیک ہونا بھی ضروری ہے کہ اس میں کیڑے ہوں جو اس کی صحت کے ذمہ دار ہوں، جب دونوں پانی مل کر رحم میں قرار پاتے ہیں تو مناسب دنوں میں وہ کیڑے ضائع اور بھسم ہو کر علقہ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے پھر اس کے بعد مضغہ (لوتھڑا) پھر اس کے بعد مخلقہ (ڈیل ڈول ڈھانچہ) تیار ہوتا ہے پھر اس کے بعد خلقاً آخر کی صورت تیار ہو جاتی ہے فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ (مومنون) مصباح المنیر میں ہے کہ والعلقۃ المنی ینتقل بعد طور فیصیر دما غلیظا متجمدا ثم ینتقل طورا آخر فیصیر لحما وھو المضغۃ سمیت بذالک لانھا مقدار ما یمضغ۔ جب نر مادہ کی منی رحم میں قرار پا کر ایک دوسری (بقیہ آگے)

عبداللہ بن عباسؓ سے ایسا ہی مروی ہے اور کلبی اور مقاتل اور سفیان جیسے ذی علموں نے بھی ایسا ہی بیان فرمایا ہے بلکہ دیگر تمام مفسرین کا بھی یہی بیان ہے اور ترجمہ مذکورہ احادیث کے بھی مطابق ہے اور اللہ تعالیٰ کی سنت بھی اسی طرح پر جاری ہے کہ وہ نر و مادہ سے حیوان کو پیدا فرماتا ہے، صرف ایک سے پیدائش کا کوئی ضابطہ الٰہی نہیں ولہٰذا قال اللہ تعالیٰ: بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ فان الولد لا یکون الا من بین الذکر وصاحبتہ، اسی لیے تو اللہ پاک نے فرمایا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) سے جونک کی طرح چپک کر ایک ہو جاتی ہے تو علقہ کہلاتی ہے پھر اس کے بعد جملہ اطوار بدلتے ہوئے خلقاً آخر کی صورت تیار ہو جاتی ہے۔ (اثری)

ؔ ۵ حافظ صاحب نے صلب کو مرد سے اور ترائبہ کو عورت سے مخصوص فرما کر ظاہر فرما دیا ہے کہ ان کے خیال مطابق بچہ کا مادہ پیدائش باپ کی ظہری ہڈیوں سے اور ماں کی صدری ہڈیوں سے خارج ہو کر عورت کے رحم میں قرار پاتا ہے۔

اور اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ (نساء) کہ مسلمانوں کو اپنے اپنے صلبی بیٹوں کی بیویوں سے شادی درست نہیں۔

اور مشکوٰۃ ۲ میں بحوالہ صحیح مسلم مرفوعاً مروی ہے کہ: وَهُمْ فِي اَصْلَابِ آبَاءِهِمْ سب بنی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اپنے باپوں کی ابھی پشتوں میں ہی ہوتے ہیں تو اللہ پاک ان کے انجام سے واقف ہوتا ہے۔

اور اللہ پاک کے یہ ارشادات اَبْكَارًا، عُرُبًا اَتْرَابًا (واقعہ) وَكَوَاعِبَ اَتْرَابًا (نباء) قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ (ص) حوروں کی بابت بھی وارد ہوئے ہیں۔

نہایہ ابن الاثیر اور مجمع البحار میں ہے کہ میاں بیوی کے باہم ملاپ کو بھی صلب کہا جاتا ہے کہ لان المنی یخرج منہ۔ مرد کا نطفہ وہاں سے خارج ہو کر عورت کے رحم میں قرار پاتا ہے، الحاصل کہ جو میاں بیوی سے پیدا ہوتا ہے وہ ولد کہلاتا ہے، احد الطرفین سے پیدا شدہ ولد نہیں ہوتا، عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چونکہ آل عمران اور مریم میں ولد قرار دیا گیا ہے، اس لیے زوجین سے پیدا ہوتے ہیں (بقیہ آگے)

کہ اس کے لیے ولد کیسے کہ اس کی بیوی نہیں جس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ولد کے لیے زوجین کا ہونا ضروری ہے بلکہ مباشرت بھی ضروری ہے۔ آلِ عمران 'ہود' مریم ملاحظہ ہوں۔۔۔۔ احد الزوجین سے ولد خلاف قانون الٰہی ہے جس کا کوئی امکان نہیں۔

ایقاظ : حافظ صاحب موصوف نے اعلام الموقعین ص۵۲ جلد ۱ میں بھی یہی خیال ظاہر فرمایا ہے، مگر ہاں! اتنا ضرور اختلاف ہو گیا ہے کہ تحفہ میں مرد اور عورت دونوں کے پانی کو نطفہ کے نام سے موسوم فرمایا ہے اور اعلام میں اس کے خلاف یوں فرمایا کہ' عورت کے پانی کو نطفہ نہیں کہا جاتا اور وہ دافق بھی نہیں ہوتا یہ مرد سے مخصوص ہے اور کہ صلب اور ترائب دونوں میں مرد اور عورت کا اشتراک ہے' اور نظیر میں آیت کریمہ مِنْ بَیْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ (نحل) کو پیش کیا ہے۔ مگر اس اختلاف بیان کا میرے بیان پر کوئی مخالف اثر نہیں بلکہ تائید صریح ہے کہ اس میں مرد پہ عورت کی نسبت مزید زور دیا گیا ہے۔

سوال : تحفہ میں حافظ صاحب نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حوا رضی اللہ عنہا اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر سہ کا ذکر بھی فرمایا ہے اور انھیں اس ضابطہ الٰہی سے خارج قرار دیا ہے۔

جواب : خارج نہیں فرمایا بلکہ یوں فرمایا ہے کہ یہ ضابطہ الٰہی ان دونوں پہ بھی چسپاں ہے، اول الذکر کے لیے جو کیچڑ بنایا اس میں وہ حقیقت بھر دی جو نطفہ میں ہوتی ہے اور حواء رضی اللہ عنہا اس سے پیدا ہوئی ہے والمسیح خلق من ماء مریم ونفخ الملك فکانت النفخة له کالاب لغیرہ۔ اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک طرف اپنی والدہ کے نطفہ سے اور دوسری طرف فرشتہ کا نفخہ آپ کے لیے بمنزلہ باپ کے ٹھہرایا گیا کیا خوب ہے!

(بقیہ گذشتہ صفحہ) اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حوا رضی اللہ عنہا دونوں کسی کے ولد نہیں اس لیے ان کی بابت اس قسم کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (راثری)

یہ صورت تو موصوف اور آپ کے ہم خیالوں کی خود تراشیدہ ہے جو کہ اکثر لوگوں کے دلوں میں راسخ ہو چکی ہوئی ہے یہ ضابطہ الٰہی نہیں۔ ضابطہ الٰہی تو وہی ہے جسے آپ نے اوپر بیان فرمایا ہے۔ اس ضابطہ الٰہی کے پیش نظر مریم رضی اللہ عنہا نے بشارت سن کر عرض کی کہ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ (آل عمران) اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا (مریم) خدایا! ولد کیسے مس بشر (جائز) جو اس کے لیے تیرے ضابطہ کے مطابق لازم ہے ابھی تک میرے شوہر کی طرف سے وقوع میں نہیں آیا اور دوسری صورت حرام ہے جس کی طرف میں مائل نہیں۔

سوال: عبرانیوں باب ۷ میں ملک صدق کی بابت جو بیان ہے کہ "یہ بے باپ ہے، بے نسب نامہ ہے جس کے نہ دنوں کا شروع نہ زندگی کا آخر مگر خدا کے بیٹے سے مشابہ ٹھہر کے ہمیشہ کاہن رہتا ہے۔"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سلسلہ توالد و تناسل کے بعد بھی بے پدر و مادر پیدائش جاری ہے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے لگ بھگ ہے کہ اللہ پاک نے اسے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تمثیل دی ہے۔

جوابؔ ۱: یہ ملک صدق حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہوا ہے، اگر یہ بیان صحیح ہے تو پھر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمثیل آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت اس سے بہتر تھی کہ یہ اثنائے سلسلہ میں پہلا پیدا ہوا ہے مگر اس سے تمثیل نہیں دی جس سے صاف ظاہر ہے کہ قصہ فرضی ہے۔

جوابؔ ۲: اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے ماں باپ نہیں تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کے ماں باپ کا پتہ نہیں چل سکا، ایسے بہت لوگ ہوتے ہیں جن کے والدین کا دوسروں کو تو کیا خود ان کو بھی علم نہیں ہوتا اوائل عمر میں کہیں ادھر ادھر ہو گئے تو یہ صورت پیدا ہو گئی جیسے کہ تقسیم ہند کے موقعہ پر ایسے حوادث پیدا ہوئے۔ ایسے موقع پر اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ:-
اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْكُمْ (احزاب) ہر ایک کو اس کے باپ کی طرف سے منسوب کیا کرو،

اور جن کے باپوں کا پتہ نہیں چل سکا انھیں اپنا دینی بھائی اور دوست ٹھہرانا مناسب ہے ۔

روایات میں بعض ایسے لوگوں کا ذکر آیا ہے جن کے باپوں کا پتہ دوسروں کو تو کیا خود انھیں بھی معلوم نہیں ہوسکا تو وہ مسلمانوں کے بھائی اور دوست ٹھہرے ۔ کسی کو بے پدر پیدا شدہ نہیں بتایا گیا ، کہ بہرحال باپ ضروری ہے خواہ معلوم ہے یا نہیں ۔

حلال ۱ و حرام ۲ : دونوں صورتوں کا مریم رضی اللہ عنہا نے ذکر فرمایا ہے صورت ۱ شادی کے بعد واقع ہوتی ہے پہلے نہیں اور صورت ۲ کیلئے شادی ضروری نہیں ، اگر مریم کی شادی نہیں ہوئی تھی تو دونوں کا ذکر کیسے اور ان میں امتیاز کیسے ؟ اور اگر شادی ہوچکی ہے اور بیان سے ظاہر ہے کہ ہوچکی ہے اور مساس وقوع میں نہیں آیا جس کی وہ شکایت بھی اور افسوس و رنج کا اظہار بھی کر رہی ہے ۔

نظیر ۱ : حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سارہ رضی اللہ عنہا بھی دونوں میاں بیوی کی صورت میں موجود ہیں لیکن ولد نہیں ہو رہا کہ مس نہیں اور پھر کبر سنی کی وجہ سے مزید یاس پیدا ہوگئی تو بشارت سن کر فرمایا کہ ضابطۂ الٰہی کے مطابق ولد کے لیے ٹھیک ٹھیک مساس ضروری ہے جو یہاں نہیں تو پھر ولد کیسے ؟

نظیر ۲ : ذکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی رفیقۂ حیات دونوں میاں بیوی کی صورت میں موجود ہیں لیکن ولد نہیں ہو رہا کہ مس نہیں اور پھر کبر سنی کی وجہ سے مزید یاس چھا گئی ، تو بشارت سن کر فرمایا کہ ضابطۂ الٰہی کے مطابق ولد کے لیے تو ٹھیک ٹھیک مساس ضروری ہے جو نہیں ہوا تو پھر ولد کیسے ۔

جیسے اللہ پاک نے ان ہر دو مواقع پر یاس دور فرما کر قوت مساس عطاء فرمائی ، اور اولاد سے نوازا ، ایسے ہی یہاں پر بھی عدم مساس کی شکایت دور فرما کر قوتِ مساس عطاء فرمائی اور ولد سے نوازا ہے ۔

ایسے نادر مواقع ہوتے رہتے ہیں کہ اللہ پاک بے اولادوں کے موانع دور فرما کر دیر یا سویر سے اولاد دیتا رہتا ہے پھر خواہ لڑکے ہوں یا کہ لڑکیاں یا کہ دونوں عنایت ہوں ۔
یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ اَوْ یُزَوِّجُھُمْ ذُکْرَانًا وَّ

اِنَاثًا وَّ یَجۡعَلُ مَنۡ یَّشَآءُ عَقِیۡمًا اِنَّهٗ عَلِیۡمٌ قَدِیۡرٌ (شوریٰ) اور بعض کو دائمی روگ پیدا کر دیتا ہے ۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان چاروں صورتوں میں شادی نہیں ہوتی' یوں ہی بغیر شادی اللہ پاک کسی کو دیتا ہے اور کسی کو نہیں دیتا کہ یہ ضابطہ الٰہی کے خلاف ہے ۔

سوال : حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ذکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موقع پر شکایت دور ہو کر جو اولاد پیدا ہوئی تو اس پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا مگر مریم رضی اللہ عنہا کے موقع پر تو اعتراضات کی وہ بھچاڑ ہوئی کہ الامان والحفیظ ، اس سے ظاہر ہے کہ شادی نہیں ہوئی اور بچہ پیدا ہو گیا تو پھر یہود نامسعود نے شور مچایا کہ یہ بچہ ناجائز پیدا ہوا ہے جیسے کہ سورۂ مریم میں تفصیل ہے ۔

جواب[1] : یہود اب بھی دنیا میں موجود ہیں اور ان کی کتابیں بھی موجود ہیں ان سے دریافت کر لیا جائے کہ انھوں نے کیا اعتراض کیا تھا ، آیا یہ اعتراض تھا کہ اس نے شادی نہیں اور بچہ پیدا کر لیا ہے جو کہ ناجائز ہے یا کہ یہ اعتراض تھا کہ اس نے موجودہ شریعت کے خلاف شادی کی ہے جس سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے ۔ صورت ۱ میں تو اب بھی اسلامی شریعت کے خلاف ہے ، چنانچہ صحیح بخاری ص ۳۴۲ پارہ ۲۸ ، صحیح مسلم ص ۶۵ جلد ۲ ، مؤطا امام مالک ص ۴۲ جلد ۳ ، کتاب الام امام شافعی ص ۱۴۳ جلد ۶ میں خلیفہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ : اذا قامت البینۃ او کان الحبل او الاعتراف ۔ زنا چار عادل گواہوں کی چشم دید شہادت سے ثابت ہوتا ہے یا پھر خود اس کے اپنے اعتراف سے زنا ثابت ہوتا ہے اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں اور ملزمہ عورت ہے اور اسے بغیر نکاح حمل ہو چکا ہے اور وہ کسی طرح پر مجبور[1] بھی نہیں تو یہ حمل اس کے زنا کا ثبوت ہے ۔

---

[1] جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہاں اس کی حد میں اختلاف ہے کہ بعض وقت زنا بالجبر وقوع میں آتا ہے اور کبھی کچھ کھلا پلا اور سونگھا کر عورت سے زنا کر لیا جاتا ہے اس لیے میں نے یہ لفظ بڑھا دیا ہے کہ ایسا ثابت ہونے پر حد نہیں ۔ (راشدی)

امتِ مسلمہ کے کسی ایک عالم نے بھی آج تک یہ فتویٰ نہیں دیا کہ ایسے حمل کو قدرتِ خدا کا مظہر شمار فرما کر چھوڑ دیا جائے۔

درمنثور میں بحوالہ عبدالرزاق، عبدبن حمید، ابن منذر، ابوحرب بن اسود اور نافع بن جبیر سے مروی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ایک عورت نے اپنے نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ جنا تو خلیفہ صاحب نے اسے نادرست ٹھہرایا تو علی بن ابی طالب اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ پاک نے وَحَمۡلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوۡنَ شَهۡرًا ۔ (احقاف) فرما کر حمل اور رضاعت کی مجموعی مدت تیس ۳۰ ماہ بتائی ہے اور حَوۡلَيۡنِ كَامِلَيۡنِ (بقرہ ۲) فرما کر رضاعت کی مقدار دو۲ سال تک ٹھہرائی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ چھ ۶ ماہ میں ولادت صحیح ہے اور ایسا ہوتا رہتا ہے تو خلیفہ صاحب نے اسے تسلیم فرمایا اور اس پر فیصلہ صادر فرمایا۔

اور درمنثور میں بحوالہ ابن منذر، ابن ابی حاتم، عبدالرزاق، عبدبن حمید، لعجہ اور ابوعبیدہ سے مروی ہے کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ایک عورت نے اپنے نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ جنا تو اس کے شوہر نے خلیفہ صاحب سے شکایت کی کہ مجھے شبہ ہے، تو خلیفہ صاحب نے اس کے ساتھ اتفاق فرمایا کہ ولادت نادرست ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بقرہ اور احقاف کی مذکورہ دونوں آیتوں کو پڑھ کر فرمایا کہ بچہ صحیح النسب ہے۔ تو خلیفہ صاحب نے اس پر فیصلہ فرمایا اور امام مالک نے اپنے موطا ص۲۳ جلد ۳ میں بلاغاً بیان فرمایا ہے اور مدارک و نیز کتب فقہ حنفیہ میں امام ابویوسف رح اور امام محمد رح کا مذہب بھی یہی بتایا ہے۔ عمر فاروق، عثمان غنی، علی مرتضیٰ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم، امام مالک، امام شافعی، امام ابویوسف، امام محمد، امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہم کے اس فیصلے سے صاف ظاہر ہے کہ نکاح سے پیشتر یا کہ اس کے بعد چھ ماہ سے پہلے پہلے بچہ پیدا ہو جائے، تو وہ نادرست ہے صحیح النسب نہیں اور اسے قدرتِ خدا، معجزہ اور کرامت پر محمول نہیں کیا جائے گا۔

درمختار باب نسب میں اور اشباہ حموی باب ردہ میں ہے کہ کسی مرد اور عورت میں

اتنا فاصلہ ہے کہ دونوں میں سے ایک دوسرے تک ایک سال میں فاصلہ طے کر سکتا ہے اس سے پہلے نہیں، پھر کسی طرح پر (خط وکتابت وغیرہ سے) ان دونوں کا نکاح ہو گیا جس کے چھ ماہ بعد عورت کے بچہ پیدا ہوا تو وہ اس لیے صحیح النسب ہے کہ بطور کرامت استخدام الجن سے دونوں کا ملاپ ممکن ہے کہ وہ اس کے پاس گئی ہو گی یا وہ اس کے پاس آیا ہوگا، کہ جن اس کے تابع ہیں۔ مگر نکاح سے پہلے یا کہ اس کے بعد چھ ماہ کے اندر اندر کرامت کی بنا پر فقہاء نے اسے صحیح النسب تسلیم نہیں کیا۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری ص۲۲۶ پارہ ۲ میں فرمایا کہ ۔ ان الخوارق لا تغیر الاحکام الشرعیۃ ۔ معجزات اور کرامات احکام شرع میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں کرسکتے اور امام ابن تیمیہؒ نے بھی اپنے فتاویٰ میں اسی طرح پر بیان فرمایا ہے۔

افسوس ہے کہ مریمؑ بیچاری کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہوا کہ دوسروں کے لیے تو نکاح کے بعد بھی چھ ماہ تک کوئی کرامت قبول نہیں کی گئی اور اس کے لیے نکاح کیے بغیر ہی خلاف شرع کرامۃً بچہ پیدا کرا لیا گیا ہے کیا خوب ہے؟

عیسائی راہب اور ایک بچہ کی پیدائش

صحیح بخاری ص۲۹۴ پارہ ۱۳، صحیح مسلم ص۳۱۳ جلد ۲ میں نبوی ارشاد مروی ہے، کہ جریج اسرائیلی نے اپنے گرجا کے پاس کسی چرواہے کو کسی جوان غیر شادی شدہ لڑکی سے زنا کرتے ہوئے دیکھ لیا اور کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا پھر جب اسے حمل ٹھہر گیا تو عزیزوں کے دریافت پر اس نے جریج کا نام بتایا۔ بس پھر کیا تھا اسے مارا پیٹا اور اس کا گرجا گرایا کہ بظاہر پرہیزگار اور درپردہ زناکار جس پر اس نے وضو کیا اور نماز ادا کی اور اللہ پاک سے دعا کی کہ وہ اس کا دامن پاک فرمائے (تو اسے خواب میں صفائی کا ایک نقشہ بتایا گیا جس کی تفصیل یوں ہے کہ) جب بچہ پیدا ہوا تو اس نے چرواہے کو بلا کر بچہ سے دریافت کیا تو اس نے (بزبان حال شکل وصورت سے جو کہ اس کے مشابہ تھی) بول کر بتایا کہ یہ میرا باپ ہے، تب انھوں نے اس کا پیچھا چھوڑا۔ مگر یہ کسی کو بھی خیال نہیں آیا کہ اسے

قدرت خدا کے بھروسہ پر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی طرح بے پدر ٹھہرایا جائے۔

تکلم فی المہد کا ایک یہ بھی مطلب ہے کہ ایسے شبہات کے موقع پر اپنی شکل وصورت سے بول کر اپنے باپ کا پتہ بتادے۔

خواہ جائز ہے یا کہ ناجائز۔ باپ تو بہرحال ضرور ہے، مگر نبوت ہمیشہ ۱ میں رہی ہے اور ۲ سے وہ ہمیشہ بہرحال پاک ہے۔

مریم رضی اللہ عنہا کے خلاف کوئی چشم دید شہادت نہیں اور اسے اعتراف بھی نہیں تو پھر کیا علمائے اسلام فاروقی فتوے کے مطابق تیسری صورت پسند فرما کر اس پر فیصلہ کریں گے، ہرگز نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر نکاح ہے۔

جواب ۲: مسجد نبوی میں عیسائیوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مناظرہ ہوا، وہ درمنثور میں ابن جریر، ابن ابی حاتم سے منقول ہو کر مفصل بیان ہوا ہے۔ اس میں آپ نے اس پر بحث کرتے ہوئے فرمایا لایکون ولد الا وھو یشبہ اباہ[1] - ہر بچہ اپنی شکل وصورت و دیگر کاموں میں اپنے باپ سے مشابہ ہوتا ہے، اگر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی شکل وصورت خدا کی سی ہے تو وہ اس کا باپ ہے اور اگر اس کی شکل وصورت انسان کی سی ہے تو اس کا باپ انسان ہے، اس جوابی تقریر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا باپ تسلیم فرمایا ہے، بلکہ عیسائیت کے خلاف اسے بطور ثبوت پیش فرمایا ہے۔

نظیر: ابورکانہ عبد بن یزیدؓ نے اپنی بیوی اُمّ رکانہؓ کو طلاق دے کر دوسری شادی کی تو اس نے اس پر اتہام تراشا کہ وہ میری ضرورت کو پورا نہیں کرسکتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف یہ ثبوت پیش فرمایا کہ: اترون فلانا یشبہ منہ کذا وکذا من عبد یزید وفلانا یشبہ منہ کذا وکذا قالوا نعم۔ (الحدیث رواہ ابوداؤد) ابورکانہؓ کی مطلقہ بیوی سے اولاد ہے جو اس کے مشابہ ہے

---

[1] ولد کی شکل وصورت جیسے باپ پر ہوتی ہے ویسے ہی ماں پر بھی ہوتی ہے چنانچہ ام سلیمؓ کی حدیث جو آئندہ آرہی ہے اس میں یہ لفظ ہے کہ فبم یشبھا ولدھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مناظرہ میں باپ کا ذکر فرمایا ہے کہ ضرورۃ اسی کی تھی۔ (اثری)

لہٰذا عورت کا یہ اتہام ہے جو قابلِ سماعت نہیں ۔ اسی طرح ماریہ قبطیہ پر الزام عائد ہوا۔ تو جیسے کہ حیاۃ الحیوان ص ۱۱۶ جلد ۲ میں بحوالہ طبرانی عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے الہاماً معلوم ہوا ہے کہ ان فی بطنھا غلاما منی وانہ اشبہ الخلق بی۔ اس کے جو بچہ ہے وہ میرا ہے کیونکہ شکل و صورت میں وہ میرے مشابہ ہے ۔ یہ وہی دلیل ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کے بالمقابل پیش فرمایا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے باپ (یوسف) سے مشابہ تھا لہٰذا وہ اس کا بیٹا ہے ، خدا کا بیٹا نہیں کہ اس کے مجانس اور مشابہ نہیں ۔

جواب ۳: پھر آپ نے اس مناظرہ میں یہ بھی فرمایا کہ: ان عیسیٰ حملتہ امہ کما تحمل المرأۃ ثم وضعتہ کما تضع المرأۃ ولدھا ثم غذی کما تغذی المرأۃ الصبی۔ مریم رضی اللہ عنہا کو اسی طرح پر جائز حمل ہوا جس طرح کہ دیگر عورتوں کو جائز حمل ہوا کرتا ہے اور پھر اس نے اسے اسی طرح پر وضع کیا جیسے کہ عورتیں اپنے اپنے حملوں کو وضع کیا کرتی ہیں اور پھر اسی طرح اسے دودھ پلا کر پرورش کیا جیسے کہ دیگر عورتیں اپنے اپنے بچوں کو دودھ پلا کر پرورش کیا کرتی ہیں کوئی خصوصیت نہیں، گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان آیات کریمات کی طرف توجہ دلائی کہ: اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ (رعد) اور کہ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ (حم سجدہ) اگرچہ حمل اور وضع انثیٰ کا کام ہے مگر یہ بھی بغیر ذکر ممکن نہیں، اسی طرح پر مریم رضی اللہ عنہا کا حمل اور وضع اور رضع بھی بغیر شوہر ممکن نہیں ۔

نظیر: وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصَالُهٗ فِيْ عَامَيْنِ (لقمان) وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (احقاف) ان ہر دو آیتوں میں حمل اور وضع و رضع ہر سہ امور کو والدہ کی طرف منسوب فرما کر والد کا ذکر بھی کر دیا ہے کہ اس کے بغیر ان امور کا کوئی امکان نہیں ۔

توالد و تناسل کے سلسلہ میں عورت کا حمل اور وضع اور رضاعت مرد کی وجہ سے ہوتا ہے لہٰذا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی دوسروں کی طرح باپ ہے۔

جوابِ ۴: پھر آپ نے اس مناظرہ میں فرمایا کہ: فان ربنا صور عیسیٰ فی الرحم کیف شاء۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت و شکل اس کی ماں کے رحم میں اللہ پاک نے اسی طرح بنائی جس طرح کہ وہ دوسروں کی بنایا کرتا ہے۔ اس بیان میں گویا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کو پیش فرمایا ہے جو کہ آل عمران کے شروع میں ہے کہ: هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اپنی تخلیق میں دوسروں کے ساتھ شامل ہیں کوئی خصوصیت نہیں۔ اور ابن جریر میں محمد بن جعفر سے مروی ہے کہ لا یدفعون ذلك ولا ینکرونه کما صور غیره من بنی آدم فکیف یکون الٰھًا وقد کان بذلك المنزل۔ اس نبوی دلیل کا نہ تو وہ کوئی جواب دے سکے اور نہ اس کا انکار کر سکے۔

ان ۲، ۳، ۴ نبوی مناظرانہ جوابات سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا صحیح باپ تسلیم فرما کر عیسائیوں کا ناطقہ بند فرمایا ہے۔ یہ ہر سہ جوابات معالم و دیگر تفاسیر میں بھی موجود ہیں۔

نبوی گرامی نامہ: جو کہ شاہِ حبش کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا وہ تاریخ طبری میں یوں مروی ہے کہ: عیسی بن مریم روح الله وکلمته القاها الی مریم البتول الطیبة الحصینة فحملت بعیسی فخلقه الله من روحه ونفخه کما خلق ادم بیده ونفخه۔ مریم رضی اللہ عنہا نے اپنے زمانہ کی ہر ایک عورت سے جو رسم و رواج اور تبتل کی پابند تھی ممتاز ہو کر نکاح کیا۔ پھر اللہ پاک کے فضل و کرم سے اسے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا حمل ٹھہرا اور اللہ پاک نے اپنی پیدا کی ہوئی روح ڈال کر اسے زندہ کیا جیسے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اپنی پیدا کی ہوئی روح ڈال کر اسے زندہ کیا تھا لہٰذا ان دونوں میں سے کوئی بھی خدا یا اس کا بیٹا نہیں۔ پھر یہی تقریر آپ نے عیسائی مناظرہ میں فرمائی۔ جیسے کہ معالم وغیرہ

یکں ہے۔

سوال: مرزا صاحب قادیانی نے اس کی وفات مان کر اپنے خیال میں عیسائیوں کا ناطقہ بند کیا ہے، مگر ولادت بلے پدر اسی طرح مان کر ان کی مکمل تائید کر دی ہے۔

جواب: مرزا صاحب کو عیسائی تردید مطلوب ہوتی تو پہلے اسے لیتے مگر ان کا مطلوب یہ نہیں، انھیں تو عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کرسی مطلوب تھی جو اسے مارے بغیر مل نہیں سکتی تھی اس لیے اسے مارنا پڑا اور ولادت کو بے پدر آخر تک[۱] ہی مانتے رہے بلکہ اسے ایمانیات[۲] میں داخل فرما کر اور بھی پختہ کر دیا۔

---

[۱] جیسے کہ حقیقۃ الوحی اور چشمہ معرفت میں ہے کہ یہ دونوں آخری تصنیف ہیں۔

[۲] جیسے کہ مواہب الرحمٰن ص۷۲ میں " ذکر نبذ من عقائدنا "، کا عنوان دے کر فرمایا ہے کہ:

ومن عقائدنا ان عیسیٰ ویحیی قد ولدا علی طریق خرق العادات ولا استبعاد فی هذه الولادة ہمارا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں خرقِ عادت کے طور پر پیدا ہوئے ہیں اور اس طرح پر پیدائش میں کوئی استبعاد نہیں۔

پھر اس کی یوں تفصیل کی کہ ھو خلق عیسیٰ من غیر اب بالقدرۃ المعجزۃ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ پاک کی قدرتِ کاملہ سے بے پدر پیدا ہوئے۔

اور یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت کہا کہ فان یحییٰ ما تولد من القوی الاسرائیلیۃ البشریۃ بل من قدرۃ اللہ الفعال۔ وہ بھی (زکریاؑ) کی قوتِ بشریہ سے نہیں بلکہ محض اللہ پاک کی قدرتِ کاملہ سے پیدا ہوئے۔

پھر مزید تشریح یوں کر دی کہ وکان تولد یحیی من دون مس القوی البشریۃ وکذلک تولد عیسیٰ من دون الاب۔ یہ دونوں بزرگ مس بشری کے بغیر پیدا ہوئے، کیا خوب ہے؟ اور دانشمند ذی علموں کے قابل غور ہے اور پرلطف بات یہ ہے کہ آپ کے خلیفہ اول مولوی نورالدین صاحب نے اس ایمان کو مسترد فرمایا اور فرمایا ہے کہ قرآن و حدیث (بقیہ آگے)

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّاۤءٍ مَّهِيْنٍ

سلسلہ توالد و تناسل قائم ہوجانے کے بعد تخلیق انسانی کا ضابطۂ الٰہی

ارشادِ الٰہی افرأیتم ما تمنون (واقعہ) کی تفسیر صحیح بخاری کتاب الانبیاء میں یوں بیان کی ہے کہ ماتمنون النطفۃ فی ارحام النساء۔ مردوں کا نطفہ جو عورتوں کے رحم میں قرار پاتا ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نبوی ارشاد مروی ہے کہ مرد کا نطفہ عورت کے نطفہ کے ہمراہ اس کے رحم میں پہنچ کر جب قرار پکڑتا ہے تو رفتہ رفتہ کچھ سے کچھ ہوتا اور علقہ، مضغہ، مخلقہ اور غیر مخلقہ اور خلقاً آخر جیسے نام اور اطوار بدلتا ہوا چار ماہ تک کامل ہو کر زندہ ہوجاتا ہے۔

اور صحیح بخاری ص ۴۹۰ پارہ ۱۵ میں انسؓ سے یوں مروی ہے کہ فاذا سبق ماء الرجل ماء المرأۃ نزع الولد واذا سبق ماء المرأۃ ماء الرجل نزعت الولد، اور صحیح مسلم جلد ۱ میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی ہے کہ اذا علا ماء الرجل

(بقیہ گذشتہ صفحہ) میں اس کی کوئی صراحت موجود نہیں جیسے کہ ایک خط سے ظاہر ہے، جسے الیاس برنی نے نقل فرمایا ہے اور کتاب نور الدین ص ۱۹۳ میں یوں فرمایا کہ میں خود مدت تک یا ین کہ اسلام میرا ایمان اور میری جان ہے۔ اس بات کو مانتا رہا گو اب میں اس بات کا قائل نہیں رہا۔

اچھا ہوا کہ مولوی صاحب نے مرزائی ایمان کو چھٹی دے دی اور آپ کے خلیفہ دوم اور فرزند نے یوں فرمایا کہ "قرآن کریم کے رو سے عیسیٰ بھی مٹی سے پیدا ہوئے تھے اور ان کو کوئی غیر معمولی اہمیت حاصل نہ تھی مگر مٹی سے پیدا ہونے کے یہ معنی نہیں کہ بلا ماں باپ تھے کیونکہ جتنے لوگ ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں قرآن کریم کے محاورہ میں وہ بھی مٹی سے ہی پیدا ہوئے ہیں"۔ (تفسیر آل عمران ص ۱۲۲) اچھا ہوا کہ انھوں نے بھی مرزائی ایمان کو رخصت فرمایا، علاوہ ان کے مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے بھی اس مرزائی ایمان سے صاف طور پر نجات حاصل کرلی ہے جیسے کہ موصوف کی تفسیر میں تصریح ہے۔ (انتہیٰ)

ماء المرأة اشبہ اعمامہ واذا علا ماء المرأۃ ماء الرجل اشبہ اخوالہ۔
مرد عورت دونوں میں سے جس کا نطفہ رحم میں پہلے پہنچتا ہے یا کہ غالب ہوتا ہے، تو مولود کی شکل وصورت اس پہ ہوتی ہے۔

درمنثور میں بحوالہ ابن جریر، ابن منذر، ابن قانع، ابن مردویہ، ابن شاہین، طبرانی تاریخ بخاری رباح بن قصیرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ تیرے کیا اولاد ہے، عرض کی کہ بچہ یا کہ بچی کی امید ہے، فرمایا کہ کس کے مشابہ ہوگا، عرض کی کہ: اما ان یشبہ اباہ واما ان یشبہ امہ۔ تو آپ نے فرمایا کہ مرد کا نطفہ جب عورت کے رحم میں پڑتا ہے تو اس کی تمام نسب کا استحضار ہو جاتا ہے پھر اسے اللہ پاک جونسی صورت میں چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے فِیْٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ (انفطار)

درمنثور میں بحوالہ حکیم ترمذی، طبرانی، ابن مردویہ، اسما بیہقی، مالک بن حویرثؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی کو اللہ پاک پیدا کرنا چاہتا ہے تو میاں بیوی دونوں صحبت کرتے ہیں تو مرد کا نطفہ عورت کے رحم میں پڑ کر اس کے تمام رگ وریشہ میں اثر کرتا ہے، پھر اس کی تمام نسب کا استحضار ہو کر جونسی صورت اللہ پاک چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے، جیسے کہ ارشاد ہے: فِیْٓ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ (انفطار)

اور تفسیر ابن کثیر میں بحوالہ ابویعلی جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت ہوا کہ من این یشبہ الولد اباہ وامہ۔ بچہ اپنے ماں باپ کی شکل کیسے اختیار کرتا ہے؟ فرمایا کہ ماء الرجل ابیض غلیظ وماء المرأۃ اصفر رقیق۔ مرد کی منی گاڑھی اور سفید ہوتی ہے اور عورت کی منی پتلی اور زرد ہوتی ہے۔ ان دونوں میں سے جس کا غلبہ ہوگا اس کی شکل پہ بچہ پیدا ہوگا۔

مشکوٰۃ ص۴۸ میں بحوالہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ ام سلیمؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ عورت کو بھی کبھی احتلام ہوتا ہے، فرمایا کہ

ہاں! کیوں نہیں، بچہ جو پیدا ہوتا ہے۔ اس کی تذکیر و تانیث اور ماں یا کہ باپ کی شکل و صورت اسی بنا پر ہوا کرتی ہے جیسے کہ ابو یعلیٰ میں ہے۔

پھر دریافت ہوا کہ: ما للرجل من الولد وما للمرأة منه۔ بچہ کا کون کون سا حصہ باپ کے نطفہ سے اور کون کون سا حصہ ماں کے نطفہ سے تیار ہوتا ہے، فرمایا للرجل العظام والعروق والعصب وللمرأة اللحم والدم والشعر (ابن کثیر) مرد کے پانی سے ہڈی، پٹھے اور رگ اور عورت کے پانی سے گوشت، خون اور بال تیار ہوتے ہیں۔

اور مجمع الزوائد ص۲۴۱ جلد ۸ میں بحوالہ مسند امام احمد اور طبرانی اور بزار اور خصائص کبریٰ ص۱۹۲ جلد ۱ میں بحوالہ ہرسہ و نیز بیہقی و ابو نعیم عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من کل یخلق من نطفة الرجل ومن نطفة المرأة فاما نطفة الرجل فنطفة غليظة منها العظم والعصب واما نطفة المرأة فنطفة رقيقة منها اللحم والدم۔ میاں بیوی دونوں کے مشترکہ نطفہ سے بچہ تیار ہوتا ہے، صرف ایک کے نطفہ سے پیدا نہیں ہوتا کہ ہر ایک کا کام الگ الگ ہے، مرد کے نطفہ سے ہڈی، پٹھے (وغیرہ) اور عورت کے نطفہ سے گوشت خون (وغیرہ) پیدا ہوتے ہیں۔

اور در منثور ص۲۹۸ جلد ۶ میں بحوالہ ابن مردویہ، عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ارشاد الٰہی إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ کا مطلب یہ ہے کہ:
العظام والعصب والعروق من الرجل واللحم والدم والشعر من المرأة

اور در منثور ص۳۲۶ جلد ۹ میں بحوالہ عبدالرزاق اور ابن منذر اعمش سے مروی ہے کہ یخلق العظام والعصب من الرجل ویخلق اللحم والدم من ماء المرأة۔ سلسلہ توالد و تناسل کے بعد ہم ہر ایک انسان کو خواہ بچہ ہے یا کہ بچی، میاں بیوی کے مشترکہ نطفہ سے پیدا کرتے ہیں ایک کے نطفہ سے نہیں۔ مرد کے نطفہ سے ہڈی،

پٹھے، رگ اور عورت کے نطفہ سے گوشت، خون، بال پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح عکرمہ سے اس جگہ پہ مروی ہے کہ الظفر والعصب من الرجل واللحم والشعر من المرأۃ۔ ناخن، ہڈی، پٹھے مرد کے نطفہ سے اور گوشت، بال عورت کے نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

اور تفسیر غرائب القرآن میں ہے کہ: وقد یقال العظم والعصب من ماء الرجل واللحم والدم من ماء المرأۃ اور تفسیر مدارک میں ہے کہ: العظم والعصب من الرجل واللحم والدم من المرأۃ۔ ہڈی پٹھے مرد کے نطفہ سے اور گوشت، خون عورت کے نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں اور عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم کے حوالہ سے در منثور ص ۳۳۶ جلد ۶ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ۔ قال صلب الرجل وترائب المرأۃ لا یکون الولد الا منہما۔ مرد و عورت دونوں جمع ہو کر جب تک ملاپ نہ کریں ولد ہرگز پیدا نہیں ہوگا۔

تفسیر ابن کثیر میں ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ کی تفسیر یوں کی کہ ای یتناسلون کذلک من نطفۃ تخرج من بین صلب الرجل وترائب المرأۃ۔ سلسلہ توالد و تناسل شروع ہو کر مرد اور عورت دونوں کے نطفہ سے انسان پیدا ہوتا ہے، ایک کے نطفہ سے نہیں۔

آیۃ کریمہ "الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ" اور آیۃ کریمہ "نُطْفَةٍ اَمْشَاجٍ" اور آیۃ کریمہ "ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ" اور آیۃ کریمہ "فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا" کی تفسیر تفاسیر میں ملاحظہ فرمائیں کہ سب میں یہی بیان کیا گیا ہے بلکہ تفسیر روح البیان (سورہ حج) میں ہے کہ: ان اعظم اجزاء الانسان مخلوق من ماء الرجل۔ بچے کی پیدائش میں زیادہ تر مرد کا حصہ ہوتا ہے، جیسے کہ میں بیان کر آیا ہوں۔ اول تو احد الزوجین سے بچہ پیدا نہیں ہوتا، اچھا تو اگر ہو بھی جائے تو اس میں ایک طرف کے اجزاء ہوں گے دونوں طرف کے نہیں۔

ظاہر ہے اور متفقہ طور پر تسلیم بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہڈی، پٹھے رگ سب کچھ تھا جیسے کہ گوشت، خون اور بال تھے اور ایمان و اسلام کے پیش نظر کوئی شک وشبہ بھی نہیں تو پھر جیسے موصوف کی والدہ ہے ویسے ہی باپ بھی ہے، اس سے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔

حکایت عجیبہ؟

تفسیر فتح البیان (سورۂ دہر) میں ہے کہ: ما کان من عصب وعظم فمن نطفة الرجل وما کان من لحم ودم فمن ماء المرأة حتی زنت المرأة المرأة واجتمع الماءان فی رحم احدیهما خلق الولد بلا عظم وقد وقع ذلك فی عصر السلطان غیاث الدین فلم یدر السلطان فجمع الاطباء والعلماء فلم یدرکوا شیئاً من شانه فارسل الاستفتاء الی علماء ظفراباد فقال محمد بن الحاج انه خلق من ماء امرأتین فتفحص السلطان فظهر انه کذلك۔ تفسیر ترجمان القرآن میں اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے کہ "مرد کا پانی سفید غلیظ ہوتا ہے، اور عورت کا پانی زرد رقیق ہوتا ہے اور دونوں پانیوں سے مل کر بچہ پیدا ہوتا ہے، ہڈی پٹھے نطفہ مرد سے بنتے ہیں اور گوشت وخون وبال عورت کے پانی سے یہاں تک کہ اگر کوئی عورت کسی عورت سے زنا کرے اور رحم میں دونوں پانی جمع ہو جائیں تو بچہ بے ہڈی (مُردہ) پیدا ہوگا، عصر سلطان غیاث الدین میں ایک بار اسی طرح ہوا تھا۔ بادشاہ نے نہ جانا، اطباء وعلماء کو جمع کیا کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ علماء ظفر آباد سے استفتاء کیا محمد بن الحاج نے کہا یہ بچہ دو عورتوں کے پانی سے پیدا ہوا ہے سلطان نے جستجو کی معلوم ہوا کہ اسی طرح پہ ہوا تھا۔

باکرہ وعذراء: بکارت اور عذرہ ایک پردہ ہے جو پہلے ایام ماہواری (حیض) سے ٹوٹتا ہے، پھر اس کے بعد جماع سے ٹوٹتا ہے پھر اس کے بعد بچہ کی پیدائش

پر ٹوٹتا ہے۔ جیسے کہ نہایہ ابن الاثیر میں ہے کہ العذرۃ قبل تذھبھا الحیضۃ والوثبۃ۔ مشکوٰۃ ص۵۱۹ میں بحوالہ بخاری، مسلم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشد حیاء من العذراء فی خدرھا (الحدیث) تو اس میں خدر (پردہ) سے ظاہر ہے کہ وہ بالغ ہے اور عورت کی بلوغت حیض سے ہوتی ہے جس سے عذر ٹوٹتا ہے، پھر اس کے بعد دخول[۲] سے ٹوٹتا ہے پھر اس کے بعد وضع[۳] سے ٹوٹتا ہے۔

۱ کی بابت سدی جیسے بعض مفسروں نے وطھرك کی تفسیر بیان کی ہے کہ اسے حیض نہیں آتا تھا۔ باقی سب مفسرین اس کے حیض کے قائل ہیں اور ۲ کی شکایات نکاح کے بعد پیدا ہوئی جسے اللہ پاک نے اپنے فضل و کرم سے دور فرمایا اور ۳ کا وقت آیا۔ جسے تمام امت مسلمہ نے تسلیم کیا اور قرآن مجید اس پر ناطق ہے۔ چونکہ یہ پہلا موقع ہوتا ہے اس لیے زچہ کو ایسے موقع پر بہت تکلیف ہوتی ہے پھر اس کے بعد دیگر بچوں کے لیے اتنی تکلیف نہیں ہوتی۔

لطیفہ فقہیہ: حقیقۃ الفقہ ص۱۴۹ میں فتاویٰ عالمگیری ص۲۲۶ جلد ۵ سے منقول ہے " باکرہ عورت سے سوائے فرج کے جماع کیا اور حمل رہ گیا بایں طور کہ نطفہ اس کی فرج میں ٹپک گیا، پھر جب ایام ولادت قریب آئے تو اس کا پردہ انڈہ وغیرہ ڈال کر توڑ دیا جائے گا کیونکہ بدوں اس کے بچہ نہیں نکلے گا"

ایسی عورت کے پاس دایہ و دیگر عورتیں سب موجود ہیں لیکن فقہاء کے تجربہ کے مطابق انڈہ کا استعمال کیے بغیر بچہ پیدا نہیں ہو سکتا مگر مریم رضی اللہ عنہا نے جیسے کہ عام خیال ہے کسی مرد سے ملاپ نہیں کیا اور کوئی عورت بھی پاس نہیں اور پھر بچہ پیدا ہو رہا ہے کیا اس سے صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ شادی شدہ ہے؟ ایسے عمل کی کوئی ضرورت نہیں۔

سوال: انڈہ کے ذکر پر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بعض مرغیاں اسے بغیر مرغ کے بھی وضع کرتی ہیں تو اگر مریم رضی اللہ عنہا نے بھی بغیر شوہر بچہ پیدا کر لیا تو کیا حرج ہے؟

جواب[1] : کوئی مُرغی ایسی بھی ہوتی ہے جو مرغ کی اذان سن کر یا اسے دور سے دیکھ کر تخیل پیدا کرتی ہے تو اس کے غلبہ سے یہ صورت پیدا ہو جاتی ہے تو کیا مریم رضی اللہ عنہا نے اپنی عفت کے خلاف ایسا کیا تھا ؟ بعض کا خیال ہے کہ ہاں ایسا کیا تھا چنانچہ تفسیر بیضاوی میں ہے کہ : اتاھا جبرئیل متمثلا بصورۃ شاب امرد سوی الخلق لتستأنس بکلامہ ولعلہ لیھیج شھوتھا فتحدر نطفتہا الی رحمھا اور تفسیر مدارک میں ہے کہ : تمثل لھا فی صورۃ آدمی شاب امرد وضیئ الوجہ جعد الشعر۔ جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسّلام ایک بے ریش گنگرالے بال خوبصورت نوجوان لڑکے کی شکل میں مریم رضی اللہ عنہا کے پاس آیا تھا تاکہ وہ جنسی خیال سے اس کی طرف خوب نظر دوڑا کر دیکھے اور ہیجان سے اس کا نطفہ اس کے رحم میں پہنچ کر حمل ٹھہر جائے ، کیا خوب ہے ؟

فرشتہ نے بھیس بدلا اور وہ بھی عورت کا نہیں ، مرد کا ، بوڑھے کا نہیں بلکہ جوان کا اور معمولی شکل نہیں بلکہ خوبصورت اور بال گنگرالے تاکہ عفیفہ کے دل میں اس کی امنگ پیدا ہو کر مذکورہ صورت پیدا[1] ہو جائے ۔

ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ شریعت طاہرہ کے خلاف ہے جیسے بیان کیا گیا ہے اگرچہ ابوالسعود نے اس کی تردید کر دی ہے ، مگر تعجب ہے کہ یہ سب کچھ تسلیم کر لیا ہے مگر شادی

---

[1] یہ سب کچھ کر لیا تو باقی کام کی کیا روک تھی ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرشتوں کو انسانی شکل میں دیکھ کر ان کی خدمت میں کھانا رکھا مگر انھوں نے نہیں کھایا کہ حقیقت بشری نہیں پھر لوط علیہ الصلوٰۃ والسّلام بھی خائف ہوئے کہ یہ مہمان ہیں اور قوم بدکار ہے مگر وہ فرشتے تھے تو آگاہ فرمایا۔ انا رسل ربک لن یصلوا الیک (ھود) ہم بظاہر انسان ہیں حقیقت بشری نہیں ۔ یہ سب علماء کو مسلم ہے کہ فرشتہ انسانی شکل بدل کر حقیقت بشری میں نہیں آجاتا ۔ مگر معلوم نہیں کہ یہاں پر انھوں نے فرشتہ کو بد ارادہ پر کیوں مشتعل کرایا اور معصومہ اگر اسے فرشتہ جانتی تھی تو وہ کیسے مشتعل ہوئی اور اگر سچ مچ اُسے غیر شوہر انسان سمجھا تھا تو وہ پاک کیسے رہی ؟ (اثری)

تسلیم نہیں کی، کیا خوب ہے؟

جواب ۲: حیاۃ الحیوان ص۲۹ جلد ۱ میں ہے کہ: وَھذا النوع من البیض لا یتولد منہ حیوان۔ ایسے انڈوں سے جو مرغ کے بغیر پیدا ہوں کوئی زندہ بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام تو اس کے خلاف زندہ پیدا ہوئے، جوان ہوئے اور صاحب نبوت ہوئے، کہ باپ ہے۔

حکایت عجیبہ ۱: شیخ محی الدین ابن عربی کی "فصوص الحکم" کے ترجمہ میں مناقب غوثیہ سے منقول ہے کہ "جب آپ کے والد کا سن پچاس برس کا ہوا اور کوئی اولاد نہیں ہوئی تو آپ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کے واسطے عرض کیا، حضرت نے دعا فرمائی الہام ہوا کہ ان کے اولاد نہیں ہو سکتی، ہاں اگر کوئی دوسرا شخص اپنی اولاد ان کو ہبہ کر دے تو ممکن ہے حضرت غوث الاعظمؒ نے حضرت علی بن محمد سے فرمایا کہ میرے صلب میں ایک لڑکا ہے میں نے تم کو دے دیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ امتِ محمدیہ میں جلیل القدر ولی ہوگا اور جب وہ پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھنا۔ حضرت علی بن محمد اپنے گھر واپس آئے تو اس شب کو آپ کی زوجہ حاملہ ہوئی ایام حمل گزرنے کے بعد حضرت محی الدین ابن عربی پیدا ہوئے[۱] آپ کے والد حضرت غوث الاعظمؒ کے پاس آپ کو لے گئے، حضرت غوث الاعظمؒ نے فرمایا کہ یہ میرا لڑکا ہے اور انشاء اللہ ولی ہوگا اور ایسا ہی ظہور میں آیا۔"

کسی غیر شوہر کی پشت سے اس کے بچہ کا مواد خارج ہو کر کسی دوسرے کی بیوی کے رحم میں چلا جانا اگرچہ کرامت کے طور پہ بیان کیا گیا مگر ہمارے خیال میں یہ دونوں کے لیے کوئی اچھا کام نہیں۔

ایسے مواقع پہ یاس کن خیالات یا کہ حالات پیدا ہوں تو دعا اور دوا سے کام لیا جائے تو اللہ تعالیٰ یاس کو امید سے بدل سکتا ہے اور دوائے طبیب اور دعائے بزرگ کے کامیاب ثابت ہونے پر ان کا شکریہ ہے اور بچہ اپنے باپ کا ہے ورنہ بصورت دیگر پیراں دتا یا کہ گڑاں دتا ہوگا۔

---

۱ یہ واقعہ تذکرہ غوثیہ ص ۲۹۲ پر ملاحظہ کریں (منظر شاقی)

حکایت عجیبہ[2] : دعوت دہلی بابت ۲۲ دسمبر ۱۹۶۲ء اور ایشیا لاہور بابت ۹ ۱۲،
جنوری ۱۹۶۳ء طلوع السلام لاہور بابت مارچ ۱۹۶۳ء اور تجلی دیوبند بابت مارچ
اپریل ۱۹۶۳ء اور فاران کراچی و دیگر اخبارات میں مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم
دیوبند (سہارنپور) کا بیان موصوف کی شائع کردہ کتاب "اسلام اور مغربی تہذیب" سے
منقول ہو کر مفصل طور پر شائع ہوا ہے جس کا نہایت اختصار کے ساتھ خلاصہ یہ ہے کہ
جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس بشر اً سویًا کی صورت میں ہو کر مریم رضی اللہ عنہا کے فرج
میں پھونک ماری تھی وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ تھی [1]

یہ سب کچھ ہوا، کوئی حرج نہیں (معاذ اللہ) مگر شرعی نکاح نہیں ہونے دیا۔ جو کہ
بحسب ارشاد الٰہی وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا
وَذُرِّيَّةً (رعد) تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت مطہرہ ہے،
کیا خوب ہے!

لبن الفحل : ایک شرعی مسئلہ ہے جو کہ کتب حدیث میں منصوص ہے۔ جمع الفوائد
(۱۲۱ جلد ۱) میں بحوالہ مؤطا امام مالکؒ اور ترمذی مروی ہے کہ ایک شخص کی دو عورتیں ہیں ایک نے
کسی کے بچہ کو اور دوسری نے کسی کی بچی کو دودھ پلایا تو کیا اس بچی، بچہ کا باہم نکاح ہو سکتا
ہے تو عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ نہیں کیونکہ اللقاحؐ واحد مرکز دودھ (شوہر) ایک ہے۔
جس کے جماع اور امناء کی وجہ سے دودھ پیدا ہوتا ہے۔

اسی طرح پر دیگر کتب حدیث میں اس کی پوری پوری تفصیل موجود ہے کہ جماع کی وجہ
سے دودھ پیدا ہوتا ہے۔

اور جیسے کہ نبوی مناظرہ میں ہے کہ مریم رضی اللہ عنہا نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو دودھ پلایا ہے تو پھر اس کا شوہر ثابت ہوا۔

---

[1] تفصیل کے لیے موصوف کی کتاب "اسلام اور مغربی تہذیب" ملاحظہ ہو

[2] نر[1] اور مادہ[2] کا باہم ملاپ اور ء[1] کی پشت سے پانی خارج ہو کر ء[2] کے رحم میں ٹپکنا مراد ہے۔ (رازی)

صحیح بخاری باب لبن الفحل میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ افلح کی بھاوج نے مجھے دودھ پلایا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے میرا رضاعی چچا ٹھہرایا، میں نے اعتراض بھی کیا کہ افلح کا اس سے کیا واسطہ، فرمایا کہ نہیں، یہ تیرا رضاعی چچا ہے۔

اس پہ فتح الباری ص۱۵۰ پارہ ۲۱ میں حافظ صاحب نے فرمایا ہے کہ: والی هذا اشار ابن عباسؓ بقوله فی هذا المسئلة اللقاح واحد اخرجه ابن ابی شیبة وایضا فان الوطاء یدر اللبن فللفحل فیه نصیب وذهب الجمهور من الصحابة والتابعین وفقهاء الامصار کالاوزاعی فی اهل الشام والثوری وابی حنیفة فی اهل الکوفة وابن جریج فی اهل مکة ومالك فی اهل المدینة والشافعی واحمد واسحق وابی ثور واتباعهم الی ان لبن الفحل یحرم وحجتهم وهذا الحدیث الصحیح۔ عبداللہ بن عباسؓ نے اللقاح واحد فرما کر اس مسئلہ پر خوب روشنی ڈالی ہے (جسے میں پہلے بیان کر آیا ہوں)، نیز فرمایا کہ مرد کے جماع کی وجہ سے ہی تو عورت کو دودھ پیدا ہوتا ہے۔ جس سے جماع نہیں ہوا اس سے نہ بچہ پیدا ہوتا ہے اور نہ دودھ اترتا ہے، تمام صحابہ کرام اور تابعین عظام اور دیگر شہروں کے فقہاء کا بھی مسلک ہے چنانچہ شامیوں میں امام اوزاعیؒ اور کوفیوں میں امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اور امام ثوریؒ اور مکہ مکرمہ میں امام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریجؒ اور مدینہ طیبہ میں امام مالکؒ، امام شافعیؒ امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ اور امام ابو ثورؒ و نیز دیگر ائمہ کرام لبن الفحل کا اس حدیث کی بنا پہ اعتراف کرتے ہیں اور یہ حدیث صحیح مسلم و دیگر کتب حدیث میں بھی موجود ہے۔

اور نہایہ ابن الاثیر میں ہے کہ: ان لبن الفحل یحرم یرید بالفحل الرجل تکون له امرأة ولدت منه ولدا ولها لبن فکل من ارضعته من الاطفال بهذا اللبن فهو محرم علی الزوج واخوته واولاده منها ومن غیرها لان اللبن للزوج حیث هو سببه وهذا مذهب الجماعة۔ لبن الفحل کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی عورت نے بچہ جنا اور اسے دودھ اترا تو وہ کسی دوسرے کے بچہ کو دودھ

پلائے تو وہ اس کی نسب کی طرح اماں اور اس کا شوہر نسب کی طرح اس کا باپ اور اس کے بھائیوں اور اس کی اولاد کا رشتہ بھی اس سے نسب کی طرح ہو جاتا ہے کیونکہ عورت کا (بچہ جیسے کہ شوہر کے جماع کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے ویسے ہی) دودھ (بھی) شوہر کے جماع کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ نے کتاب الام ص۲۵ جلد۵ میں فرمایا ہے کہ فاللبن للرجل والمرأۃ کما یکون الولد للرجل والمرأۃ۔ جیسے کہ بچہ زوجین کے ملاپ سے پیدا ہوتا ہے اس کے بغیر نہیں ایسے ہی دودھ بھی دونوں کے ملاپ سے پیدا ہوتا ہے اس کے بغیر نہیں۔ اور قریب قریب سب آئمہ کرام کا بھی مسلک یہی ہے اور کتب حدیث اور شروح میں بھی اسی طرح پر بیان کیا گیا ہے، لہٰذا جب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا ہے تو ان کا باپ اور اس کا شوہر ثابت ہوا۔

سوال: جامع البیان میں ہے کہ مریم رضؓ نے اپنی اماں کا دودھ نہیں پیا تھا اللہ پاک جنت سے رزق پہنچاتا رہا ہے، ہو سکتا ہے کہ اس کے بیٹے نے بھی اسی طرح پر اپنی اماں کے دودھ کے بغیر ہی پرورش پائی ہو گی۔

جواب: یہ سب مجوبہ پسندی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں عیسائیوں کے نبوی مناظرہ میں بیان کر آیا ہوں کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اماں کا دودھ پیا ہے۔ مسند امام احمد میں خیثمہ سے مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ اس کی گود میں پیا ہے۔

الجواب الفسیح لما لفق عبد المسیح ص۲۳۶ جلد ۳ میں حافظ ابن قیمؒ کی اغاثۃ اللفہان سے جو اشعار منقول ہیں ان میں سے ایک شعر یہ بھی ہے ؎

وشق الفرج مولوداً صغیراً ضعیفاً فاتحاً للثدی فاہ

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی والدہ کے رحم میں اسی طرح ٹھہرے رہے جس طرح دیگر بچے ٹھہرتے ہیں۔ اور اس راہ سے پیدا ہوئے جس راہ سے دیگر بچے پیدا ہوتے ہیں اور اسی طرح اپنی ماں کی گود میں دودھ پیا ہے جیسے کہ دیگر بچے اپنی اپنی ماں کی گود

میں دودھ پیا کرتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی کوئی خصوصیت نہیں۔

اللہ پاک کا طرزِ بیان

قرآن مجید میں عموماً اور خصوصاً والدین کا ذکر صریحاً آیا ہے اور کسی جگہ صرف والد کا ذکر ہے اور کسی جگہ صرف والدہ کا ذکر ہے اور کسی جگہ ماں باپ دونوں میں سے کسی ایک کا ذکر بھی نہیں، صرف ولد کے نام پر اکتفاء فرمایا ہے۔

اب میں ذیل میں ان آیات کریمات کو درج کرتا ہوں جن میں اللہ پاک نے یہ طرز اختیار فرمایا ہے۔

والدین: وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ (عنکبوت[1]، لقمان[2]، احقاف[3]) وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (بقرہ[4]۔ نساء[5]۔ انعام[6]۔ بنی اسرائیل[7]) اَلْوَصِیَّۃُ لِلْوَالِدَیْنِ (بقرہ[8]) وَالْوَالِدَیْنِ (نساء[9]) اَلْوَصِیَّۃُ لِلْوَالِدَیْنِ (بقرہ[10]) وَلِاَبَوَیْهِ (نساء[11]) وَوَرِثَهٗ اَبَوَاهُ (نساء[12]) فَكَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنَیْنِ (کہف[13]) قَالَ لِوَالِدَیْهِ (احقاف[14]) وَلِوَالِدَیَّ (ابراھیم[15]۔ نوح[16]) وَعَلٰی وَالِدَیَّ (نمل[17]، احقاف[18]) وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ (یوسف[19]) اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ (یوسف[20]) بَرًّا بِوَالِدَیْهِ (مریم[21]) وَلِوَالِدَیْكَ (لقمان[22]) اُمِّهٖ وَاَبِیْهِ (عبس[23]) مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا (مریم[24]) لَا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْئًا (لقمان[25]) وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ (بلد[26]) جَاهَدَاكَ فَلَا تُطِعْهُمَا (عنکبوت[27] ـ لقمان[28]) وَصَاحِبْهُمَا (لقمان[29]) كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا وَلَا تَنْهَرْهُمَا۔ وَقُلْ لَّهُمَا۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا۔ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ (بنی اسرائیل[30]) دَعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا۔ فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا۔ فِیْمَآ اٰتٰهُمَا۔ جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ۔ (اعراف[31]) وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً (نساء[32]) اِحْدٰهُمَا (بنی اسرائیل[33])

اس ضابطہ سے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام علیحدہ نہیں جیسے کہ انجیل میں ہے کہ وہ بارہ برس[34]

کے تھے اور اپنے والدین کے ہمراہ ایک سفر میں تھے کہ قافلہ سے بچھڑ گئے اور ماں باپ نے واپس ہوکر انھیں تلاش کیا تو مل گئے جیسے کہ لوقا باب ۲ میں ہے کہ:

"اس کی ماں نے اس سے کہا بیٹا تو نے کیوں ایسا کیا دیکھ تیرا باپ اور میں کڑھتے ہوئے تجھے ڈھونڈتے تھے۔"

عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ تو اپنا شوہر اور اس کا باپ بتا رہی ہیں اور باپ بیٹا بھی دونوں اسے تسلیم فرما رہے ہیں مگر صدیوں بعد لوگوں نے انھیں بے پدر بتایا اور آپ کی والدہ کو بے شوہر بنایا۔ کیا خوب ہے!

والد: أَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ (قصص[45]) إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ (قصص[46]) وَجْهُ أَبِيكُمْ (يوسف[47]) وَجْهُ أَبِي (يوسف[48]) يَأْذَنَ لِي أَبِي (يوسف[49]) قَالَ أَبُوهُمْ (يوسف[50]) أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ (يوسف[51]) إِنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ (يوسف[52]) إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ (يوسف[53]) يَا أَبَانَا مَا لَكَ (يوسف[54]) يَا أَبَانَا ذَهَبْنَا (يوسف[55]) يَا أَبَانَا مَا نَبْغِي (يوسف[56]) يَا أَبَانَا إِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ (يوسف[57]) يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا (يوسف[58]) ارْجِعُوا إِلَى أَبِيكُمْ (يوسف[59]) قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ (يوسف[60]) جَاءُوا أَبَاهُمْ عِشَاءً (يوسف[61]) سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ (يوسف[62]) إِلَى أَبِيهِمْ (يوسف[63]) مِنْ أَبِيكُمْ (يوسف[64]) إِلَى أَبِينَا (يوسف[65]) كَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا (كهف[66]) قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ (انعام[67]) قَالَ لِأَبِيهِ (مريم[68]۔ انبياء[69]۔ صافات[70]) قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ (ممتحنه[71]) اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ (توبه[72]) يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ (مريم[73]) يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي (مريم[74]) يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ (مريم[75]) يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ (مريم[76]) يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ (يوسف[77]) يَا أَبَتِ هَذَا تَأْوِيلُ (يوسف[78]) يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ (قصص[79]) يَا أَبَتِ افْعَلْ (صافات[80])

یوحنا باب ۶ میں یہودیوں کا بیان یوں ہے کہ:

"کیا یہ یسوع یوسف کا بیٹا نہیں؟"

اور یوحنا باب ۱ میں ہے کہ:

" وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے "

اور متی باب ۱۳ میں ہے کہ:

" کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں ؟ "

اس وقت تو عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی بے پدری کا کسی کو بھی کوئی خیال نہیں یہ خیال تو صدیوں بعد پیدا ہُوا ہے، جو کہ موصوف کی شان ارفع و اعلیٰ کے خلاف ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائی مناظرہ میں مریمؑ کے حمل کو جائز حمل ٹھہرایا ہے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو اپنے باپ کے مشابہ بتایا ہے جو کہ آپ کی شان کے لائق ہے۔

والدہ: اَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی (قصص[81]) وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی
فٰرِغًا (قصص[82]) اَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّکَ (طٰہٰ[83]) فَرَجَعْنٰکَ اِلٰٓی اُمِّکَ (طٰہٰ[84])
فَرَدَدْنٰہُ اِلٰٓی اُمِّہٖ (قصص[85]) اِنَّا رَآدُّوْہُ اِلَیْکِ (قصص[86]) وَجَعَلْنَا ابْنَ
مَرْیَمَ وَاُمَّہٗٓ اٰیَۃً (مومنون[87]) وَجَعَلْنٰھَا وَابْنَھَآ اٰیَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (انبیاء[88])
قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (صف[89]) قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ
(صف[90]) قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَآ (مائدہ[91]) اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ
مَرْیَمَ (نساء[92]) یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ھَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّکَ (مائدہ[93]) اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ
الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ (مائدہ[94]) یُّھْلِکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ (مائدہ[95]) مَا الْمَسِیْحُ
ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ (مائدہ[96]) وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ (بقرہ[97][98])، اِنَّمَا
الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ (نساء[99]) وَالْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ (توبہ[100]) وَقَفَّیْنَا عَلٰٓی
اٰثَارِھِمْ بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ (مائدہ[101]) لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ،
(مائدہ[102]) اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ (نساء[103]) یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْ
نِعْمَتِیْ (مائدہ[104]) اسْمُہُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ (آل عمران[105]) وَلَمَّا ضُرِبَ
ابْنُ مَرْیَمَ (زخرف[106]) وَبَرًّا بِوَالِدَتِیْ (مریم[107]) وَاُمِّیَ (مائدہ[108]) وَالِدَتِکَ
(مائدہ[109]) وَاُمُّہٗ صِدِّیْقَۃٌ (مائدہ[110]) وَاُمَّہٗ (مائدہ[111]) یٰعِیْسَی ابْنَ

مَرْيَمَ أَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ (مائدہ)۱۱۲ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ (مریم)۱۱۳ حَمَلَتْهُ
اُمُّهٗ (لقمان۔ احقاف)۱۱۴ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ (نساء)۱۱۵ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ (نساء)۱۱۶ ۱۱۷
اِحْدٰهُمَا (بنی اسرائیل)۱۱۸

ولد: قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ (لقمان)۱۱۹ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ (لقمان)۱۲۰ يٰا
بُنَيَّ اِنَّهَا (لقمان)۱۲۱ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ (یوسف)۱۲۲ يٰبُنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا
(یوسف)۱۲۳ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا (یوسف)۱۲۴ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ (یوسف)۱۲۵ اِحْدَى
ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ (قصص)۱۲۶ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِيْ (حجر۔ هود)۱۲۷ ۱۲۸ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ
مِنْ حَقٍّ (هود)۱۲۹ قَالَ لِبَنِيْهِ (بقرہ)۱۳۰ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ (هود)۱۳۱ وَنَادٰى
نُوْحُ اِبْنَهٗ (هود)۱۳۲ يٰبُنَيَّ اِنِّيْۤ اَرٰى فِي الْمَنَامِ (صافات)۱۳۳ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ
بِاللّٰهِ۔ لقمان)۱۳۴ وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ (ابراهیم)۱۳۵ بَنِيْهِ (بقرہ)۱۳۶ ذُرِّيَّتَ
مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ (بنی اسرائیل)۱۳۷ فِيْ ذُرِّيَّتِهٖ (عنكبوت)۱۳۸ فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا
(حدید)۱۳۹ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ (بقرہ)۱۴۰ يٰا بُنَيَّ (بقرہ)۱۴۱ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ (احقاف)۱۴۲
ذُرِّيَّتَهٗ (صافات)۱۴۳ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا (صافات)۱۴۴ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا (بقرہ)۱۴۵
ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً (آل عمران)۱۴۶ ذُرِّيَّتَهَا (آل عمران)۱۴۷ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ
(انعام)۱۴۸ وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ (طور)۱۴۹ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (طور)۱۵۰
ذُرِّيّٰتِهِمْ (انعام)۱۵۱ فِيْ ذُرِّيَّتِهِ (عنكبوت)۱۵۲ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ (ابراهیم)۱۵۳

سے ۱ سے ۴۴ تک ماں باپ کا ذکر ہے اور ۴۵ سے ۸۰ تک صرف باپ کا ذکر ہے اور ۸۱ سے ۱۱۸ تک صرف ماں کا ذکر ہے اور ۱۱۹ سے ۱۵۳ تک صرف اولاد کا ذکر ہے اور ۱۱۵ مشترک ہے اور بے شمار آیتوں کو میں نے طوالت کی وجہ سے چھوڑ بھی دیا ہے۔

جہاں ماں باپ کا ذکر ہے وہاں پر دونوں کے ذکر کی ضرورت ہے اور جہاں احد الطرفین کا ذکر فرما کر دوسری طرف کو حذف فرمایا ہے تو وہاں پر مذکور سے کام ہے، دوسری جانب کا ذکر مطلوب نہیں یا وہ فوت شدہ ہے اور جہاں ماں حذف ہے وہاں پر یہ لازم نہیں آتا کہ یہ صرف باپ سے پیدا شدہ ہے ماں کوئی نہیں اور جہاں باپ حذف ہے،

وہاں پہ یہ لازم نہیں آتا کہ یہ صرف ماں سے پیدا شدہ ہے۔ باپ کوئی نہیں۔

اللہ پاک نے فرمایا کہ: يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ (زمر) اور کہ وَإِذْ أَنتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ (نجم) اور کہ إِنْ أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا اللَّائِي وَلَدْنَهُمْ (مجادلہ) تم لوگ اپنی اپنی ماؤں کے پیٹوں سے پیدا ہوتے ہو، کیا باپ اس میں شامل نہیں، ضرور ہے مگر ذکر نہیں کہ اس جگہ اس کی ضرورت نہیں۔

ہود، صالح، لوط، ادریس، ایوب، شعیب، داؤد، الیاس، الیسع، ذکریا علیہم الصلوٰۃ والسلام جیسے بزرگوں کے ماں باپوں کا کوئی ذکر نہیں فرمایا تو کیا یہ اثنائے سلسلہ توالد وتناسل میں ماں باپ کے بغیر ہی پیدا ہوتے تھے ہرگز نہیں سب کے ماں باپ تھے مگر ان کا ذکر نہیں فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں۔

میاں بیوی یا کہ نر مادہ دونوں جوڑا ہے

متی باب ۱۹ میں ہے کہ: اس نے ابتداء ہی سے انہیں مرد اور عورت بنا کر کہا۔"

اور مرقس باب ۱۰ میں ہے کہ" خلقت کے شروع سے اس نے انہیں مرد اور عورت بنایا۔"

اور پیدائش باب ۳ میں ہے کہ:

۱۔" اس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے حمل میں تیرے درد کو بہت ہی بڑھاؤں گا اور درد سے تو لڑکے جنے گی اور خصم کی طرف تیرا شوق ہوگا اور وہ تجھ پہ حکومت کرے گا۔"

اور پیدائش باب ۷ میں ہے کہ:

۲" سب پاک جانداروں میں سے سات سات نر اور ان کی مادہ اور ان میں سے جو پاک نہیں' دو دو نر اور ان کے مادہ اپنے پاس لے اور آسمان کے پرندوں میں سے بھی جو پاک ہیں، سات سات نر اور مادہ تاکہ تمام زمین پر ان کی نسل باقی رہے۔"

۱ میں اظہار فطرت ہے کسی جرم کی سزا نہیں جیسے کہ حوا اور مریم کو صورت پیش آئی ویسے ہی سب عورتوں کا حال ہے۔

سا کو قرآن مجید نے جامع لفظوں میں فرمایا ہے کہ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِن كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ (ھود) فَاسْلُكْ فِيهَا مِن كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ (مومنون) اپنے یہاں کی ضرورت کے مطابق جوڑا جوڑا سوار کرا لے تاکہ بعد میں دیگر مقامات سے ان کے حصول میں تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دنیا بھر کے جانور پکڑتے پھرو، پھر انھیں محفوظ کرو اور ان کی خوراک کا انتظام کرو کہ یہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا (بقرہ) اور کہ انسان کا علم بھی تمام جانوروں پر حاوی نہیں وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ (مدثر) سیلاب آتے ہیں اور دور دور علاقوں تک مؤثر بھی ہوتے ہیں۔ پھر سیلاب کے ختم ہونے زمین خشک ہونے پر چیونٹیاں چلتی ہوئی نظر آتی ہیں، اللہ پاک کے نظام میں انسانی امداد کی کوئی ضرورت نہیں۔

زوجین: خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا (نساء[1]) ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا (زمر[2]) اُسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ (بقرہ[3]) إِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ (طٰہٰ[4]) لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ (نمل[5]) اِمْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ (تحریم[6]) وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ (ھود[7]) فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ (ذاریات[8]) هٰذَا بَعْلِي شَيْخًا (ھود[9]) إِلَّا امْرَأَتَهُ (حجر[10]، عنکبوت[11]، نمل[12]) إِلَّا امْرَأَتَكَ (عنکبوت[13]، ھود[14]) لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ (یوسف[15]) قَالَتِ امْرَأَةُ الْعَزِيزِ الْآنَ (یوسف[16]) امْرَأَةُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا (یوسف[17]) مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا (یوسف[18]) أَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ (یوسف[19]) امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ (قصص[20]، تحریم[21]) سَارَ بِأَهْلِهِ (قصص[22]) قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا (طٰہٰ[23]، نمل[24]، قصص[25]) وَامْرَأَتِي عَاقِرًا (مریم[26]) أَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ (انبیاء[27]) وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ (لھب[28]) تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا (مجادلہ[29]) يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنكُنَّ (احزاب[30]) يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ (احزاب[31]) إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ (احزاب[32]) وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ (احزاب[33])۔

اَنَّا وَاحِدٌ مِّنْ بَعْدِہٖ (احزاب ۳۴) قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ (احزاب ۳۵) قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ (احزاب ۳۵) قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ (احزاب ۳۶) اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ (الاحزاب ۳۷) زَوَّجْنٰكَهَا (احزاب ۳۸)

یہ وہ مقامات ہیں جن میں میاں بیوی دونوں کا ذکر ہوا ہے اور ارشادِ الٰہی یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى (حجرات) وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى (نجم) فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى (قیامہ) یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ (اعراف) یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ (بقرہ، طٰہٰ صف) کی بنا پر جو عام تام طور پر ذکر ہوا ہے وہ بے شمار ہے جسے میں نے چھوڑ دیا ہے۔

مکالمات و مخاطبات

مکالمہ [۱]: درمنثور ص۳۰۲ جلد ۲ میں بحوالہ ابن جریر ابن ابی حاتم ابن مردویہ عبداللہ بن عباسؓ سے اور خصائص الکبریٰ ص۱۴۹ جلد ۱ میں بحوالہ بیہقی موسیٰ بن عقبہؓ سے اور دلائل النبوہ ص ابونعیم [۱] میں عروہ بن زبیرؓ سے جو مروی ہے کہ جعفر طیارؓ و نیز دیگر صحابہ کرامؓ نے نجاشی شاہ حبش کے دریافت کرنے پر کہ آپ کے مرشد کا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ و السّلام اور اس کی والدہ ماجدہ کی بابت کیا خیال ہے۔ جواب دیا کہ وہ اللہ پاک کا بندہ اور اس کا رسول ہے اور کلمہ ہے اور روح ہے اور کہ اس کی ماں پاکیزہ ہے عذراء ہے اور بتول ہے۔

اور مستدرک ص۲۱۰ حاکم جلد ۲ میں ابوموسیٰؓ سے یوں زائد بھی ہے کہ لم یقربھا بشر۔

---

[۱] اس میں احصان کا لفظ زائد ہے جو دیگر مجولہ کتب میں نہیں کہ اس نے اپنی عفت کے لیے شادی کی تھی اور قاموس میں ہے کہ وامراۃ حصان کسحاب عفیفۃ او متزوجۃ اور دیگر کتب لغات میں بھی اسی طرح پر مرقوم ہے۔ (اثری)

اور درمنثور ص۲۲۸ جلد ۲ میں بحوالہ دلائل بیہقی عبداللہ بن مسعودؓ سے یوں مروی ہے کہ لم یمسسہا بشر۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے۔

عذراء اور باکرہ کی بابت تو میں پہلے عرض کر آیا ہوں اور کہ اللہ پاک نے ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبْکَارًا (تحریم) فرما کر بکر کے عوض بکر اور ثیب کے بدلہ ثیب کا وعدہ فرمایا ہے، اب کیا وہ بکر اب تک بکر ہے جس کے عوض دوسری بکر آرہی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جس کی پہلی شادی ہوتی ہے اسے بکر ہی کہا جاتا ہے۔ جس کی دوسری ہے وہ ثیبہ ہے۔

اب رہا لفظ بتول تو اس کی بابت درمنثور ص۲۳ جلد ۲ میں بحوالہ ابن ابی شیبہ، ابن جریر فاطمۃ الزہراؓ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: انت سیدۃ نساء اھل الجنۃ الا مریم البتول مریمؑ (بھی تیرے جیسی) بتول ہے اور جنت کی عورتوں پر سردار ہے اور اس کے بعد تیرا درجہ ہے اور مولانا وحید الزماں صاحب نے لغات الحدیث ص۱۰ جلد ۱ "باب الباء مع التاء" میں یہ حدیث بیان فرمائی ہے کہ: انا سمعناك یا رسول الله تقول ان مریم بتول وان فاطمة بتول ما البتول فقال البتول التی لم ترحمرۃ قط۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ مریم بتول ہے اور فاطمہ بتول ہے، بتول کے کیا معنی ہیں فرمایا وہ عورت جس نے حیض کی سرخی کبھی نہیں دیکھی؟!

مولوی صاحب کے ترجمہ کے مطابق ان دونوں کو کبھی حیض نہیں آیا مگر یہ ترجمہ غلط ہے اور حدیث نبوی کے خلاف ہے کہ: فان ذلك شیء کتبه الله علی بنات آدم رواه البخاری حیض تمام عورتوں کے لیے مقدر ہے بلکہ صحیح بخاری میں معلقاً اور مسند عبد الرزاق میں موصولاً عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ اسرائیلی عورتوں کو بھی حیض

لہ یہ ترجمہ سید علی حائری شیعہ نے اپنی تفسیر لوامع التنزیل میں کیا ہے انھیں معلوم نہیں کہ حیض عورت کے لیے مبارک ہے چنانچہ اس پر ایک مسودہ میں نے بنام "فیض الباری فی الحیض الجاری" تیار کیا ہے جسے شاید میں شائع کروں۔ (راشدی) (مذکورہ رسالہ چھپ گیا ہے) نظر ثانی

سید علی حائری کا یہ ترجمہ درست نہیں ہے۔ نظر ثانی)

آتا تھا جس سے صاف ظاہر ہے کہ مریمؑ کو بھی حیض آتا تھا کہ وہ بھی اسرائیلی ہے۔

صحیح ترجمہ حمراہ کا وہ ہے جو اس کتاب کے ص۱۳۵ "باب الحاء مع المیم" پر درج ہے کہ وہ نادان نہیں کہ بلا وجہ اور بے حد عفیفتا ک ہو جیسے کہ نبوی ارشاد ہے کہ "اماراٰیتہم الی حمرۃ عینیہ و انتفاخ اوداجہ الحدیث عزاہ المنذری الی الترمذی۔ یا پھر انھوں نے زعفران بطور خوشبو اور سونا بطور زیور استعمال نہیں کیا جیسے کہ اسی کتاب کے ص۱۳۵ باب مذکور میں درج ہے۔

نہایہ ابن الاثیر اور مجمع البحار اور قاموس اور لسان میں ہے کہ سمیت فاطمۃ البتول لانقطاعھا عن نساء زمانھا فضلا و دینا وحسبا و قیل لانقطاعھا عن الدنیا الی اللہ تعالیٰ اور اساس البلاغہ میں ہے۔ قیل لفاطمۃ تشبیھا بھا فی المنزلۃ عند اللہ البتول۔ عورتوں میں ممتاز تھی اور ان سے علیحدہ ہو کر اللہ پاک کی طرف متوجہ رہی یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس نے شادی نہیں کی۔ اہلِ لغت نے جیسے کہ قاموس وغیرہ میں ہے اس لفظ پہ مریمؓ اور فاطمہؓ دونوں کا ذکر فرمایا ہے اور تفریق بھی کر دی ہے مگر وہ تفریق رائج خیال کی بناء پر ہے قرآن وحدیث اور لغت کی بنا پر نہیں۔ قرآن مجید میں "وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا" (مزمل) وارد ہوا ہے تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ شادی سے احتراز کرو حالانکہ شادی کیا بلکہ اولاد بھی ہو چکی ہوتی ہے ٹھیک مطلب وہی ہے جو صرف لغت کی رُو سے مفرداتِ راغب اور نہایہ ابن الاثیر اور اساس البلاغہ زمخشری اور صحاح جوہری اور قاموس فیروز آبادی میں ہے۔

نیز فائق زمخشری اور نہایہ ابن الاثیر اور مجمع البحار میں حذیفہؓ سے مروی ہے کہ اقیمت الصلوٰۃ فتدافعوھا فابوا الا تقدیمہ فلما سلم قال لتبتلن لھا اماما او لتصلن وحدانا معناہ لتنصبن لکم اماما ولتقطعن الامر بامامتہ جماعت کے وقت کبھی کسی کو اور کبھی مجھے کھڑا کر دیا جاتا، ایک مرتبہ میں نے نماز پڑھ کر کہہ دیا کہ بھائی روزانہ اسی طرح پہ ٹھیک نہیں اپنے

قطعی فیصلہ سے کسی ایک کو امام مقرر کر دو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لفظ ترک نکاح سے مخصوص نہیں بلکہ اس کے خلاف اس سے نکاح کی بابت قطعی فیصلہ مراد ہے کہ میں قید نکاح میں ہو کر اس قومی غلط رسم کو انشاء اللہ ضرور توڑ کر ہٹا دوں گی۔

مولانا اشرف الحق صاحب: نے عون المعبود ص ۱۹۲ شرح ابوداؤد جلد ۲ میں فرمایا ہے کہ مجھ سے سوال ہوا کہ: ھل جاء التصریح فی الحدیث بان عیسی ابن مریم علیہ السلام تولد من غیر اب قلت نعم اخرج عبد بن حمید الکشمی فی مسندہ انا عبید اللہ بن موسی قال انا اسرائیل عن ابی اسحق عن ابی بردۃ ابن ابی موسی عن ابیہ قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ننطلق مع جعفر ابن ابی طالب الی ارض النجاشی فذکر الحدیث وفیہ قال النجاشی لجعفر مایقول صاحبک فی ابن مریم قال یقول فیہ قول اللہ عزوجل ھو روح اللہ وکلمتہ اخرجہ من العذراء البتول لم یقربھا بشر قال فتناول النجاشی عوداً من الارض وقال یا معشر القسیسین والرھبان مایزید ھؤلاء علی ما تقولون فی ابن مریم مرحبا بکم وبمن جئتم من عندہ فانا اشھد ان رسول اللہ وانہ الذی بشر بہ عیسی ابن مریم ولولا ما انا فیہ من الملک لاتیتہ حتی احمل نعلیہ امکثوا فی ارضی ما شئتم الحدیث قلت ھذا حدیث اسنادہ صحیح۔ کیا حدیث میں عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی بے پدری پیدائش کی تصریح ہے، تو میں نے جواب دیا کہ ہاں! صحیح حدیث میں اس کی تصریح ہے۔ چنانچہ نجاشی کے دریافت کرنے پر جعفرؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے بتول عذراء کا بیٹا تسلیم فرمایا ہے۔

نظر و نقد: اس روایت کا راوی ۱ شیعہ ہے جیسے کہ تقریب میں ہے تو صحیح کیسے ہوگی اور جو کچھ اس میں بیان ہے اس میں بے پدری کی کوئی تصریح نہیں کہ فاطمہؓ

کی بابت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتول اور عذراء کی تصریح فرمادی ہے جیسے کہ میں عرض کر آیا ہوں تو کیا حسنین رضؓ بے پدر پیدا ہوئے تھے، ہرگز نہیں ایسے ہی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بے پدر نہیں۔

سوال: سورہ آل عمران اور سورہ مریم میں اللہ پاک نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حال مفصل طور پر بیان فرمایا ہے جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ بے پدر پیدا ہوئے ہیں ان کے باپ کا تو کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔

جواب: اتنی تفصیل کے باوجود یہ تو پھر بھی کہیں نہیں فرمایا کہ وہ بے پدر پیدا ہوا ہے خط کشیدہ لفظ جب باتوں میں بولا جاتا ہے تو عربی میں اس کا ترجمہ ولد من غیر والد او ولد من غیر اب او لیس لہ والد او لیس لہ اب او لم یکن لہ والد یا کہ ولدتہ امہ من غیر زوج او ولدتہ من غیر بعل او ولدتہ من غیر فحل یا کہ ولدتہ امہ من غیر ان تنکح زوجا او بعلاً او فحلاً ہوتا ہے اللہ پاک نے ایک طویل بیان دیا ہے اور ایک لفظ اختیار نہیں فرمایا جو ہماری بات چیت میں عام ہے پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کبھی یہ لفظ ارشاد نہیں فرمایا اور نہ صحابہ کرام رضؓ نے کبھی یہ لفظ بولا پھر خواہ ایسے لفظوں کے استعمال کی کیا ضرورت ہے، جو قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہوں۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ طول کلامی بے پدری پر نہیں بلکہ ایک وقتی رسم ورواج پر ہے جیسے کہ میرے بیان سے ظاہر ہے۔

سوال: مستدرک حاکم ص۲۰ جلد ۳ میں و نیز در منثور ص۳۰۵ جلد ۲ میں بحوالہ دلائل بیہقی، سلمان رضؓ فارسی کا بیان ہے کہ: وذکر مولد عیسی ابن مریم علیہ السلام وانہ ولد بغیر ذکر الروایۃ بطولہا۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت

---

۱ ابن جریر میں عبداللہ بن عباس رضؓ سے ایک روایت موقوفاً مروی ہے جس میں بغیر فحل او بعل کا لفظ آیا ہے مگر وہ سنداً صحیح نہیں پھر وہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے۔ (اثری)

میں باپ کا کوئی تعلق نہیں۔

جواب ۱ : امام ذہبیؒ نے اس روایت کی بابت فرمایا ہے کہ مجمع علی ضعفہ، اس کے ضعف پر سب کا اجماع ہے لہذا قابل احتجاج نہیں۔

جواب ۲ : ذکر سلمانؓ کا مقولہ ہے، اگرچہ اسلام سے پہلے وہ خود بھی عیسائی رہا ہے مگر اس کا فاعل کوئی دوسرا عیسائی ہے جس کی طرف سے وہ یہ بیان کر رہا ہے، خود فاعل نہیں۔ نجاشی کے پاس جعفر طیارؓ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم پہنچے اور سورہ مریم پڑھ کر اسے سنائی جسے سن کر وہ خوش ہوا مگر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے پدر نہیں بتایا۔

سوال : سید علی حائری شیعہ نے اپنی تفسیر لوامع التنزیل میں ابوبصیر سے نقل کیا ہے کہ میں نے ابو عبداللہ جعفر صادقؓ سے دریافت کیا کہ اللہ پاک اپنی سنت کے مطابق سب کو ماں باپ سے پیدا فرما رہا ہے عیسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو بے پدر کیوں پیدا کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے اپنی قدرت کا اظہار مقصود تھا۔

جواب : یہ موصوف پر اتہام ہے۔ زوجین سے پیدائش میں اللہ پاک کی بہت بڑی شاندار قدرت کا اظہار ہے بے پدر پیدائش میں عورت اور بچہ کے لیے بہت بڑی خفت ہے۔

مکالمہ ۳ : کامل مبرد ص۹۲ جلد ۲ میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ سے مروی ہے کہ انھوں نے عبداللہ بن عبدالاعلیٰ کو ایک عنسی کے ہمراہ الیون کی طرف روانہ فرمایا اور عنسی کو خفیہ ہدایت فرمائی کہ اس سے ذرا ہوشیار رہے اس کا بیان ہے کہ جب ہم شام میں انطاکیہ کے قریب شہر مرعش میں پہنچے اور الیون سے کہا کہ ہمیں امیر المؤمنین نے آپ کی طرف دعوت اسلام کے لیے روانہ فرمایا ہے لہذا آپ اسے قبول فرمائیں تو آپ کے لیے دونوں جہاں میں بہتری ہوگی۔ اس نے دریافت کیا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت آپ کا کیا خیال ہے۔ عبداللہ نے کہا کہ ہم اسے روح اور کلمہ مانتے ہیں اس نے دریافت کیا کہ ایکون ولد من غیر فحل کبھی کوئی بے پدر بھی پیدا ہوا ہے تو عبداللہ نے کہا کہ یہ بات قابل غور ہے۔ اس نے کہا قابل غور کیا صاف کہیے کہ ہاں یا کہ نہیں!

عبداللہ نے کہا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تو صرف مٹی سے ہی پیدا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ اس کی بابت سوال نہیں جو عورت کے رحم میں پیدا ہوا ہے اس کی بابت سوال ہے، عبداللہ نے کہا کہ اسی لیے تو میں نے کہا تھا کہ یہ بات قابل غور ہے۔

روح اور کلمہ تو قرآن مجید میں صاف صریح ہے جس کا اعتراف کیا گیا ہے اگر بے پدری پیدائش بھی قرآن مجید میں واضح تھی تو اسے کیوں نہیں ظاہر کیا گیا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ بے پدری کا خیال مسلمانوں میں صدیوں بعد پھیلا ہے۔

مکالمہ ۱۳۱: درمنثور ص۲۸ جلد ۳ میں نیز اکلیل فی استنباط التنزیل میں بحوالہ ابن ابی حاتم ابو حرب سے اور بحوالہ ابو الشیخ مستدرک حاکم ص۱۶۴ جلد ۳ اور بیہقی عبدالملک بن عمیرؒ سے اور حیوٰۃ الحیوان ص۱۹۲ جلد ۱ میں بحوالہ الرحمٰن الزاہر شعبیؒ سے مروی ہے کہ حجاج کو یحییٰ بن یعمر کی بابت معلوم ہوا کہ وہ خراسان میں حسنؓ اور حسینؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ٹھہرا رہا ہے تو اس نے وہاں کے قاضی قتیبہ بن مسلم کو خط لکھا کہ اسے یہاں روانہ کر دو جب وہ آیا تو حجاج نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم نے وہاں پر یہ مضمون شروع کر رکھا ہے کہا کہ ہاں ضرور، کہا کہ مباہلہ کی آیت کریمہ میں تو اس کا کوئی ثبوت نہیں اور کوئی آیت ہے تو اسے پیش کر دو یحییٰ نے سورہ انعام کی آیت کریمہ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ پڑھ کر استدلال کیا کہ اس میں جس طرح عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو والدہ ماجدہ کی طرف سے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت میں شامل کیا گیا ہے۔ اسی طرح حسنؓ و حسینؓ اپنی والدہ ماجدہ فاطمہؓ کی طرف سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذریت میں شامل ہیں۔

مدارک جلالین جامع البیان میں بھی یہ استدلال بیان ہوا ہے چونکہ یہ ایک استدلال ہے، اس لیے امام سیوطیؒ نے اسے اکلیل میں بھی بیان فرمایا ہے جو کہ اس فن کی کتاب ہے اور جیسے کہ مکالمہ میں تصریح ہے، حجاج نے بھی اس استدلال کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

مکالمہ ۱۳۲: نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم نے تشریف البشر بذکر الائمۃ الاثنی عشر ص۸ میں موسیٰ کاظم بن جعفر صادق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

ایک دن رشید نے ان سے کہا کہ تم اپنے آپ کو ذریت رسول خدا کیوں کہتے ہو؟ تم تو بنی علی ہو۔ اور آدمی کا نسب دادا سے ہوتا ہے نہ نانا سے۔ کاظم نے کہا، اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ وَمِنْ ذُرِّیَّتِہٖ دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ وَاَیُّوْبَ وَیُوْسُفَ وَمُوْسٰی وَھٰرُوْنَ وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ وَ زَکَرِیَّا وَیَحْیٰی وَعِیْسٰی (علیہ الصلوٰۃ والسّلام) کا باپ نہ تھا۔ ان کو ملحق بذریت انبیاء طرف سے ان کی ماں کے کیا اسی طرح ہم بھی ملحق بذریت نبی صلی اللہ علیہ وسلم طرف سے ماں کے ہیں یعنی فاطمہ علیہا السلام۔ اور ایک اور زیادت ہے اے امیر المومنین اللہ پاک نے فرمایا کہ فَمَنْ حَاجَّکَ فِیْہِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَہِلْ۔ اور حضرت نے وقت مباہلہ نصاریٰ کے بجز علیؓ و فاطمہؓ و حسنؓ و حسینؓ کے کسی اور نہیں بلایا وَھُمُ الْاَبْنَآءُ"

مکالمہ۳ میں ابو حرب کی روایت میں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی بابت جو یہ الفاظ وارد ہوتے ہیں کہ اَلَیْسَ عِیْسٰی مِنْ ذُرِّیَّۃِ اِبْرَاھِیْمَ وَلَیْسَ لَہٗ اَبٌ۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ آپ باپ کی طرف سے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل میں سے نہیں ثابت ہو سکتے کہ آپ کا باپ کوئی غیر اسرائیلی ہے اور اللہ پاک نے آپ کو ان کی طرف منسوب فرمایا ہے لہٰذا وہ ماں کی طرف سے نسبت ہے جو کہ یقینی ہے اور امام عبد الملکؒ کی روایت میں جو یوں ہے کہ ان عیسیٰ من ذریۃ ابراھیم بامہ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ماں کی طرف سے اسرائیلی ہیں باپ کی طرف سے کوئی اور نسب ہوگا یہ نہیں۔ جیسے کہ مستدرک میں تصریح ہے کہ حسینؓ ماں کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے اور امام شعبیؒ کی روایت میں جو یوں ہے کہ فمن کان ابا عیسیٰ وقد الحقہ اللہ بذریۃ ابراھیم و ما بین عیسیٰ و ابراھیم اکثر مما بین الحسن والحسین و محمد صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ۔ کون ثابت کر سکتا ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا باپ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ

والسّلام کی نسل میں سے ہے مگر قرآن مجید میں اسے ان کی طرف منسوب فرمایا ہے اور یہ نسبت ماں کی طرف سے ہی ہو سکتی ہے جو کہ یقیناً ثابت ہے۔

اس مکالمہ کا موضوع عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی بے پدری نہیں تھا کہ ان ہر سہ کا اپنا اپنا باپ ہے کوئی بھی بے پدر پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جیسے حسنین رضی اللہ عنہما کا باپ ہے ویسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا باپ ہے ہاں ان ہر سہ کی نسبت ماں کی طرف صرف بلندی شان کے لیے ہے۔

مکالمہ صرف اس بات پر ہوا تھا کہ والدہ کی طرف سے نسبت درست ہے یا کہ نہیں۔

مکالمہ کی دونوں طرف عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باپ کی نسبت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف نصاً وصراحۃً ثابت نہیں اس لیے کہ انھوں نے ماں[1] کی طرف سے ثابت شدہ نسب پر اتفاق اور فیصلہ فرمایا لیکن جسے اس کے باپ کا نسب نامہ ٹھیک

---

[1] مولانا مودودی صاحب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دوسروں کی طرح بے پدر ہی مانتے ہیں اس لیے ان کے خیال میں باپ کی طرف سے تو موصوف کا کوئی نسب نہیں اب رہا ماں کی طرف سے سلسلہ نسب تو اس کی بابت مولانا نے تفہیم القرآن ص۲۶۰ جلد ۱ میں فرمایا ہے کہ "تاریخ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ حضرت مریم کے والد کون تھے اور ان کی والدہ کس قبیلہ کی تھی"۔

گویا اللہ پاک کا بیان مَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ (تحریم) کافی بیان نہیں ہے۔ سرسید مرحوم نے بھی ماں کی بابت ایسا ہی بیان کیا ہے مگر انھوں نے باپ ماں کر سلسلہ نسب چلایا ہے، اور آپ (مودودی صاحب) کو باپ تسلیم نہیں اور ماں کا پتہ نہیں تو پھر سلسلہ نسب ابراہیمی ثابت نہ ہوا اور نبوت عیسوی نسب کے اعتبار سے اندھیرے میں رہی کیونکہ وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْکِتَابَ (عنکبوت) جیسے ارشادات الٰہی آئندہ آرہے ہیں کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد ہر آنے والے نبی کے لیے لازم ہے کہ وہ آپ کی نسل سے ہو تو نبی ہو سکتا ہے ورنہ نہیں، کہ جار مجرور کو مقدم کیا گیا ہے جو حصر کا فائدہ دیتا ہے اور مولوی صاحب کے نزدیک عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ

طور پر معلوم ہے اور اسے اس پر اعتماد ہے تو وہ قرآن مجید کے ظاہر الفاظ کی بنا پر اسے باپ کی طرف سے ہی ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کرے گا جیسے کہ وہ ماں کی

(بقیہ صفحہ گذشتہ) والسلام اپنی ماں کی طرف سے بھی ابراہیمی نہیں تو گویا وہ معاذ اللہ نبی نہ ٹھہرے۔

اللہ پاک نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصطفاء کا ذکر فرمایا اور نوح[1] علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ابراہیم[2] علیہ الصلوٰۃ والسلام اور عمرا[3]ن رضی اللہ عنہ ہر سہ کو اس پر معطوف فرمایا اور پھر ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ فرمایا کہ یہ تمام سلسلہ ایک دوسرے کی ذریت ہوتے ہوتے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچا ہے۔

اب خواہ تو عمران رضی اللہ عنہ، موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد ماجد ہوں اور یہ عورت ان کے خاندان میں شمار ہے اور خواہ یہ کوئی دوسرا عمران رضی اللہ عنہ ہے جو کہ آلِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں شمار ہے۔ دونوں صورتوں میں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ابراہیمی ٹھہرتے ہیں۔

پھر اللہ پاک نے سورہ انعام میں لوط، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، الیسع، الیاس، یونس، ایوب، داؤد، سلیمان، ذکریا، یحییٰ، عیسیٰ کو نام بنام ذکر فرما کر ابراہیم کی ذریت میں شمار فرمایا ہے (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور سورہ مریم میں آدم، نوح، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، ادریس، موسیٰ، ہارون، ذکریا، یحییٰ، عیسیٰ کا نام بنام ذکر فرما کر فرمایا کہ یہ سب آدم کی پھر نوح اور پھر ابراہیم پھر اسرائیل کی ذریت میں شمار ہیں (علیہم الصلوٰۃ والسلام) جیسے کہ آئندہ ان آیات کریمات کی تفسیر میں تفصیل آرہی ہے، مولانا مودودی صاحب کو اگر معلوم نہیں تھا تو بحسب ارشاد الٰہی فَاسْئَلُوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون (نحل) اور بحسب ارشاد نبوی انما الشفا العی السوال الحدیث رواہ ابوداؤد و ابن ماجۃ کسی ذی علم سے دریافت فرما سکتے تھے۔ مزید تعجب ہے کہ آپ نے تفہیم ص۲۵۹ جلد۱ میں ابراہیم[1]، اسحاق[2]، یعقوب[3]، یوسف[4] چاروں کو بنی اسرائیل میں شمار فرمایا ہے ۴ اسرائیلی ہے اور ۳ خود اسرائیل ہے اور ۲ اس کا باپ ہے اور ۱ اس کا دادا ہے ان ہر سہ کو اسرائیلی بنا دیا اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسرائیلی نہیں ہونے دیا کیا خوب ہے! (اثری)

طرف سے منسوب کرتا ہے چنانچہ مولانا عبدالحق صاحب دہلوی اپنی تفسیر حقانی میں تواریخ سے نقل فرماتے ہیں کہ "یوسف مریم کا چچازاد بھائی تھا اور باب ۱ اور لوقا باب ۳ میں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ کی طرف سے نسب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچایا ہے۔ چونکہ ان دونوں کے بیان میں کچھ اختلاف بھی ہے جو نسب بعید کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اس لیے اس مسئلہ میں ناقابل اعتماد ٹھہرا کر ماں کا نسب قابل وثوق ٹھہرایا گیا ہے کہ بحسب ارشاد الٰہی اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ الآیات (آل عمران)

اور کہ صحیح بخاری وغیرہ میں نبوی ارشاد ہے کہ ابن اخت القوم منھم عورت کی طرف سے بھی نسب جاری ہو سکتا ہے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ابن اخت القوم کا باپ کوئی نہیں ہوتا، باپ ضرور ہے مگر معلوم نہیں یا کہ عورت کی مزید شرافت کا خیال ہے تو ادھر سے بھی نسب ٹھیک ہے۔

ضابطۂ نبوت: اللہ پاک نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی بنا کر نبوت ان کی نسل میں رکھ دی اور دوسروں کا نبوت میں کوئی حصہ نہیں رکھا۔ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ الآیہ (اعراف) اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (بقرہ ع ۴) اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ (طٰہٰ) یہ ضابطہ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جاری رہا پھر اسے نبی بنا کر نبوت اس کی نسل میں رکھ دی اور دوسروں سے اسے روک لیا اور یہ ضابطہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جاری و ساری رہا پھر اسے نبی بنا کر نبوت اس کی نسل سے مخصوص کر دی دوسروں سے اسے روک لیا جیسے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِیْمَ وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ (حدید) وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ جَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ (عنکبوت) ان دونوں آیتوں میں جار اور مجرور کو مقدم فرمایا ہے، جو کہ

حصر کا فائدہ دیتا ہے اور یہ ضابطہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک جاری رہا۔ پھر انہیں نبی بنا کر اسرائیلیوں کی نبوت کا خاتمہ کر دیا۔ مشکوٰۃ ص۱۵ میں بحوالہ ابو داؤد، ترمذی، نسائی صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو یہودیوں نے بیان کیا کہ انّ داؤد علیہ السّلام دعا ربہ الا یزال من ذریتہ نبی ۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے دعا کی تھی کہ اس کی نسل میں سے نبی ہوا کرے ۔ اگر یہ ٹھیک ہے تو اس سے میری تائید ہوتی ہے کہ نبوت ابراہیمی خاندان سے مخصوص ہے ، داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام انھوں نے تعصب سے لیا ہے یا اس لیے کہ کثرت سے اسرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوئے تو انھوں نے ایسا سمجھا ورنہ اصل ابراہیمی خاندان ہے جیسے کہ میری پیش کردہ آیات کریمات میں تصریح ہے ۔

میرے علم میں وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السّلام) ماں باپ دونوں کی طرف سے اور دوسروں کے خیال میں وہ صرف ماں کی طرف سے اسرائیلی ہیں[1] پھر اس کے بالمقابل دوسرے (اسماعیلی) سلسلہ میں ایک بہت بڑا شاندار نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرما کر سلسلہ نبوت کو بالکل ختم کر دیا۔ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَ کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (احزاب)

صحیح بخاری صحیح مسلم و دیگر کتب حدیث میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہرقل عیسائی قیصر روم نے (سنہ ۶ھ میں) ابوسفیان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا کہ "کیف نسبہ فیکم" وہ نسب کے لحاظ سے کیسا ہے ؟ تو ابوسفیان نے جواباً کہا "ھو فینا ذو نسب"، وہ بہت بڑا شریف النسب ہے ؛ تو ہرقل نے کہا کہ : وکذٰلک الرسل تبعث فی نسب قومھا"، معلوم ہوتا ہے کہ وہ دعویٰ نبوت میں

---

[1] دسمبر ۱۹۲۱ء کے مناظرہ دہلی میں جو میرے اور مولوی محمد صاحب جوناگڑھی اڈیٹر اخبار محمدی کے درمیان صبح آٹھ بجے سے رات کے سات بجے تک ہوتا رہا، اسمیں سبقت لسانی سے میں نے آدھا اسرائیلی کا لفظ بولا تھا اس کی میں نے اسی وقت اصلاح کر دی تھی اسی طرح فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بابت بھی جو سبقت لسانی ہوئی اس کی بھی اصلاح کر دی تھی جیسے کہ روئیداد میں شائع ہے ۔ (ڈائری)

سچا ہے کیونکہ جو انساب آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام تک جاتے ہیں ان میں بہت اچھے نسب میں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوتے رہے ہیں۔

فتح الباری ص۱۲۱ پارہ ۱۸ میں ہے کہ: نسب کبیر وحسب رفیع اور کہ النسب الوجہ الذی یحصل لہ الاولاد من جھۃ الاٰباء نسب باپوں کی طرف سے چلا کرتا ہے جس طرح سلسلہ نبوت کے ذکر پر مسلمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بلند قرار دیتے ہیں اسی طرح پر عیسائی ہونے کی حیثیت سے وہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام بلند قرار دیتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ آپ کے پدر کو مانتا ہے اور نسب اس کی طرف سے چلاتا ہے۔

سیرت ابن ہشام ص۱۸۱ جلد ۱ میں اور دلائل النبوہ ص۸۲ ابو نعیم میں ہے کہ: بعث اللہ الینا رسولا منا نعرف نسبہ وصدقہ وامانتہ وعفافہ اور خصائص الکبریٰ ص۲۹ جلد ۱ میں بحوالہ بیہقی اور بدایہ ونہایہ میں بحوالہ ابن اسحاق یوں مروی ہے کہ: قد عرفنا وجھہ ونسبہ قد بعثہ اللہ الینا کما بعث الرسل الی من قبلنا۔

شاہ حبش کے روبرو صحابہ کرامؓ نے بیان دیا کہ اللہ پاک نے ہماری طرف ایک ایسا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مبعوث فرمایا جس کی حسب ونسب سے ہم خوب واقف ہیں، جیسے کہ سابق زمانہ میں اللہ پاک کے رسول (علیہم الصلوٰۃ والسلام) مبعوث ہوتے رہے ہیں، اور قومیں ان کے حسب ونسب سے خوب واقف ہوا کرتی تھیں۔

متی باب ۱۳، مرقس باب ۶ میں ہے کہ "کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں اور اس کی ماں کا نام مریم"

یوحنا باب ۶ میں ہے کہ "تب یہودی اس پر بڑبڑائے اس لیے کہ اس نے کہا وہ روٹی جو آسمان سے اتری میں ہوں اور انھوں نے کہا کیا یہ یسوع یوسف کا بیٹا نہیں جس کے ماں باپ کو ہم جانتے ہیں پھر وہ کیوں کہتا ہے کہ میں آسمان سے اترا ہوں"

اور قرآن مجید میں بھی جن انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام کو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطہ سے نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پھر وہاں سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام تک

پہنچایا ہے ان کو باپوں کی طرف سے پہنچایا ہے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ان میں شمار فرمایا ہے۔

متی نے باب ۱ میں آپ کے والد بزرگوار کا نام یوسف بتا کر اس کا نسب داؤدؑ کے واسطہ سے ابراہیم تک پہنچایا ہے۔

اور لوقا نے باب ۳ میں آپ کے والد کا نام یوسف بتا کر اس کا نسب داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پھر وہاں سے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پھر وہاں سے نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام تک اور پھر وہاں سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچایا ہے۔

لوقا باب ۲ میں یوسف[1] نجار کی بابت بیان ہے کہ "وہ داؤد[2،3] کے گھرانے اور اولاد سے تھا"

اور یوحنا باب ۱ میں ہے کہ "وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے"

اور مرقس باب ۱۰ میں ہے کہ "یہ سن کر کہ یسوع ناصری ہے چلا چلا کر کہنے لگا اے ابن داؤد اے یسوع مجھ پر رحم کر"

حافظ ابن قیم رحہ نے علام الموقعین ص ۱۲۶ جلد ۱ میں فرمایا ہے کہ: قد اتفق المسلمون علی ان النسب للاب۔ سب مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ نسب باپ سے چلتا ہے، ماں سے نہیں۔

---

[1] یوسف نجار تھے تو عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نجاری کا کام کرتے ہوں گے اور زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت صحیح مسلم وغیرہ میں مرفوعاً مروی ہے کہ وہ نجار تھے تو یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی نجاری کا کام کرتے ہوں گے کیونکہ کسب اکل حلال کے لیے کسب ہے اور خاندان سب کا ایک ہے جو کہ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطہ سے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتا ہے۔ (اثری)

[2،3] لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ (مائدہ ع ۱۱) سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ ۳، ۲ کے توسط سے ۱ کی نسل میں ہے پھر مرسلہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل میں شمار ہیں۔ (اثری)

پھر فرمایا کہ فان الاب ھو المولود لہ والام وعاء وان تکون فیھا ولاسیما تہ جعل الولد خلیفۃ ابیہ و شجنتہ والقائم مقامہ و وضع الانساب بین عبادہ فیقال فلان ابن فلان ولاتتم مصا لحتھم وتعارفھم ومعاملاتھم الابذالک کما قال اللہ تعالیٰ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا فلولا ثبوت الانساب من قبل الاباء لما حصل التعارف ولفسد نظام العباد فان النساء محتجبات مستورات عن العیون فلایمکن فی الغالب ان یعرف عن الام فتشھد علی نسب الولد منھا فلوجعلت الانساب للامھات لضاعت وفسدت وکان ذلک مناقضا للحکمۃ والرحمۃ والمصلحۃ ولھذا انما یدعی الناس یوم القیامت باباء ھولاء بامھاتھم قال البخاری فی صحیحہ باب یدعی الناس باباءھم یوم القیامۃ ثم ذکر حدیث مالکل غادر لواء یوم القیامۃ عند استہ یقدر غدرتہ یقال ھذہ غدرۃ فلان ابن فلان۔

اللہ پاک نے باپ کو مَوْلُوْدٌ لَّہٗ کے نام سے موسوم فرمایا ہے کہ بچہ اس کا قائم مقام اور خلیفہ اور لختِ جگر ہے اور ماں تو صرف ایک برتن کی طرح جس میں کوئی چیز رکھ کر اٹھالی جاتی ہے۔

اور شعوب وقبائل بھی اللہ پاک نے محض تعارف کے لیے ہی بنائے ہیں جو کہ باپوں کی طرف سے ہوتا ہے امہات کی طرف سے نہیں کہ وہ مستور اور محجوب ہوتی ہیں اور ان سے قیام نسب ممکن نہیں۔

قیامت کے دن بھی لوگ اپنے اپنے باپوں کے نام سے بلائے جائیں گے امہات کے ناموں سے نہیں جیسے کہ امام بخاریؒ نے تبویب فرما کر نبوی حدیث بیان فرمائی ہے کہ قیامت کے دن فلاں بن فلاں کہہ کر پکارا جائے گا۔

مولانا ابوالحسنات عبدالحی صاحب لکھنویؒ نے اپنے فتاویٰ ص۳۷۲ جلد۲ میں اس سوال

کا جواب دیتے ہوئے کہ نسب ماں کی طرف سے چلتا ہے یا کہ باپ کی طرف سے چلتا ہے؟
فرمایا ہے کہ "باپ نسب میں اصل ہے کہ انتساب باپ کی طرف سے ہوتا ہے نہ ماں کی طرف سے۔

پھر کتب فقہ حنفیہ کے حوالوں سے اسے خوب اچھی طرح پر بیان فرمایا ہے۔
طبرانی میں عمر فاروق رضؓ اور فاطمہ الزہراؓ سے اور مستدرک حاکم میں جابر رضؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ: عورت زادے اپنے اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ مگر ہاں! فاطمہ رضؓ کی اولاد میری طرف منسوب ہے جس کی اصل وجہ مزید شرف وجلال ہے

سوال: جب یہ بات ہے تو پھر ابن مریم کی بجائے ابن یوسف کیوں کنیت نہیں ہوئی؟

جواب: مکرر عرض ہے کہ مریم رضؓ کی جگہ اگر لڑکا پیدا ہوتا جیسے کہ اس کی والدہ کا خیال تھا تو دریں صورت اس کا نسب وہی ہوتا جو مریم رضؓ کا ہے مگر قرآن مجید نے وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ فرماکر اسے مریم رضؓ سے کمتر ہی رکھا تو پھر دوسرا کوئی اس سے کیسے بالا ہو سکتا ہے۔

علی رضؓ کیا کم ہے مگر فاطمہ رضؓ اس سے بہرحال بالاتر ہے اس لیے اس کی اولاد بنی فاطمہ رضؓ کہلائی لہٰذا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مزید شرف واعزاز کی وجہ سے ابن مریم رضؓ مشہور ہوئے۔

درمنثور میں بحوالہ موطا امام مالکؒ مسند احمدؒ تاریخ بخاری ابوداؤد ترمذی النسائی صحیح ابن حبان مستدرک حاکم ابن جریر ابن منذر ابن ابی حاتم ابن مردویہ بیہقی عمر فاروق رضؓ سے آیت کریمہ وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ (الآیہ اعراف) کی تفسیر میں مرفوعاً مروی ہے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت سے اللہ پاک نے تمام نیکوں، بدوں کو پیدا فرمایا مگر اس میں عورت کا کوئی ذکر تک نہیں تو کیا سب مع عورت کے بغیر ہی پیدا ہوئے۔ ہرگز نہیں۔ صرف آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شرف واعزاز پیش نظر ہے۔

سوال: تفسیری بیان ہے کہ جس طرح خف کی جمع خفاف ہے، اسی طرح

امر کی جمع امام ہے اور معالم التنزیل میں آیت کریمہ یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ الایہ (بنی اسرائیل) کی بنا پر بیان کیا ہے کہ ہر کسی کو اس کی ماں کے نام پر بلایا جائے گا تاکہ حرام زادے رسوا نہ ہوں۔ اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر پردہ پڑا رہے اور حسنین رضی اللہ عنہما کا شرف ظاہر ہو جائے۔

جواب ۱: آیت کریمہ کا یہ مطلب اس کے سیاق کے خلاف ہے کیونکہ اس کے سیاق میں فَمَنْ اُوْتِیَ كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتَابَهُمْ وارد ہوا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس سے اعمال نامہ مراد ہے۔

جواب ۲: پھر یہ مطلب تفسیر نبوی کے بھی خلاف ہے کیونکہ درمنثور میں بحوالہ ابن مردویہ علیؓ سے مرفوعاً مروی ہے "یدعی کل قوم بامام زمانھم و کتاب ربھم وسنۃ نبیھم" ہر ایک جماعت کو اس کے اپنے زمانہ کے امام کے ساتھ اور اپنے رب کی نازل کردہ کتاب کے ساتھ اور اپنے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسّلام) کی سنت کے ساتھ بلایا جائے گا۔

جواب ۳: اگر والدہ کے نام پر اصرار ہے تو پھر جامع البیان میں یوں ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہر سہ کا جلال و شرف ہے۔
اور ظاہر ہے کہ ان ہر سہ میں سے کوئی بھی بے پدر پیدا شدہ نہیں۔

جواب ۴: قیامت کے دن ندائے الٰہی یوں ہو گی کہ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ الایہ (انعام) اے جنّو! اور اے انسانو! میں نے تمہارے پاس اپنے رسول بھیجے تھے جو تمہیں آج کے دن کا پتہ دیتے رہے اور سب اقرار کریں گے کہ ٹھیک ہے مگر ہم خود غلط کار تھے۔

اور صحیح بخاری وغیرہ میں بطور عموم یوں بھی آیا ہے کہ "یا اھل الجنۃ" اور کہ "یا اھل النار" اور قرآن مجید میں بطور خصوص یوں بھی آیا ہے کہ يَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ (مائدہ) اور کہ يَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ (مائدہ) اور صحیح بخاری میں مرفوعاً آیا ہے کہ یقول اللہ تبارک و تعالیٰ یا آدم (الحدیث)

اور صحیح بخاری میں مرفوعاً آیا ہے کہ یا ابراھیم ما تحت رجلیک (الحدیث)
اور صحیح مسلم میں مرفوعاً آیا ہے کہ یا محمد ارفع رأسک (" ")
اور تفسیر مواہب الرحمٰن میں ہے کہ :

"توجیہ اس کی یہ کہ امام جمع ام کی ہے ، ابن عادل نے کہا کہ یہ صحیح نہیں کیونکہ ام کی جمع امام نہیں آتی پس ایسے شخص کا یہ قول ہوگا جو صناعت و زبان عرب نہیں جانتا ہے زمخشری نے کشاف میں کہا کہ بدع التفاسیر میں سے یہاں یہ تفسیر ہے کہ امام جمع ام کی ہے اور لوگ قیامت میں اپنی ماؤں کے نام سے پکارے جاویں گے نہ باپوں کے نام سے اور حکمت اس میں رعایت حق عیسٰی علیہ السلام و اظہار شرف حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہے اور یہ کہ اولاد زنا کی فضیحت نہ ہو پھر لکھا کہ تفسیر بدعت اور یہ حکمت بدعت اور ملی سوچ ہیں کہ دونوں میں سے کون بڑھ کر ہے ۔ خلاصہ یہ کہ یہ تفسیر صحیح نہیں ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ لوگ اپنی ماؤں کے نام سے پکارے جاویں گے یہ بھی صحیح نہیں اس واسطے کہ صحیحین میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو قیامت کے روز جمع فرمائے گا تو ہر ایک غدر کرنے والے کے چوتڑ کے پاس ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا کہ یہ غدرہ فلاں بن فلاں کا ہے اس حدیث میں باپ کا نام مذکور ہے فلانہ اس کی ماں کی طرف اضافت نہیں۔"

اور فتح الباری ص ۶۱۲ پارہ ۲۵ میں بحوالہ ابوداؤد اور صحیح ابن حبان میں مرفوعاً مروی ہے کہ انکم تدعون یوم القیامۃ باسماءکم و اسماء اباءکم فاحسنوا اسماءکم۔ اپنے نام اچھے رکھا کرو کیونکہ تمھیں قیامت کے دن فلاں بن فلاں کہہ کر پکارا جائے گا۔ نیز فتح الباری ص ۶۰۵ پارہ ۲۵ میں ابن بطال سے منقول ہے کہ : فی ھذا الحدیث رد لقول من زعم انھم لا یدعون یوم القیامۃ الا باماھاتھم سترًا علی اباءھم۔ بخاری مسلم کی اس حدیث میں ھذہ غدرۃ فلان بن فلان ان لوگوں کی تردید ہے جو ماں کے نام سے پکارا جانا بتاتے ہیں تاکہ ان کے باپوں پر پردہ پڑا رہے۔

اِنَّمَا الْمَسِيْحُ[1] عِيْسَى[2] ابْنُ مَرْيَمَ[3] رَسُوْلُ اللّٰهِ[4]

وَكَلِمَتُهٗ[5] اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ[6] لـه

۱؎ لقب ہے جیسے کہ ذوالنون اور صاحب الحوت لقب ہے اور ۲؎ نام ہے اور ۳؎ کنیت ہے جو کہ کبھی ابن فلاں[5] اور ابن فلانۃ اور بنت فلاں اور بنت فلانۃ ہوتی ہے اور کہ ابو فلاں اور ابو فلانۃ اور ام فلاں اور ام فلانۃ ہوتی ہے۔

لـه رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائی حکومتوں کی طرف جو خطوط اور قاصد روانہ فرمائے تو عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت صرف اسی قدر بیان دیا اور دلوایا تھا جیسے کہ کتب حدیث و تاریخ و سیر میں تصریح ہے اور صحیح بخاری ص ۲۴۳ پارہ ۱۳ اور صحیح مسلم ص ۴۳ جلد ۱ میں عبادہ بن صامت رضی سے اس کی مرفوعاً تصریح ہے آپ نے اس کی بے پدری پیدائش کا کبھی بھی اعتراف اور اقرار نہیں فرمایا ہاں باکرہ[1] اور عذراء[2] اور بتول[3] ہر سہ صفات عالیہ سے ایسے موصوف ضرور فرمایا ہے جن کی بابت میں مفصل طور پر عرض کر آیا ہوں ۳؎ کی بابت مزید عرض ہے کہ بالغ بالغہ کا نکاح کے بعد کچھ عرصہ تک میل ملاپ نہیں ہوا تو عفیفہ اس عرصہ تک بتول ہے کہ فاطمہ رض نکاح کے نو ماہ بعد رخصت ہوئی تھی جیسے کہ رہا منیں ہے اور اگر شوہر بیمار ہے یا کہ سفر میں ہے یا کہ محبوس ہے یا کہ مفقود الخبر (لاپتہ) ہے یا کہ باہم ناچاقی ہے تو عفیفہ اس عرصہ تک بتول ہے کتب فن ملاحظہ ہوں۔ (ازہری)

لـه۲ جامی ص ۲۲ شرح کافیہ[1] میں ہے "العلم اسما کان او لقبا او کنیۃ لانہ ان صدر بالاب او الام او الابن او البنت کنیۃ والا فان قصد بہ مدح او ذم فھو اللقب والا فھو الاسم" اور منجد میں ہے "الکنیۃ العلم المصدر بلفظ الاب او الابن والام او البنت" اور تحفہ احوذی ص ۲ جلد ۱ میں ہے " باب او ام او ابن کابی بکر وام کلثوم وابن عباس وھو الکنیۃ" اور لغت کشوری میں ہے "کنیت بر وزن مہلت وہ نام ہے جس کے اول لفظ اب یا ام یا ابن یا بنت ہو جیسے ابو الحسن ابی بکر ابا ہریرہ ام الکتاب ابن حاجب بنت العنب"

حوالہ امیر سے اعلان کے خلاف نہیں کہ نحو ہے اور میں اس سے واقف نہیں اس کی طرف تو مجھے (بقیہ آگے)

اور کوئی نام سے مشہور ہوتا ہے کوئی کنیت سے مشہور اور کوئی لقب سے مشہور ہوتا ہے
اسی طرح اسے بلایا جاتا ہے موصوف ان ہر سہ صورتوں کے ساتھ مشہور ہیں جس طرح ابنِ فلاں سے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس کی ماں کوئی نہیں اسی طرح ابن فلانہ سے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس کا باپ کوئی نہیں۔

سوال: اس اصل کی بنا پر موصوف کی کنیت ابنِ یوسف بھی ہو سکتی تھی خواہ مخواہ مشتبہ کنیت ابن مریم کیوں رکھ دی گئی۔

جواب [1]: یہ شبہہ تو عرصہ بعد پیدا کر لیا گیا، ورنہ اس وقت تو اس کا کوئی بھی شبہ

(بقیہ گزشتہ) میرے پرانے دوست مولانا محمد اسمٰعیل صاحب (گوجرانوالہ) نے توجہ دلائی تو میں نے اسے دیکھ کر تحریر کر دیا۔

اور جامی کے حاشیہ پر یوں ہے کہ کنیت بالضم نامی کہ در اول اواب یا ام یا ابن باشد چوں ابو بکر و ابو ایوب یا ام کلثوم و ام سلمہ و ابن عمر و ابن حاجب و شرح نخبہ کے حاشیہ پر مرقوم ہے کہ والکنیۃ ما صدر باب او ام او ابن (انتہی)

(صفحہ ہذا) [1] ۱۔ جس ولد کے ماں باپ ہوں اور وہ اس کا اعتراف بھی کرتے ہوں پھر وہ ماں کی طرف منسوب ہو کر مشہور ہے تو یہ اعزاز و اکرام اور شہرت کی وجہ سے ہے جو کہ اس کی ماں کو حاصل ہے جیسے کہ میں نے جدول سے کر بیان کر دیا ہے اور صفحہ پر ثابت کر دیا ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرح معلوم النسب اور شریف النسب ہیں اور صــ پر بتایا ہے کہ ماں باپ اور بیٹا ہر سہ کو اعتراف بھی ہے۔

۲۔ اگر اس کا باپ معلوم نہیں تو ماں کی طرف اس کی نسبت ضرورۃً قائم ہے۔

۳۔ اگر منسوب الیہ باپ انکاری ہے تو ماں کی طرف نسبت ہوگی جو کہ اتہامی ہے صحیح بخاری، صحیح مسلم و دیگر کتب احادیث میں ولد الملاعنہ کی بابت نبوی فیصلہ مروی ہے۔

بخاری میں ہے کہ قضی بالولد للمرأۃ اور مسلم میں ہے الحق الولد با سمہ اور بخاری میں ہے کہ نسب الی امہ اور مسلم میں ہے کہ یدعی الی امہ۔ وہ اپنی والدہ کی طرف منسوب ہو گا (بقیہ آگے)

نہیں تھا۔

جواب ۲ : جیسے کہ بڑے بیٹے کے نام پر کنیت ہوا کرتی ہے چھوٹے کے نام پر نہیں۔ اسی طرح پر احد الطرفین میں جو اشرف ہوتا ہے اس کے نام پر کنیت ہوتی ہے دوسرے کے نام پر نہیں۔

لَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی مریمؑ کی بابت وارد ہوا ہے جب کہ اس کی ماں کے یہاں لڑکا پیدا ہو کر بھی اس کے برابر نہیں[۱] تو یوسفؑ اس کے برابر کیسا ہو سکتا ہے۔ مریمؑ بہرحال اس سے اشرف ہے اس لیے اس نے نام پر کنیت تجویز پائی۔

اب ذیل میں ایک جدول دے کر ان پاکبازوں کا ذکر کرتا ہوں جو کہ ماں کے نام پر کنیت سے مشہور ہوئے مگر وہ بے پدر پیدا نہیں ہوئے تھے۔

جدول

نمبر شمار	ماں کے نام پر کنیت	نام	باپ	کتاب	صفحہ	جلد	کیفیت
۱	ابنِ ام مکتوم	عمرو	زائدہ	ترمذی	۹۱	۲	
۲	ابن العرقہ	حبان	ابوقیس	نووی	۹۵	۲	
۳	ابن الحنظلیۃ	سہل		ابوداؤد	۳۱۷	رحمانیہ	
۴	ابن المتکامر			بخاری	۲۱۶	پ ۱۹	
۵	ابن الکواء			فتح الباری	۲۵۰	۲۰٫	

(صفحہ گذشتہ) ۴۔ اور جو خلاف واقعہ غیر باپ کی طرف منسوب ہے تو وہ دعیؔ اور زنیم ہے۔

اب ہمارے دوستوں کو اختیار ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے جونسی صورت چاہیں پسند کریں میرے نزدیک صورت ۳ ہی پسندیدہ ہے (راشیؔ)

(صفحہ ہذا) [۱] آخر سموئیل اسی طرح پیدا ہوا تھا جیسے کہ آئندہ آرہا ہے تو کیا وہ اس کے برابر ہوا۔ (راشیؔ)

نمبر شمار	ماں کے نام پر کنیت	نام	باپ	کتاب	صفحہ	جلد	کیفیت
۶	ابن حسنہ	شرحبیل	عبداللہ	ابوداؤد	۱۹۹	۲	
۷	ابن بیضاء	سہیل	وعد	مسلم	۳۱۳	۱	
۸	ابن مرجانہ	سعید	عبداللہ	بخاری	۵۰۳	۱۰	
۹	ابن الخصاصیہ	بشیر	معبد	ترمذی	۶۱	۲	
۱۰	ابن الحوتکیہ	یزید					
۱۱	ابن الحنفیہ	محمد	علی				
۱۲	ابن عفراء	معاذ					
۱۳	ابن اللتبیہ	عبداللہ		فتح الباری	۲۰۵	۲۹	
۱۴	ابن ام عبد	"	مسعود				
۱۵	ابن سمیہ	عمار	یاسر				
۱۶	ابن ذات النطاقین						
۱۷	ابن ام ایمن	ایمن	عبید اللہ	فتح الباری	۳۹۴	۱۴	
۱۸	ابن صفیہ	منصور	عبدالرحمٰن	بخاری	۲۰۷	۲	
۱۹	بنت زینب	امامہ	ابوالعاص				
۲۰	ابن بحینہ	عبداللہ	مالک	فتح الباری	۴۵۱	۴	
۲۱	ابن علیہ	اسمٰعیل	ابراہیم	العبر امام ذہبی شرح نخبہ حافظ	۳۰۱	۱	
۲۲	ابن ماجہ	محمد	یزید	مقدمہ تحفۃ الاحوذی	۶۶		
۲۳	عبدالرحمٰن			ابوداؤد	۲۴	۴	

ص۱۱ کی بابت حافظ صاحب نے فتح الباری ص۱۸۵ پارہ ۱۲ میں فرمایا ہے کہ الحنفیۃ

کانت زوج علی بن ابی طالبؓ تزوجھا بعد فاطمۃ رضی اللہ عنھا فولدت لہ محمدا فاشتھر بالنسبۃ الیھا۔ یہ علیؓ کا لڑکا ہے مگر اپنی ماں کے نام پر ہی مشہور ہوا ہے

اور ۱۷ کی بابت حافظ صاحب نے فتح الباری ص ۲۹۶ پارہ ۱۴ میں فرمایا ہے کہ ونسب الی امہ لشرفھا علی ابیہ وشھرتہا عند اھل البیت النبوی یعنی اپنی ماں کی طرف اس لیے منسوب ہو کر مشہور ہوا کہ وہ اس کے باپ کی نسبت زیادہ بزرگ تھی، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ بے پدر پیدا شدہ ہے۔

امام ابن سنی نے عمل الیوم واللیلہ میں تین باب تجویز فرماتے ہیں باب ۱ نسبۃ الرجل بما فذشھر بہ من ابائہ اور باب ۲ انتساب الرجل الی جدہ اور باب ۳ نسبۃ الرجل الی من اشتھر من اُمھاتہ جو باپ کی طرف منسوب ہو کر مشہور ہوا ہے اسے اسی طرح، اور جو دادا کی طرف منسوب ہو کہ مشہور ہوا ہے اسے اسی طرح، اور جو ماں کی طرف منسوب ہو کر مشہور ہوا ہے اسے اسی طرح پر بلایا جاتا ہے۔

اور ۱۸ کی بابت حافظ صاحب نے فتح الباری ص ۲۱ پارہ ۳ میں فرمایا کہ: منصور ابن صفیۃ منسوب الی امہ لشھرتھا۔ اور ص ۲۰ پارہ ۳ میں یوں فرمایا کہ نسب الیھا لشھرتھا منصور اپنی والدہ کی طرف منسوب ہے کہ وہ مشہور تھی اس لیے نہیں کہ وہ بے پدر پیدا ہوا تھا۔

اور ۱۹ کی بابت حافظ صاحب نے فتح الباری ص ۲۹۲ پارہ ۲ میں فرمایا ہے کہ فنسبت الی امھا تنبیھا علی ان الولد ینسب الی اشرف ابویہ دینا و نسبا۔ امامہ اپنی والدہ کی طرف اس لیے منسوب ہے کہ وہ دین اور نسب دونوں میں اشرف ہے اس لیے نہیں کہ وہ بے پدر پیدا ہوئی تھی۔

یہ فہرست متداول کتب حدیث وشرح سے بسرسری نظر دستیاب ہوئی ہے کتب اسماء الرجال سے اس کے نظائر مزید دستیاب ہو سکتے ہیں۔

یہود نا مسعود نے ابن مریمؑ کے باب میں تفریط سے کام لیا ہے اور عیسائیوں

نے افراط کی راہ اختیار کی اسلام نے اعتدال کو پسند فرمایا ہے کہ وہ اپنے باپ کا بیٹا ہے نا درست نہیں اور خدا نہیں اور اس کا بیٹا نہیں جیسے کہ سے۱۶ کو حجاج نے بُرے معنوں میں محمول کیا اور اس کی والدہ نے اسے اچھے معنوں پر محمول فرما کر اسے جواب دیا۔

سے۲۰، سے۲۱، سے۲۲ میں اختلاف ہے کہ یہ باپ کا نام ہے یا کہ ماں کا، کوئی خاص فیصلہ نہیں۔

اور سے۲۳ کی بابت عون المعبود ص۲۰۳ جلد ۱ میں ہے کہ قال الدارقطنی عبدالرحمٰن بن آدم انما نسب الی آدم ابی البشر ولم یکن لہ اب یعرف اس کے ماں باپ دونوں کا پتہ نہیں اس لیے ابن آدم کہلایا کیا وہ سچ مچ آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی طرح بے پدر و بے مادر ہے۔ ہرگز نہیں جب پتہ نہ چل سکا، تو یوں منسوب کر دیا۔

سوال: اناجیل میں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اپنے آپ کو بار بار ابن آدم ٹھہرایا ہے۔

جواب: صحیح بخاری وغیرہ میں مرفوعاً مروی ہے کہ کذبنی ابن آدم اور کہ یوذینی ابن آدم اور کہ صحیح مسلم میں مرفوعاً مروی ہے کہ یا ابن آدم ھل رأیت خیرا قط اور کہ یا ابن آدم ھل رأیت بؤسا قط درمنثور میں بحوالہ ابن عساکر مقبری سے مروی ہے کہ ان عیسی ابن مریم کان یقول یا ابن آدم (الاثر) عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام یوں فرمایا کرتے تھے کہ اے ابن آدم جب تو کوئی نیک کام کرے تو اسے بھول جایا کر کہ وہ اللہ پاک کے پاس محفوظ ہے جو کہ اسے ضائع نہیں کرتا اور جب تجھ سے بدی ہو جائے تو اسے یاد رکھ تاکہ اس کا تدارک کر سکے۔ اس لیے اپنے آپ کو یا کسی دوسرے کو ابن آدم کہنے سے بے پدری ثابت نہیں ہوتی۔

٭٭٭

یونس بن متّیٰ اور عیسیٰ ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام

یہ دونوں اللہ پاک کے نبی ہیں اور اپنی اپنی والدہ کی طرف منسوب ہیں مؤخر الذکر کا تو میں بیان کر ہی رہا ہوں۔ اوّل الذکر کی بابت مواہب الرحمٰن ص۹۴ پارہ ۱۱ میں ہے کہ:

" اختلاف ہے کہ یہ ان کے باپ کا نام ہے یا کہ ماں کا نام ہے ابن الاثیر جزری وغیرہ نے لکھا ہے کہ ماں کا نام ہے اور حدیث کے بعض راویوں نے بھی یہی تفسیر کی ہے اور محدث فیروز آبادی صاحب قاموس نے لکھا ہے کہ یہ ان کے باپ کا نام ہے اور شہاب نے لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے "

اور فتح البیان میں ہے کہ " ھو یونس بن متّیٰ علیٰ وزن شتّیٰ اسم لوالدہ علی ما ذکر صاحب القاموس او اسم لامہ علی قالہ ابن الاثیر وغیرہ وقال الشہاب ومتی اسم ابیہ علی الصحیح "

اور ترجمان القرآن پارہ ۱۱ میں یوں ہے کہ " ان کے والد ماجد کا اسم شریف متّیٰ بر وزن شتّیٰ ہے قاموس میں بھی ذکر آیا ہے کہ متی ان کے والد کا نام ہے۔ ابن الاثیر وغیرہ نے کہا ہے کہ متی ان کی والدہ شریفہ کا نام ہے۔ اس لئے حضرت یونس اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے نبیوں میں سے اور کوئی ماں کی طرف منسوب نہیں۔ شہاب خفاجی نے کہا کہ قول صحیح کی بنا پر متی ان کے والد کا نام ہے۔"

اور فتح الباری ص۲۶۲ پارہ ۱۳ میں فرمایا ہے کہ " وھو حکی عن وھب بن منبہ فی المبتداء و ذکر الطبری و تبعہ ابن الاثیر فی الکامل۔

وہب اور طبری اور ابن الاثیر ہر سہ کے نزدیک متی یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ کا نام ہے جس کی طرف وہ منسوب ہیں اور عینی شرح بخاری میں بحوالہ عبد الرزاق بیان کیا ہے کہ ان متّیٰ اسم امہ۔ متی اس کی والدہ کا نام ہے۔

امام سیوطیؒ نے اتقان ص۳۴۷ جلد ۲ (اردو) میں فرمایا ہے کہ:

"یونس یہ متی کے بیٹے ہیں اور عبدالرزاق کی تفسیر میں آیا ہے کہ متی ان کی والدہ کا نام تھا اور ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ یہ قول اس حدیث کی شہادت سے مردود ہے، جو کہ ابن عباسؓ سے صحیح میں مروی ہے اور انھوں نے یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ان کے باپ کی طرف کی ہے پس یہی بات صحیح تر ہے۔"

میرے خیال میں حافظ صاحب نے اسے اس بنا پر پسند نہیں فرمایا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ ونسبہ الی ابیہ اسے اپنے باپ کی طرف منسوب کیا ہے مگر یہ صحیح طور پر فیصلہ نہیں فرمایا کہ نسبہ، کس کا مقولہ ہے اور کہ اس کا فاعل کون ہے اور باپ کا نام کیا ہے۔ ان ہر سہ امور کے بیان کی ضرورت ہے۔

اگرچہ حافظ صاحب نے اشارۃً فرما دیا ہے کہ یہ مقولہ کسی راوی کا ہے اور اس کا استاد اس کا فاعل ہے۔ جب وہ باپ کا نام بھول گیا جو مشہور نہیں تھا تو اس کی والدہ کا نام ظاہر کر دیا جو کہ مشہور تھا۔

عینی شرح صحیح بخاری میں ہے کہ ولم یشتھر نبی بامہ الا یونس و المسیح علیھما الصلوٰۃ والسلام یونس اور عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے سوا اور کوئی نبی اپنی والدہ کی طرف منسوب ہو کر مشہور نہیں ہوا۔

نیز عینی میں ہے کہ:

وکان رجلا صالحا من اھل بیت النبوۃ ولم یکن لہ ولد ذکر فقام الی العین التی اغتسل فیھا ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام فاغتسل ھو و زوجتہ منھا وصلیا ودعوا اللہ تعالیٰ ان یرزقھما ولدا مبارکا فیبعثہ اللہ فی بنی اسرائیل فاستجاب اللہ دعاءھما ورزقھما یونس"۔ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے ہاں کوئی لڑکا نہیں ہوا تھا تو انھوں نے ایوبی چشمہ میں نہا دھو کر نماز ادا کی اور اللہ پاک سے دعا کی تو اس نے انھیں یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام عطا فرمایا۔

یہی صورت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی بیوی کو پیش آئی اور یہی

صورت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور آپ کی بیوی کو پیش آئی جیسے کہ میں بیان کر آیا ہوں اور یہی صورت زیر بحث واقعہ پیش آئی جیسے کہ آئندہ اوراق میں آ رہا ہے۔

مناظرہ: فتح البیان میں تفسیر ابو السعود سے منقول ہے کہ: "ان طبیبا حاذقا نصرانیا جاء للرشید فناظر علی بن الحسین الواقدی ذات یوم فقال لہ ان فی کتابکم ما یدل علی ان عیسی جزء من اللہ وھذہ الایۃ ای قولہ وکلمتہ القاھا الی مریم وروح منہ فقرا لہ الواقدی وسخر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض جمیعا منہ فقال اذن یلزم ان یکون جمیع تلک الاشیاء جزء منہ سبحانہ فانقطع واسلم وفرح الرشید فرحا شدیدا واعطی للواقدی صلۃ فاخرۃ۔"

ایک عیسائی ڈاکٹر ہارون الرشید کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو علی واقدی سے مناظرہ کیا کہ قرآن مجید میں عیسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسّلام) کو کلمۃ اللہ اور روح منہ کہا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کی جزء ہے۔ واقدی نے جواب دیا کہ اگر اس سے وہ جزء ٹھہرتا ہے تو پھر جمیعا منہ سے سب اشیاء اس کی جزء ہوں گی تو وہ ڈاکٹر لاجواب ہو کر مسلمان ہو گیا اور ہارون الرشید نے نہایت خوش ہو کر واقدی کو اس کامیابی پر بہت بڑا انعام عطاء فرمایا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارے پہلے مسلمان بھی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی ایسی خصوصیات کو جو عیسائیوں کی خود تراشیدہ تھیں اڑا کر عام ضابطہ الٰہی کے مطابق بیان کرتے رہے ہیں۔

اور صحیح بخاری وغیرہ میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا ابن عبد المطلب کہہ کر پکارا اور ابو یعلیٰ میں انس رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ کو یوں کہہ کر پکارا یا ابن عبد المطلب نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی فرمایا کہ انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبد المطلب۔ تو یہ باپ کی نسبت جد امجد کی مزید تشہیر اور اعزاز کی وجہ سے ہے

ورنہ باپ کے بغیر دادا کیسے اور شوہر کے بغیر بچہ کیسے ؟

عیسوی فیصلہ : جو کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے خود فرمایا ہے۔ متی باب ۱۱ میں موجود ہے کہ :

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے یوحنا بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا ظاہر نہیں ہوا۔

کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام صرف عورت سے پیدا ہوئے باپ کوئی نہیں اور نہ صرف یہ بلکہ کئی ایک اور بھی ایسے بے پدر ثابت ہوتے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ایسے لفظوں سے بے پدری کا خیال غلط ہے۔

محمدی فیصلہ : سنن ابن ماجہ ص میں عبداللہ بن مسعودؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ فانی لست بملک انما انا ابن امرأۃ تا کل القدید۔ میں عورت زادہ ہوں تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ میں بے پدر پیدا ہوا ہوں۔ ہرگز نہیں، باپ ضرور ہے مگر ذکر نہیں فرمایا کہ اس کے ذکر کی ضرورت نہیں۔

دیگر نظائر : صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے اپنا بچہ اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اس کا حج بھی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں مگر اس کا اجر تجھے ملے گا۔

خصائص کبریٰ ص۳۶ جلد ۲ بحوالہ ابو یعلی بیہقی اسامہؓ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یہ میرا بچہ ہے، جب سے میں نے جنا ہے اسے ہوش نہیں آئی اور ص۴۷ میں بحوالہ دارمی ابن مردویہ ابن ابی شیبہ بیہقی جابرؓ سے مروی ہے کہ کسی جنگی سفر میں ایک عورت اپنی گود میں بچہ اٹھائے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بحوالہ ابن سعد حاکم بیہقی۔ یعلیٰؓ سے مروی ہے کہ کسی سفر میں ایک عورت بچہ اٹھائے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔

کیا ان سب عورتوں نے اپنے اپنے شوہروں کے بغیر ہی بچے جن لیے تھے کسی کا کوئی

باپ نہیں تھا کہ اس کا ذکر نہیں یا کہ سب کے باپ تھے کوئی بھی بے پدر نہیں۔

اب میں ان الفاظ کو جو مریم رضی اللہ عنہا کی بابت قرآن مجید میں وارد ہوئے ہیں علیحدہ علیحدہ تفصیل سے بیان کرتا ہوں تاکہ مسئلہ کی پوری تصویر سامنے آجائے۔

نفخہ: کی بابت درمنثور ص۱۲۲ جلد ۳ میں بحوالہ ابن جریر ابن ابی حاتم ابن مردویہ ابن عساکر ابن مندہ عبد بن حمید ابوالشیخ زوائد مسند صفات بیہقی۔ ایک طویل روایت ابی بن کعبؓ سے موقوفاً مروی ہے جس کے آخر پر یوں ہے کہ: وکان روح عیسی من تلک الارواح التی اخذ عہدھا ومیثاقہا فی زمن ادم فارسلہ اللہ الی مریم فی صورۃ بشر فتمثل بشرا سویا قال ابی فدخل من فیہا۔ ابی بن کعبؓ کی یہ روایت مشکوٰۃ ص۲۴ میں بحوالہ مسند احمد درج ہے اور اس کے آخر پر یوں ہے کہ "عیسی ابن مریم کان فی تلک الارواح فارسلہ الی مریم علیہا السلام فحدث عن ابی انہ دخل من فیہا۔

نقد ونظر: ۱۔ یہ روایت بظاہر موقوف ہے۔ ۲۔ ابی بن کعبؓ تو اریخ کتب سابقہ سے بھی نقل فرمایا کرتے ہیں۔ ۳۔ ضروری نہیں کہ یہ آخری الفاظ جن پر بحث ہے محولہ بالا سب کتابوں میں ہوں، کسی میں ہوں گے کسی میں نہیں۔ ۴۔ فحدث کا فاعل معلوم نہیں اور نہ یہ کہ وہ مقولہ کس کا ہے۔ ۵۔ مناکحت کے بغیر کسی جوان مرد کا کسی جوان عورت کے منہ میں خاص ارادہ سے پھونک مارنا اور اس کا اسے خاص ارادہ سے وصول کر لینا شریعت اسلام میں جیسا کچھ بھی ٹھیک یا کہ غلط ہے سب ظاہر ہے۔ ۶۔ منہ میں ماری ہوئی پھونک اگر اندر داخل ہوئی تو وہ معدہ میں جائے گی جو کہ محل غذا ہے اور منہ اس کا اوپر کی طرف ہوتا ہے، محلِ ولادت نہیں اور محل ولادت رحم ہے جس کا منہ نیچے کی طرف ہوتا ہے، پھر یوں بیان مناسب ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مریم رضی اللہ عنہا کے منہ کی طرف سے پیدا ہوئے تھے کہ نفخہ پیٹ میں پہنچا ہے۔ ۷۔ یہ بیان قرآن مجید کے خلاف ہے چنانچہ اللہ پاک نے سورہ انبیاء میں فَنَفَخْنَا فِيهَا مِن رُّوحِنَا فرما کر عورت میں نفخہ کا ذکر فرمایا ہے جیسے کہ صفات بیہقی ص۲۶۴ میں ہے کہ قولہ فیہا یرید نفس مریم۔

جو کہ ٹھیک ہے اور مطابق واقعہ ہے اور سورۂ تحریم میں فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا فرما کر فرج میں نفخہ کا ذکر فرمایا ہے جو کہ ٹھیک ہے اور مطابق واقع ہے کہ محلِ دخول و خروج ہے اور یہ کام جو شخص بھی جائز طور پر کرتا ہے اس کا نام شوہر ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ بھی اگرچہ دوسروں کی طرح عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے پدر ہی مانتے ہیں مگر ان سے اتفاقاً یہ بیان ہو گیا کہ "وکانت النفخة التی نفخها فی جیب درعها فنزلت حتی ولجت فرجها بمنزلة لقاح الاب الام"۔

اور امام بیہقیؒ نے بھی موصوف کو بے پدر مان کر صفات ص۲۶۲ میں فرمایا کہ "فنفخ فی جیب درعها وکان مشقوقا من قدامها فدخلت النفخة صدرها فحملت۔ نفخہ اس کی پھٹی ہوئی جیب کی طرف سے ہوتا ہوا اس کے فرج میں اس طرح داخل ہوا جیسے کہ باپ، ماں (شوہر، بیوی) صحبت کرتے ہیں تو اس طرح پر اسے حمل ٹھہر گیا تھا۔

ہمارے مفسر بزرگوں کے خیال میں یہ سب کچھ ہوا اور اسے مانا بھی گیا، مگر جائز طور پر شادی سے انکار ہے کیا خوب صدیقہ وعفیفہ کا احترام واعزاز ہے۔ الاماں۔

سوال: نفخہ اور پیدائش منہ کی طرف سے تو ٹھیک نہیں کہ قرآن مجید میں مخاض، دردزہ آیا ہے جو کہ فرج میں ہوا کرتا ہے۔

جواب: ہمارے ذی علموں کے خیال مطابق تو مخاض پتھروں کو بھی ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے ناقہ پیدا ہو جاتی ہے جیسے کہ صالح علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی بابت بیان کیا جاتا ہے۔

جب اللہ پاک کے نظام سے اس کی قدرت کو الگ کر لیا گیا تو پھر کسی ضابطہ کی کیا ضرورت ہے۔

مرزا صاحب قادیانی نے تو درختوں کے پتوں کے ساتھ بھی پھلوں کی طرح عیسیٰ پیدا کر دیئے ہیں جیسے کہ مواہب الرحمٰن ص۷۰ میں ہے کہ نومن بان الله یشاء یخلق

من ورق الاشجار کمثل عیسی ۔

احصان : حصن حین کی جمع حصون آتی ہے قلعہ کو کہا جاتا ہے کہ اس جگہ فوج محفوظ ہوتی ہے ۔ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ (حشر) اور کہ تُحْصِنُوْنَ (یوسف) وہ غلہ ہے جسے آئندہ کے لیے محفوظ کر لیا جائے ۔ اور کہ محصنات ان عورتوں کو کہا جاتا ہے جو شادی شدہ ہوں یا کہ اپنی ضرورت کو شادی کے ذریعہ پورا کرنا چاہتی ہوں ۔ اور وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَآءِ میں ۓ کا ذکر ہے اور وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ (مائدہ) میں ۲ کا بیان ہے ۔

جیسے کہ مفردات راغب میں فرمایا ہے کہ المحصنات المتزوجات تصورا ان زوجها هو الذی احصنها محصنات شادی شدہ عورتوں کو اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے شوہروں کی وجہ سے محفوظ ہو جاتی ہیں ۔

نیز فرمایا کہ ارشاد الٰہی فَاِذَآ اُحْصِنَّ کا ترجمہ تَزَوَّجْنَ ہے کہ وہ شادی سے محفوظ ہو جائیں ۔

اچھا تو جب قرآن مجید میں یہ لفظ شادی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے تو پھر سورۃ تحریم میں جو وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا اور سورۃ انبیاء میں جو وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وارد ہوا ہے اس کا بھی تو یہی مطلب ہوا کہ مریمؑ نے شادی کی تھی ۔ اور ایسے ہی فاطمہؓ کی بابت بھی اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وارد ہوا ہے کہ اس نے شادی کی تھی جیسے کہ میں بحوالہ طبرانی، بزار اور ابو یعلی شروع میں بیان کر آیا ہوں ۔

مشکوٰۃ ص ۲۶۷ میں بحوالہ صحیح بخاری صحیح مسلم عبداللہ بن مسعودؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج (الحدیث) جسے ضرورت ہے وہ شادی کرے کہ شادی کا نام ہی احصان ہے ۔

اور اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا (نور) تزوجاً ونناً و معنیٰ جیسے کہ میں نے اسے بیان کر دیا ہے ۔

طہارت: موصوفہ کی بابت ارشادِ الٰہی طَهَّرَكِ بھی وارد ہوا ہے جس کا ترجمہ بحسب ارشادِ نبوی شادی ہے چنانچہ مشکوٰۃ ص۲۶۸ میں بحوالہ ابن ماجہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ من اراد ان یلقی اللہ طاهرا مطهرا .. فلیتزوج الحرائر، طاہر مطہر وہ ہے جو کہ شادی کرے۔

اصطفاء: موصوفہ کی بابت جو اِصْطَفَاكِ بھی وارد ہوا ہے کہ صاف ستھری ہے اور ہر اس اونٹنی پر جو بچہ کو دودھ پلا رہی ہے اور ہر اس کھجور پر جو پھل سے بھری ہوئی ہے اور ہر اس مرغی پر جو انڈے دے چکی ہے، یہ لفظ بولا جاتا ہے جیسے کہ اساس البلاغہ اور قاموس اور مفردات میں ہے اور مریمؑ نے بھی اپنے بچہ کو دودھ پلایا ہے جو کہ اس کا مبارک پھل ہے۔

روح: روح کا لفظ جو نساء، مریم، انبیاء، تحریم میں وارد ہوا ہے اس کی بابت صفات ص۲۲۴ بیہقی میں ہے کہ: قال بعض المفسرین وقد تکون الروح بمعنی الرحمة قال اللہ عزوجل وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِّنْهُ اى قواهم برحمة منه فَنَفَخْنَا فيه من روحنا اى من رحمتنا وقال لعيسى روح اللہ اى رحمة اللہ على من امن به وقيل قد يكون الروح بمعنى الوحى قال اللہ عزوجل يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وقال وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا وقال ينزل الملائكة بالروح من امره يعنى الوحى وانما سمى الوحى روحا لانه حياة عن الجهل فلذلك سمى المسيح عيسى ابن مريم روحا لان اللہ تعالىٰ يهدى به من اتبعه فيحييه من الكفر والضلالة۔[1]

---

[1] مفردات راغب میں ہے کہ وسمى القران روحا فى قوله وكذلك اوحينا اليك روحا من امرنا وكذلك تكون القران سببا للحياة الاخروية الموصوفة فى قوله وان الدار الاخرة لهى الحيوان (راغب)

بعض مفسروں نے یوں بیان کیا ہے کہ روح بمعنی رحمت ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ پاک مسلمانوں کو اپنی روح یعنی رحمت سے امداد فرمایا کرتا ہے۔

بایں معنی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو روح اللہ یعنی رحمۃ اللہ کہا گیا ہے۔ وہ ایمانداروں کے لیے اللہ پاک کی رحمت ہے اور روح بمعنی وحی بھی آتا ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں يُلْقِي الرُّوحَ اور كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا وارد ہوا ہے کہ اللہ پاک وحی نازل فرماتا ہے کہ اس کے ذریعہ لوگ زندہ ہوں اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر وحی نازل ہوئی تاکہ وہ اس سے لوگوں کی گمراہی دور فرما کر انھیں ایمان و اسلام سے زندہ کریں۔

اوّل ترجمہ اس لیے مناسب ہے کہ یہ اس کے موقع پر نازل ہوا ہے، جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو ایسے موقع پر فرمایا کہ رحمۃ اللہ و برکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمید مجید (ھود) اور آپ نے بھی فلا تکن من القانطین کے جواب میں فرمایا کہ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ (حجر) اور زکریا علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی بابت فرمایا کہ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّآ (مریم) اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی بابت بھی وارد ہوا کہ رَحْمَةً مِّنَّا (مریم) چونکہ یہ ہر سہ مواقع جیسے کہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں ایک طرح کے ہیں اس لیے یہ لفظ ایسے مواقع پر نہایت ہی موزون و مناسب ہے۔

اور مؤخر الذکر معنی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے احیائے موتیٰ سے متعلق ہے جیسے کہ مفردات میں ہے اور میں بھی اس کی تفصیل آیات السائلین اور نیز "البیان المختار فیما ورد فی الرسل الاخیار" میں شائع کر چکا ہوا ہوں۔

سوال: سید رشید رضا صاحب مصری نے اپنی تفسیر المنار میں ایسے لوگوں کو کفر تک پہنچایا ہے جو عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی بے پدری پیدائش کے منکر ہوں۔

جواب سا: اگر یہ کفر کسی آیت قرآنی اور حدیث نبوی کا ہے تو اس کا بیان ضروری تھا جو نہیں کیا اور اگر ان کے و نیز دیگر علماء کے مسلک کا انکار اور کفر ہے تو لغوی کفر ہے۔

شرعی نہیں۔

جواب نمبر ۲: سید صاحب موصوف نے اس مقام پر حیاتِ عیسوی کا انکار فرمایا ہے جسے سب مسلمان قرآن مجید کی رو سے تسلیم کرتے ہیں تو اس کی دوسری شق سے دوسروں کی تکفیر کیسے؟

جواب نمبر ۳: صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ ونیز دیگر کتب احادیث کی اس باب میں واردہ روایات کو صحیحہ مرفوعہ صریحہ مان کر بھی اس بنا پر انکار کر دیا کہ یہ اخبار احاد ہیں متواترہ نہیں اور جس بات کا قرآن و حدیث میں صریحاً کوئی ذکر نہیں اس کا انکار کفر کیا خوب ہے!

جواب نمبر ۴: عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا باپ تو یہودیوں اور عیسائیوں اور مسلمانوں ہر سہ نے تسلیم کیا ہے موصوف کے باپ کا تو کوئی بھی منکر نہیں۔

جیسے کہ ہمارے دوستوں کا خیال ہے کہ یہودیوں نے ان کا باپ ناجائز بتایا ہے، اور عیسائیوں نے ان کا باپ اللہ پاک کو ٹھہرایا ہے اور قاضی بیضاوی وغیرہ نے روح القدس کو ان کا باپ ٹھہرایا ہے۔ اتاھا جبرئیل متمثلا بصورۃ شاب امرد سوی الخلق لتستانس بکلامہ ولعلہ لیھیج شھوتھا فتحدر نطفتھا الی رحمھا اور مدارک میں ہے کہ تمثل لھا جبرئیل فی صورۃ آدمی شاب امرد وضیئ الوجہ جعد الشعر۔ جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسّلام ایک خوبصورت انسان (امرد) کی شکل بن کر اس کے پاس پہنچا اور بال گنگریلے تھے اور دونوں کی ایک دوسرے کو دیکھ کر شہوت بھڑک اٹھی جس سے مریمؓ کو حمل ٹھہر گیا اور سید صاحب موصوف نے بھی یہی بیان فرمایا ہے کہ فتمثل لھا بشراً ونفخ فیھا ناحدث نفخۃ التلقیح[1] فی رحمھا فحملت بعیسی اللہ پاک نے ایک روح کو انسان کی شکل میں بھیج کر مریمؓ کے رحم میں تلقیح فرما دی جس سے اس کو عیسیٰ

---

[1] اس کا ترجمہ لعن الفحل کے ذکر پر عرض کر آیا ہوں۔ (ذاتی)

(علیہ الصلوٰۃ والسّلام) کا حمل ٹھہر گیا۔ سب کچھ ہُوا مگر نکاح نہیں ہونے دیا کہ یہ کفر ہے، کیا خوب ہے۔

سوال: مشرقی صاحب نے تکملہ ص۱۹۰ جلد۱ اور تکملہ ص۲۰۵ جلد۲ میں فرمایا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام بے پدر پیدا ہوتے تھے اور مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی نے بھی انھیں بے پدر پیدا شدہ بتایا ہے۔

جواب: اول الذکر نے حوالہ ۱ پر یوں حاشیہ دیا ہے کہ:

"اس نے اگر بن باپ اولاد پیدا کر کے انسان کو اپنے لائحہ عمل کے متعلق اشارہ کرنے کی غرض سے کسی نئے قانونِ فطرت کے رائج کرنے کا فیصلہ کر لیا (امر کا ترجمہ) تو اس قانون کو کہتا ہے کہ ناموافق حالات میں بھی ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے!"

اور حوالہ ۱ ص ۲۸۵ پر یوں فرمایا کہ:

"میرے چھوٹے سے دماغ میں تو کم از کم نہیں آسکتا کہ خدا کیونکر ایسے انسان سے ملاقات کو گوارا کرے گا، جس کو اس نے خود ناپاک نطفہ منی سے پیدا کیا جس کی پیدائش کی جگہ عورت کی پیشاب کی جگہ کو قرار دیا۔"

اور حوالہ ۱ ص ۳۹۸ پر یوں فرمایا کہ:

"انسان گندے پانی سے اپنی تخلیق کو بہتر طریق تخلیق کی طرف لوٹا دینے پر ضرور قادر ہے۔ اِنَّهٗ عَلٰی رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ (سورۂ طارق)

اور حدیث القرآن ص۲۰۲ میں اس کی مزید تفصیل فرمائی ہے جس کے چند اقتباسات

۱، ۲ "انہ" کی ضمیر انسان کی طرف نہیں بلکہ اللہ پاک کی طرف راجع ہے کہ وہ انسان کو بار بار دفق ماء کا موقع دیتا ہے جس سے اس کی اولاد پیدا ہوتی رہتی ہے اور یہ طریق تخلیق قیامت تک ممتد ہے جیسے کہ آسمان ذات رجع ہو کر اس کے لیے بار بار بارش برساتا رہتا ہے اور زمین ذات صدع ہو کر اس کی خوراک پیدا کرتی رہتی ہے اور یہ طریقہ تخلیق بھی قیامت تک ممتد ہے، دونوں طریقوں میں کوئی ردوبدل نہیں (رازی)۔

ہیں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

"دنیا کے ایک بڑے عظیم الشان نبی کی عظیم المرتبت والدہ حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام کی شرمگاہ کا خاص طور پر ذکر کر کے ان کے متعلق دوبارہ خاص الخاص طور پر یہ کہنا کہ حضرت مریمؑ نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اور کسی مرد کو پاس پھٹکنے نہیں دیا خالی از علت نہیں ہو سکتا۔"

"جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی پھر ہم نے اس عورت میں اپنی روح پھونک کر اس کو بغیر مرد کے نطفہ کے رحم میں داخل ہونے کے اس قابل بنا دیا کہ اس کے پیٹ میں حضرت عیسٰی علیہ الصلاۃ والسلام کا حمل ٹھہر جائے اور جب وہ حمل ٹھہر گیا اور حضرت عیسٰی پیدا ہو گئے تو پھر ہم نے مریم اور اس کے بیٹے دونوں کو تمام دنیا کے لیے اعجوبہ روزگار نشانی بنا دیا۔ مریم اور ان کے بیٹے کو تمام کائنات کے لیے ایک یادگار نشان بنا دینا صرف اسی عجیب و غریب واقع سے ہو سکتا ہے کہ حضرت مریمؑ کو بغیر خاوند کے نطفہ کے حمل ٹھہر گیا تھا اور حضرت عیسٰی بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔"

"جس طرح اس روح ربی کو حضرت مریمؑ کے جسم میں پھونک دینے سے وہ مرد کی ہمبستری سے بے نیاز ہو گئی تھی۔ اسی طرح انسان بھی اپنے ارتقاء کے آخری مرحلوں میں جب خدا کا مماثل بنتا جائے گا کسی ایسے اعضائی انقلاب کا حامل ہو کر رہے گا۔ جس اعضائی انقلاب کے باعث اس کو حاجت ہی نہ رہے گی کہ وہ اپنی پیدائش مرد و عورت کی مجامعت سے کرے اور یہ مرحلہ وہ ہو گا کہ نطفہ منی کے سوا کن کے طریق پیدائش سے نکل کر کسی ایسے باعزت طریق پیدائش کی طرف آئے گا جو مریم علیہا السلام کو خدا کے حضور سے ارزاں ہوا تھا"، کیا خوب ہے!

حضرت عیسٰیؑ کو بن باپ کے جنوا کر انسان کو اشارہ اس امر کا دینا تھا کہ انسان کے آئندہ ارتقاؤں کے مرحلوں میں جو نفخت فیہ من روحی سے متعلق ہوں گے ایک مرحلہ ضرور ایسا آنے والا ہے کہ وہ نطفہ منی کی پلید پیدائش سے آزاد ہو کر رہے گا!!

کیا خوب ہے!

موجودہ طریق پیدائش کو اللہ پاک نے اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (تین) سے تعبیر فرمایا ہے۔ دوسرے تو کیا خود انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سلسلہ پیدائش بھی یہی رہا ہے۔ نبوت شروع ہو کر ختم ہو گئی۔ اب اس کے بعد دوسروں کے لیے اس سے کسی بہتر طریق پیدائش کا کوئی امکان ہی نہیں اور اللہ پاک کی سنت جاریہ میں کوئی رد و بدل نہیں۔ ٭

یَا اَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ فِیْ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّیْنِ۔

(الانفطار) فرما کر اللہ پاک نے موجودہ طریق تخلیق اور تسویہ اور تعدیل اور تصویر کو یوم الدین تک ممتد ٹھہرا دیا ہے۔

اسی طرح سورہ قیامہ کے آخر پر اسے حشر و نشر اور احیائے موتیٰ تک ممتد ٹھہرا دیا ہوا ہے اور سورۂ نجم کے آخر پر نَشْاَۃَ الْاُخْرٰی تک اسے ممتد ٹھہرا دیا ہوا ہے۔

اور اللہ پاک نے تصریح فرما دی ہے کہ قیامت کے قریب ایک ایسا زلزلہ ہو گا۔ جس کی دہشت سے ہر حاملہ اپنے حمل کو گرا دے گی اور دودھ پلانے والی اپنے بچہ کو دودھ پلانا بھول جائے گی (حج)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حمل اور وضع کا یہ سلسلہ قانونِ الٰہی میں قیامت تک ممتد ہے۔

اب مشرقی صاحب کے تجویز کردہ پروگرام کے لیے کوئی وقت اور کوئی جگہ خالی نہیں۔ ٭

اب رہے دوسرے صاحب تو انھوں نے اپنا تمام علم و عقل اور وقت کتب احادیث نبویہ کی تردید پر صرف کر دیا ہے۔ قرآن فہمی پہ کوئی وقت نہیں لگایا۔ جو کہ نہایت ضروری تھا۔

ﷺ ۱ل: امام بیہقیؒ نے اور حافظ ابن کثیرؒ نے جب صاف طور پر تحریر فرما دیا ہے کہ

عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بے پدر پیدا ہوئے ہیں تو پھر کیوں تسلیم نہ کر لیا جائے، بلکہ امام امام سیوطیؒ نے الکنز المدفون فی الفلک المشحون ص۲۶ میں فرمایا ہے کہ فان عیسی علیہ السلام لا اب لہ واعتقاد ھذا واجب فاذا تکرر ذکرہ منسوبًا الی الام استشعرت القلوب مایجب علیہا اعتقادہ من نفی الاب عنہ وتنزیہ الام الطاہرۃ عن مقالۃ الیہود لعنہم اللہ۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بے پدر پیدا ہوئے اور ایسے ماننا بھی ضروری ہے کیونکہ اس کا ذکر بار بار ماں کی طرف منسوب ہو کر آیا ہے۔ اور اس کی ماں تمام بیہودی الزاموں سے پاک ہے اس لیے اقرار کرنا پڑا کہ اس کا باپ کوئی نہیں۔

جواب: جس دلیل وثبوت کی بنا پر بے پدر ماننا ضروری بنایا گیا ہے اس کی کمزوری میں جدول دے کر پہلے بیان کر آیا ہوں، غیر نبیوں کا بیان خواہ وہ کثرت سے ہوں کسی بات کو واجب نہیں ٹھہرا سکتا۔ قرآن وحدیث سے ثبوت کی ضرورت ہے علاوہ ازیں کثرت سے ماں کا ذکر تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بھی ہوا ہے بلکہ اس کے بھائی ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی قَالَ ابْنَ اُمَّ (اعراف) یَا ابْنَ اُمَّ (طٰہٰ) کہہ کر اسے بلایا ہے۔ باپ کا کوئی ذکر کیا بلکہ اشارہ تک بھی نہیں کیا تو کیا اس سے یہ سمجھ لیا جائے کہ وہ بے پدر پیدا ہوئے ہیں جیسے کہ یہ بے پدر نہیں ویسے ہی وہ بھی بے پدر نہیں۔

سوال: حافظ ابن کثیر نے سورہ مریم کی تفسیر میں فرمایا ہے، کہ اللہ پاک نے انسانوں کو چار طرح پیدا فرمایا ہے۔ ۱۔ زوجین سے جیسے کہ ہو رہا ہے اور ۲۔ دونوں کے بغیر جیسے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا اور ۳۔ صرف نر سے جیسے کہ حواؑ کو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پیدا فرمایا ہے اور ۴۔ صرف مادہ سے جیسے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صرف مریمؓ سے پیدا فرمایا ہے۔

جواب: ۱۔ تو عام طور پر وقوع میں آرہا ہے اور ۲۔ انسانوں کی ابتدائی پیدائش ہے جس کے سوا اور کوئی دوسری صورت ممکن ہی نہیں اللہ پاک نے دونوں کی بابت فرمایا ہے کہ وَبَدَأَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ

مِنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ (الم سجدہ ۸) جنس انسان کی ابتدائی تخلیق[1] کیچڑ گارے جیسی مٹی سے ہوتی ہے پھر اس کے بعد توالد و تناسل کا سلسلہ قائم کر دیا گیا ہے بلکہ انسانوں کے علاوہ جملہ حیوانات چرند، پرند، درند و دیگر حشرات میں اللہ پاک کا یہی اصول کارفرما ہے جیسے کہ فرمایا وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ[2] فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتٰبِ مِنْ شَىْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ (انعام) اور ۳ میرے نزدیک ۲ میں داخل ہے مگر جن بزرگوں کے نزدیک وہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پیدا ہوئی ہے کیا وہ اس سے اس کی ولیدہ شمار کرتے ہیں اور پھر وہ اس سے اس کا نکاح بھی کراتے ہیں، کیا خوب ہے! اور اگر احد الطرفین سے پیدا شدہ ان کے نزدیک ولد نہیں تو پھر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مریمؓ کے ولد نہیں مگر قرآن مجید میں اس کی ولادت کی صاف طور پر تصریح موجود ہے لہٰذا وہ ذوالطرفین ٹھہرے۔

سوال: اللہ پاک نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے پدر نہیں بتایا مگر بیان ایسا کیا ہے جس سے وہ بے پدر سمجھا جاتا ہے ایسے ہی عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے پدر نہیں بتایا مگر بیان ایسا کیا ہے جس سے وہ بے پدر سمجھا جاتا ہے۔

جواب ۱: اچھا ایسے ہی موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بے پدر نہیں بتایا مگر بیان ایسا کیا ہے کہ وہ بے پدر سمجھا جاتا ہے تو کیا وہ بے پدر ہے ہرگز نہیں۔ تو ایسے ہی وہ بھی نہیں[3]۔

---

[1] اخروی تخلیق بھی ابتدائی تخلیق کی طرح ہوگی جیسے کہ ارشاد ہے کما بدأنا اول خلق نعیدہ (انبیاء) کما بدأکم تعودون (اعراف) ان دونوں مقاموں پر مادر و پدر سے پیدائش نہیں (اثری)

[2] حیوٰۃ الحیوان ص۱۵۱ جلد ۲ میں عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک حاملہ گائے کو تکلیف میں دیکھ کر دعا کی کہ خدایا اس کی مشکل کو حل فرما تو اس کا حمل وضع ہوا تو کیا یہ گائے بیل کے بغیر حاملہ تھی اگر یہ نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر وہ خود بھی اس ضابطہ سے خارج نہیں (اثری)

[3] ظاہر ہے کہ ماں کی طرف منسوب ہو کر موسیٰ ع بے پدر نہیں تسلیم ہوئے بلکہ والدہ کے شرف کی وجہ ہے (اثری)

اصل بات یہ ہے کہ ان مواقع پر بے پدری زیر بحث نہیں اور نہ ہی یہ بیان مقصود ہے، بلکہ اس وقت کے حالات اور کیف تخلیق مقصود ہے جسے تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

جواب ۲: آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام (پہلا پیدا شدہ انسان) کے لیے اتنا بلکہ کچھ بھی بیان نہ ہوتا تو بھی وہ بے پدر و مادر پیدا شدہ تسلیم ہوتا نہ صرف وہ بلکہ تمام انسان جو ابتداء میں پیدا ہوئے بلکہ تمام حیوانات چرند پرند و درند اور سب حشرات ابتداء میں بے ماں پدر پیدا ہوتے ہیں اس کی تسلیم مجمل یا کہ مفصل بیان پر موقوف نہیں کہ سلسلہ کی ابتداء اس کے سوا ممکن ہی نہیں۔

اگر ابتدائی حیوانوں کے ماں باپ ہوں تو وہ ابتدائی نہیں اور یہ قدامت کے قائل ہیں ہمارے ہاں حدوث ہے جس کے لیے یہ صورت ہر حال لازم و ضروری ہے۔

جواب ۳: عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تمثیل بے پدری کا ثبوت نہیں۔ ابوداؤد ص ۲۴۲ جلد ۲ میں ہے کہ اِنَّ مَثَلَ عثمان عند اللہ کمثل عیسی ابن مریم تو کیا عثمانؓ بے پدر پیدا ہوتے تھے ہرگز نہیں۔

اور مشکوٰۃ ص ۵۶۵ میں بحوالہ مسند احمد، علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ: فیکؓ مثل من عیسی تو کیا علیؓ بے پدر پیدا ہوتے تھے ہرگز نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ تمثیل اور بات میں ہے پیدائش میں نہیں جیسے کہ میں نے تفسیر آیات اللسائلین طبع جدید میں اس کی تفصیل کر دی ہے۔

سوال: بعض روایات میں آیا ہے کہ ان مثل عیسی عند اللہ کمثل آدم کا نزول نجرانی عیسائیوں سے مناظرہ کے وقت ہوا ہے اور کہ آپ نے مناظرہ میں اسے تلاوت بھی فرمایا ہے جس سے بے پدری کا اعتراف معلوم ہوتا ہے۔

جواب ۱: یوں تو ساری سورت ہی اسی موقع پر نازل ہوئی ہے اس آیت کی کوئی تخصیص نہیں اور مناظرہ میں اس کی تلاوت ثابت نہیں اور نہ اس کا کوئی ثبوت کہ آپ نے بے پدری کا اعتراف فرمایا تھا۔

اگر نبوی خیال میں یہ آیت کریمہ بے پدری کا ثبوت ہوتا تو آپ اسے ولادت مسیح علیہ السّلام کی آیات کریمات میں درج فرماتے مگر آپ نے اسے صلیب کی آیات میں درج فرما کر وہ مطلب ظاہر فرمایا ہے کہ جسے میں آیات اللسائلین طبع جدید میں بتفصیل بیان کر آیا ہوں۔

اور آیتوں کے اپنی اپنی جگہ اندراجات حدیث و سنت کی رُو سے ہوئے ہیں جیسے کہ میں نے "حصول تیسیر البیان علی اصول تفسیر القرآن" میں بتفصیل شائع کر دیا ہوا ہے۔ لہٰذا سیاق سباق سے جو کچھ ثابت ہوگا وہ نبوی ترجمہ اور تفسیر ہوگی۔

جواب ۲: اگر آیاتِ ولادت میں بھی اس کا اندراج ہو جاتا تو بھی بے پدری پر نص نہ ہوتا بلکہ یہ ظاہر ہوتا کہ وہ ترابی[۱]، خاکی مخلوق ہے۔ ناری[۲]، نوری[۳] نہیں۔ ۱ کثیف ہے اور ۲ لطیف اور ۳ بہت ہی لطیف ہے اور اللہ پاک اس سے بھی کہیں زیادہ لطیف و بلا کیف ہے، جب ۳ بھی اس کی مثل نہیں تو ۱ اس کی مثل کیسے ہوا۔؟

جواب ۳: جن ذی علموں نے بے پدری مماثلت پر اسے محمول فرمایا ہے ان کا بھی اس پر اتفاق ہے کہ یہ مماثلت ناقصہ ہے تامہ نہیں، جب تامہ نہیں تو پھر ندرت میں بھی مماثلت ہو سکتی ہے بے پدری لازم نہیں۔

سوال: کُنْ فَیَکُوْنُ کا ایسے مواقع پر استعمال ہوا ہے، جہاں کوئی بات عام ضابطہ الٰہی کے خلاف ہے جیسے کہ یَوْمَ یَقُوْلُ کُنْ فَیَکُوْنُ (الانعام) اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (نحل) اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (یٰس) وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (بقرۃ) ان چاروں مواقع پر قیامت کا ذکر ہے، جسے ناممکن بتا دیا گیا ہے، اسی طرح پر خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (آل عمران) میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی پیدائش پر استعمال ہوا ہے اور اسی طرح اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (آل عمران، مریم) عیسیٰ علیہ

الصلوٰۃ والسّلام اور ان کی والدہ ماجدہ کی بابت استعمال ہوا ہے لیکن ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور زکریا علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا واقع نادر الوقوع ہے ناممکن نہیں اس لیے اس پر اس کا استعمال نہیں ہوا۔

جواب ۱: آل عمران میں زکریا علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی بابت کَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ وارد ہوا ہے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی بابت بھی کَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وارد ہوا ہے اور دونوں کا مطلب ایک ہے پھر اس کے بعد عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسّلام کے لیے كُنْ فَيَكُوْنُ وارد ہوا ہے جو کہ اس کے ساتھ ہی ملحق ہے کوئی جدا نہیں، اور سورہ مریم میں زکریا علیہ الصلاۃ والسلام اور مریم رضی اللہ عنہا دونوں کی بابت کَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وارد ہوا ہے پھر اس کے بعد عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی بابت كُنْ فَيَكُوْنُ وارد ہوا ہے جو پہلے کے ساتھ بھی ملحق ہے کوئی علیحدہ نہیں۔

جواب ۲: اصل لفظ اس میں کن ہے جو اللہ پاک کی طرف سے کام کے لیے ہوتا ہے اس کے بغیر کوئی کام بھی انجام پذیر نہیں جیسے امر اور شیٔ اور یشاء سے ظاہر ہے۔

نیز فرمایا کہ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ (زمر، اعراف) نیز فرمایا کہ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ (حجر) نیز فرمایا کہ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (توبہ) نیز فرمایا کہ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا (بنی اسرائیل) نیز فرمایا کہ كُوْنُوْا قِرَدَةً (بقرہ، اعراف) نیز فرمایا کہ كُوْنُوْا قَوّٰامِيْنَ (نساء، مائدہ) نیز فرمایا کُوْنُوْا اَنْصَارَ اللّٰهِ (صف) نیز فرمایا کہ كُوْنِيْ بَرْدًا (انبیاء) جیسے مقامات ملاحظہ ہوں کہ کُنْ الٰہی کا استعمال کیسے ہوا ہے۔

جواب ۳: کبھی اللہ پاک نے ایسے موقع پر یوں فرمایا کہ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ (حج، عنکبوت) اور کبھی یوں فرمایا کہ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ (تغابن) اور کبھی یوں فرمایا کہ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (احزاب، حدید) اور کبھی یوں فرمایا

کہ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ (ق) اور کبھی یوں فرمایا کہ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا (احزاب) کبھی یوں فرمایا کہ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا (مریم) اور کبھی یوں فرمایا کہ وَكَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا (احزاب) کبھی یوں فرمایا کہ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا (نساء۔ بنی اسرائیل، احزاب) اور کبھی یوں فرمایا کہ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا (انفال) اور کبھی یوں فرمایا کہ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا (مزمل) اور کبھی یوں فرمایا کہ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا (بنی اسرائیل) اور کبھی یوں فرمایا کہ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا (مریم) اور یہ سب ایک ہی طرز بیان ہے اور ٹھیک ہے۔

جواب ۲: هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (مومن) تو اس میں اللہ پاک نے عام انسانی خلقت کو جو کہ ہمیشہ مرد و عورت دونوں کے نطفہ سے ہوتی رہتی ہے كُنْ فَيَكُوْنُ سے تعبیر فرمایا ہے اس لیے اس لفظ سے بے پدر پیدا ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔

احصان فرج: کی بابت میں تفصیل سے بیان کر آیا ہوں مزید ارشادات الٰہی ملاحظہ ہوں۔ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ (احزاب) ... حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (نساء) يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ (نور) يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ (نور) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ (مومنین ۵)

ان سب کا مطلب یہی ہے کہ بدکاری سے اجتناب لازم ہے شادی سے روک تھام ہرگز مراد نہیں بلکہ ترغیب ہے جیسے کہ ۵ کے آخری الفاظ سے ظاہر ہے کہ آزاد عورتوں سے شادی کیا کرو اگر وہ دستیاب نہ ہوں تو پھر لونڈیوں سے بھی

شادی کرلیا کرو اور یہ شرط ہے کہ مُحْصِنِیْنَ ہوں مسافحین اور متخذی اخدان نہ ہوں اور مُحْصِنَات ہوں اور مسافحات اور متخذات اخدان نہ ہوں جیسے کہ نساء مائدہ میں تصریح ہے۔ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا (نور) میں بھی تحصن بمعنی تزوج ہے اور مریمؑ کی بابت جو اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (انبیاء تحریم) وارد ہوا ہے اس کا معنی بھی یہی ہے کہ اس نے ضرورت پر شادی کی تھی۔

بتول اور تبتل: کی بابت بھی میں عرض کر آیا ہوں یہاں پر اس کی وہ صورت بیان کرتا ہوں جو کہ شرعاً ممنوع ہے ترمذی ص۱۳۹ جلد۱ ابن ماجہ ص۱۳۴ جلد۱ میں بروایت قتادہ سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبتل (ترک نکاح) سے منع فرمایا ہے پھر قتادہ نے اس پر آیت کریمہ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً (رعد) پڑھ کر فرمایا کہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے شادی کی ہے اور ان کے یہاں اولاد بھی ہوئی ہے۔

امام سیوطیؒ نے درمنثور میں اس روایت پر ابن منذر، ابن ابی حاتمؒ، ابن مردویہ، طبرانی ابوالشیخ کا حوالہ بھی دیا ہے نیز درمنثور میں بحوالہ ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ و نیز سنن نسائی ص۵۵ جلد۲ میں سعد بن ہشام سے مروی ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں میں نے عرض کی کہ میں شادی نہیں کروں گا تو فرمایا کہ یہ ارشاد الٰہی کے خلاف ہے کہ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً (رعد) ہم نے تمام انبیائے کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نکاح کرائے تھے اور پھر ان سے اولاد بھی پیدا ہوئی تھی اس لیے ترکِ نکاح خلافِ سنت ہے۔

درمنثور میں بحوالہ ابن ابی شیبہ اور مسند امام احمدؒ و نیز ترمذی ص۱۲۹ جلد۱ میں ابوایوب انصاریؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نکاح انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا معمول رہا ہے اور مریم رضی اللہ عنہا کی بابت بھی ارشاد الٰہی یوں وارد ہوا ہے کہ وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ (تحریم) وہ اللہ پاک کی تمام کتابوں اور

صحیفوں کی تصدیق کیا کرتی تھی دریں حالات وہ باوجود ضرورت کے نکاح سے کیسے علیحدہ رہ سکتی تھی۔

اخوۃ علاتٍ واخوۃ اخیافٍ

علاتی بھائیوں کی باہم مواخات باپ کی طرف سے ہوتی ہے اور اخیافی بھائیوں کی باہم مواخات ماں کی طرف سے ہوتی ہے۔

صحیح بخاری ص ۲۷۹ پارہ ۱۳ صحیح مسلم ص ۲۶۵ جلد ۲ میں ونیز دیگر کتب حدیث میں ابوہریرہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ انا اولی الناس بعیسی ابن مریم فی الدنیا والاخرۃ الانبیاء اخوۃ لعلات امھاتھم شتی ودینھم واحد عیسائیوں کا خیال کہ وہ مودت ومحبت اور اقتداء واتباع میں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے قریب ہیں غلط ہے بلکہ ان کی نسبت میں زیادہ موصوف سے قریب اور شروع سے آخر تک اس کے ساتھ ہوں۔ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام آدم زادے ہو کر آپس میں ایک دوسرے کے علاتی بھائیوں کی طرح ہیں کہ ان کا دین (باپ) ایک ہے، اور مائیں (زمانے، زبانیں اور اجتہادی باتیں) ان کی الگ الگ ہیں۔

سلسلہ نسب میں داخل ہو کر اگر کسی نبی (علیہ الصلوٰۃ والسّلام) کا باپ نہیں تو وہ دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام کا اخیافی بھائی کی طرح ہوا علاتی کی طرح نہ ہوا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو علاتی ٹھہرایا ہے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا ذکر خصوصیت کے ساتھ سب سے پہلے فرمایا ہے تو دریں حالات اسے ان سے کیسے خارج کیا جا سکتا ہے۔

قرآن مجید میں بنی اسرائیل کا بار بار ذکر ہوا ہے اور چار مرتبہ تو اللہ پاک نے انھیں یا بنی اسرائیل کہہ کر پکارا ہے (بقرہ ۵ طٰہٰ) اور دو دفعہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے خود بھی انھیں یا بنی اسرائیل (مائدہ ۵ صف) کہہ کر پکارا ہے۔

اسرائیل یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا دوسرا نام یا کہ لقب ہے اس کے بیٹے (اولاد

بیٹیاں) تو اسرائیل کی طرف منسوب ہو کر بنی اسرائیل (اور بنات اسرائیل) ہوئے مگر اس کی بیوی تو اسرائیلی نہیں کہ اس کی طرف منسوب ہو کر وہ اسرائیلی ہوں انھیں تو صرف باپ کی وجہ سے اسرائیلیوں میں شمار کیا جاتا ہے ۔ اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام تو بالاتفاق اسرائیلی ہیں لہٰذا علاتی ہونے کی وجہ سے ان کا باپ ثابت ہوتا ہے اگرچہ یہاں پر دوسری صورت بھی قائم ہے مگر اس حدیث میں علاتی بے اخیافی ذکر نہیں ۔

رسم و رواج اور روک تھامِ نکاح[1]

بعض قوموں میں بعض زیرِ اثر اور زیرِ ولایت عورتوں کو نکاح سے روک ہوتی ہے ایسے مواقع پر اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَاۗءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (نور) اپنی زیرِ ولایت نوجوان عورتوں کو نکاح سے مت روکا کرو بحالیکہ وہ شبابۃً یا کہ ارادۃً یا کہ مقالۃً اس پر آمادہ اور تیار ہوں اگر ایسا کیا گیا تو بدکاری کا خطرہ ہے جس کی تمام تر ذمہ داری ان پر عائد ہو گی جو اُن کو روکتے ہوں گے ۔

سوال : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بخاری مسلم و دیگر کتب میں جو ارشاد ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور مریم رضی اللہ عنہا کے سوا اور کوئی ایسا بچہ نہیں جو کہ شیطان کے مَس سے بچا ہوا ہے اس کے مشہور مطلب پر چونکہ کوئی پاکباز محفوظ نہیں اس لیے "البیان المختار فی ما ورد فی الرسل الاخیار" میں اس کا مطلب یوں بیان کیا ہے

---

[1] ترکِ نکاح کیساتھ ایک دوسرا رواج یہ بھی تھا کہ جو نکاح کا مجاز ہوتا وہ نکاح تو کرتا مگر اپنی بیوی کو صداق نہیں دیتا تھا چنانچہ ابن الاثیر در منثور مجمع البحار ہر سہ کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ ان الرجل من اھل الکتاب یتزوج المرأۃ وما یعلق علی یدیھا الخیط وما یرغب واحد عن صاحبہ حتی یموتا ھٰما وعلق) اہل کتاب مرتے دم تک اپنی عورتوں کو مہر ادا نہیں کیا کرتے تھے، درج فرما کر فرمایا ہے کہ اپنی امت کو آپؐ نے یہ ارشاد فرما کر ترغیب دی ہے کہ وہ اپنی بیویوں کا پورا پورا مہر ادا کیا کریں اور (باقی آگے)

کہ کوئی عورت جس نے بے شوہر بچہ جنا ہے وہ مسِ شیطان (زانی) سے محفوظ نہیں اور اس کا یہ بچہ چونکہ اس کی مس سے پیدا ہوا ہے اس لیے وہ حلال زادہ نہیں ہاں! عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور آپ کی والدہ ماجدہ اس کلیہ سے باہر ہے۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسے بے پدر تسلیم کیا گیا ہے اب انکار کیسے؟ اگر انکار ہے تو پھر حدیث کا مطلب کیا ہے؟ یا کہ اب حدیث کا انکار ہے؟

جواب: انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام کو اس خطرناک زد سے بچانے کے لیے میں نے یہ ترجمہ کر دیا تھا اب معلوم ہوا کہ قدرت خدا کے بہانہ یہ سارا نزلہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور ان کی والدہ ماجدہ پہ گرا دیا ہے اللہ پاک مجھے معاف فرمائے میں ان کی جوتیوں کی خاک ہوں اور ان کی عزت میں جیتا ہوں۔

حدیث نبوی پہ پورا پورا ایمان ہے اور اس کا ٹھیک ٹھیک مطلب یہ ہے کہ:

یہودیوں نے منذور اور منذورہ کی بابت شریعت اسلام کا مفہوم غلط سمجھ کر جو انہیں شادی سے روکا ہوا تھا اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ خفیہ طور پر زنا پھیلا اور اولاد بھی ہوئی ہوگی جو شاید ضائع کر دی جاتی ہوگی یا کہ کسی طرح پہ درپردہ پرورش بھی پا جاتی ہوگی۔ اس زمانہ میں شاید ہی کوئی ایسا ہوگا جو اس سے یعنی بدکاری سے بچا ہوگا مگر ہاں مریم رضی اللہ عنہا کو اللہ پاک نے توفیق عطا فرمائی تو اس نے منذورہ ہونے کے باوجود ان کی جاہلانہ رسومات کو عملی طور پہ توڑتے ہوئے نکاح کر لیا پھر اللہ پاک نے اسے اس مبارک نکاح سے ایک ایسا بچہ بھی عطا فرمایا جس نے ایسی شیطانی رسوم کا خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا یہاں تک کہ یہودیوں کو خائب و خاسر ہو کر نادم ہونا پڑا۔ جس کی پوری تفصیل آئندہ صفحات میں آ رہی ہے۔

سوال: درمنثور میں بحوالہ طبرانی ابن مردویہ بریدہؓ سے مروی ہے کہ حَعَلَ

(بقیہ گذشتہ) ان سے حسن سلوک کیا کریں۔

دیتے تو مسلمان بھی نہیں مگر ہاں وہ مرتے وقت بخشوا لیا کرتے ہیں طابق النعل بالنعل (راتری)

اللہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذہ الآیۃ ان یزوجہ بالثیب آسیۃ امرأۃ فرعون و بالبکر مریم ابنۃ عمران اللہ پاک نے آیت کریمہ ثَيِّبَاتٍ وَّ اَبْكَارًا (تحریم) اللہ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا ہے کہ اسے ثیب کے عوض ثیب آسیہ فرعون کی بیوی سے اور بکر کے عوض بکر مریم رضی اللہ عنہا سے شادی کرا دے گا۔

اس سے صاف عیاں ہے کہ مریم رضی اللہ عنہا ساری عمر باکرہ ہی رہی ہے شادی نہیں کی جنت میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہو گی۔

جوابات و انتقادات

حافظ ابن کثیر رحمہ نے اس روایت کو اس طرح پر باسناد بیان فرمایا ہے کہ قال ابو القاسم الطبرانی فی معجمہ الکبیر ثنا ابو بکر بن صدقۃ ثنا محمد بن محمد بن مرزوق ثنا عبد اللہ بن ابی امیۃ ثنا عبد القدوس عن صالح بن حیان عن ابن بریدۃ عن ابیہ الحدیث

روایتاً: بریدہ پر موقوف ہے مرفوع نہیں۔ ۱ ابن نامعلوم الاسم ہے سلیمان تو یقیناً نہیں جیسے کہ امام بزار اور حافظ ابن حجر رحمہ نے اس کا فیصلہ فرمایا ہے، اگر وہ عبد اللہ ہے تو خیر اور اگر کوئی تیسرا صاحبزادہ ہے تو قابلِ بحث ہے اور ۲ صاحب اوہام ہے۔

درایتاً: اس کے خلاف ہے کہ آیت کریمہ میں یوں وارد ہوا ہے کہ اگر طلاق دے دے تو ثیب کے عوض ثیب اور بکر کے عوض بکر سے شادی کرائی جا سکتی ہے۔ جیسے کہ عسیٰ سے ظاہر ہے چونکہ بدل کا وعدہ طلاق کے ساتھ معلق ہے اس لیے بدل واقع نہیں ہوا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔ دریں صورت دوسری سے معاوضہ کے طور پر نکاح کیسے؟

اچھا تو اگر طلاق ہو جاتی تو اس کا معاوضہ دنیا میں ہوتا آخرت میں کیسے، صورت ۱ میں ان دونوں عورتوں سے تو بدل ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ صدیوں پیشتر کی فوت شدہ

ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ دیگر عورتوں سے معاوضہ ہوتا ان سے نہیں اور سلا میں معاوضہ جنت میں ہوتا تو سب کو طلاق دے کر دنیوی زندگی آخری ایام تک بلے نکاح پڑے رہتے کیا خوب ہے!

اصل روایت : درمنثور میں بحوالہ طبرانی سعد بن جنادہؓ سے یوں مروی ہے کہ ان اللہ زوجنی فی الجنۃ مریم بنت عمران وامرأۃ فرعون و اخت موسیٰ اللہ پاک جنت میں میری شادی مریم اور آسیہ اور کلثوم سے کرادے گا۔ یہ ہر سہ شادی شدہ ہیں کوئی بھی غیر شادی شدہ نہیں۔

درمنثور میں بحوالہ ابن عساکر ابو درداء سے اور ابن کثیر میں عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہؓ پر داخل ہوئے کہ وہ قریب الموت تھی تو فرمایا کہ خدیجہؓ تو اپنی سوکنوں سے ملاقات کرے تو ان سے میرا سلام کہہ دینا عرض کی کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ سے پہلے بھی آپ نے کسی عورت سے شادی کی ہے تو فرمایا کہ نہیں ہاں! جنت میں مریمؓ اور آسیہؓ اور کلثومؓ سے میری شادی ہوگی اس لحاظ سے میں کہہ رہا ہوں کہ ان سے میرا سلام کہنا تو اس نے عرض کی، حضور آپ کے لیے مبارک ہے۔

درمنثور میں بحوالہ طبرانی اور ابن عساکر اور ابن کثیر میں بحوالہ ابو یعلیٰ اور ابو امامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اعلمت ان اللہ زوجنی فی الجنۃ مریم بنت عمران و کلثوم اخت موسیٰ و آسیۃ امرأۃ فرعون۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمشیرہ کلثومؓ اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ مریمؓ اور آسیہ بنت مزاحمؓ ہر سہ سے اللہ پاک میری شادی کرادے گا ظاہر ہے کہ ان ہر سہ میں سے کوئی بھی بے شادی فوت نہیں ہوئی درمنثور میں بحوالہ طبرانی ابن مردویہ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمشیرہ کا بھی ذکر ہے۔

سوال : فرعون کی بیوی سے تو اس لیے شادی ہوگی کہ وہ دوزخ میں ہوگا اور مریمؓ کا شوہر تو مسلمان ہے جنت میں ہوگا تو وہ اپنے شوہر کے پاس ہوگی مگر روایت میں پہلے

کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہو گی جس سے ظاہر ہے کہ اس کا شوہر کوئی نہیں۔؟

جواب : تو کیا کلثوم کا بھی شوہر کوئی نہیں کہ وہ آپ کے نکاح میں ہو گی اصل بات یہ ہے کہ عورت کی رضا بھی ضروری ہے اگر کسی عورت کے یکے بعد دیگرے کئی ایک شوہر فوت ہو گئے ہوں اور سب مسلمان ہوں اور ان سے تعلقات بھی اچھے ہوں اور سب اس سے پیار کرتے ہوں تو کیا وہ جنت میں سب کے پاس ہو گی، ظاہر ہے کہ نہیں۔

ترغیب ترہیب ص۳۳۸ جلد ۲ میں ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ المرأة منا تتزوج الزوجين والثلاثة والاربعة في الدنيا ثم تموت فتدخل الجنة ويدخلون معها من يكون زوجها منهم قال ام سلمة انها تخير فتختار احسنهم خلقا (الحديث) رواه الطبرانی۔ دنیا میں مختلف وقتوں میں ایک عورت کئی ایک مردوں سے نکاح کرتی ہے اگر وہ سب جنت میں داخل ہوں تو یہ عورت کس کے نکاح میں ہو گی۔ فرمایا کہ جسے وہ پسند کرے گی اس کے پاس رہے گی۔

بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند کریں گی تو آپ سے ان کی شادی ہو گی۔ یہ مطلب میں نے علی سبیل التسلیم عرض کیا ہے ورنہ ان روایات کو حافظ ابن کثیرؒ نے ضعیف ٹھہرایا ہے۔

مرزا صاحب : نے سرمہ چشم آریہ ص۱۸۲ میں انھیں تمثیل کا رنگ دے کر یوں بیان کیا ہے کہ :

" بعض آثار میں آیا ہے کہ حضرت مریم صدیقہ والدہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم آخرت میں زوجہ مطہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گی یہ قول غالباً اسی مناسبت سے بیٹے اور باپ سے پیدا ہوا ہے کہ عالم تمثیل میں حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بطور بیٹے کے ٹھہرے تو ان کی والدہ بطور زوجہ

کے ہوئی"۔

محمدی بیگم: کی بابت موصوف نے جس زور شور سے پیشگوئی کی ہوئی ہے وہ تو سب کو معلوم ہے۔ یہاں پر میں یہ عرض کرتا ہوں کہ موصوف نے مزید فرمایا ہے کہ یہ صرف میری پیشگوئی ہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ہے، اگر پوری نہ ہوئی تو صرف میں ہی جھوٹا نہیں بلکہ میرے ہمراہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی جھوٹے ثابت ہوں گے۔ (نعوذ باللہ من ھفوات کادیانی)

چنانچہ ضمیمہ انجام اتھم ص۵۲ میں فرمایا کہ:

"اس پیشگوئی کی تصدیق کے لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی فرمائی ہے کہ یتزوج ویولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر تو ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد مراد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے گویا اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی"۔

یہ پیش گوئی موصوف نے قرآنی لفظوں میں شائع فرمائی زَوَّجْنَاکَہَا (احزاب) جس کے متعلق قرآن میں کہا گیا ہے وہ تو پوری ہو گئی تھی مگر یہ قرآنی لفظوں میں ہو کر بھی جب پوری نہ ہوئی تو مریدوں نے طرح طرح کی بیکار سی تاویلیں شروع کردیں جو کہ دیقی

لہ یہ نبوی پیش گوئی مشکوٰۃ میں بحوالہ کتاب الوفاء درج ہے جو کہ اپنے وقت پر ضروری پوری ہو گی۔ مرزا صاحب کی پیش گوئی سے اس کا کوئی تعلق نہیں یہ پوری نہیں ہوئی تو اس کا اثر موصوف پر ہی پڑا ہے، نبوی پیش گوئی پر قطعاً کوئی اثر نہیں کہ وہ صدیوں پیشتر بلا قید و شرط محفوظ ہے (راشد)

منہ کلاب متعددۃ کی مصداق ہیں۔

اس سلسلہ میں مولوی نورالدین صاحب نے یوں فرمایا ہے کہ دونوں کی نسل میں سے کسی لڑکے اور لڑکی کا جب کبھی بھی باہم نکاح ہوا تو یہ پیش گوئی پوری ہوئی۔ کیسا خوب ہے!

بعض احمدی مناظروں نے یوں جواب دیا کہ اس کی شادی مریمؑ کی طرح ہے جس کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ اچھا یرات تو بہر حال جائے گی اور احمدی نقطہ نگاہ سے وہ عورت تو دوزخ میں ہے اور جنت میں اس کا داخلہ ممکن نہیں۔ اگر قیام کے لیے اور کوئی جگہ نہیں تو داماد کو اپنے سسرال کے یہاں قیام کا دستور بھی ہے جیسے کہ حقیقۃ الوحی ص۱۳۸ میں فرمایا کہ دخلت النار حتی صرت فانیًا ٹھیک ہے کوئی مشکل نہیں شادی ضرور ہے یہاں نہیں تو وہاں ہی سہی۔

نذر الٰہی اور یہودی رواج

والدہ مریمؑ سے پیشتر ایک عورت کی نذر کا بائیبل سے بھی ثبوت دستیاب ہے چنانچہ سموئیل ۱ باب ۱ میں ہے کہ:

"وہ نہایت دلگیر تھی سو اس نے خداوند سے دعا مانگی اور زار زار روئی اور اس نے منت مانی اور کہا اے رب الافواج اگر تو اپنی لونڈی کی مصیبت پر نظر کرے اور مجھے یاد فرمائے اور اپنی لونڈی کو فراموش نہ کرے اور اپنی لونڈی کو فرزند نرینہ بخشے تو میں اسے خداوند کے لیے نذر گزاروں گی" اور کہ:

"پھر اسے لے کے جاؤں گی تاکہ وہ خداوند کے سامنے حاضر ہو اور پھر ہمیشہ وہاں ہی رہے" اور کہ:

"میں نے بھی اسے خداوند کو عاریۃً دیا تاکہ ساری عمر خداوند کا ہو اس لیے کہ یہ خداوند سے طلب کیا گیا تھا" اور کہ:

"ایسا ہوا کہ حنہ کے حاملہ ہونے کے بعد جب دن پورے ہوئے وہ بیٹا جنی اور

اس کا نام سموئیل رکھا اس لیے کہ اس نے کہا کہ میں نے اسے خداوند سے مانگ کے پایا ہے۔"

درمنثور میں بحوالہ ابو داؤد نسائی ابن جریر ابن منذر ابن ابی حاتم ابن مندہ ابن حبان ابن مردویہ بیہقی ضیاء مختارہ ناسخ نحاس۔ عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ساکنان مدینہ طیبہ کی سابق حالت یہ تھی کہ اگر کسی عورت کے بچہ پیدا نہیں ہوتا یا کہ پیدا ہو کر مر جاتا تو وہ منت مانا کرتی کہ اگر اللہ پاک مجھے بچہ دے اور کہ وہ جیتا رہے تو میں اسے یہودیوں کے سپرد کر دوں گی۔ پھر جب اسلام نے یہودیوں کو جلاوطن کیا تو ایسے بچوں میں نزاع پیدا ہوئی کہ ان کی بابت کیا کیا جائے تو اللہ پاک نے آیت کریمہ لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ (بقرہ) نازل فرما کر فیصلہ فرمایا کہ ایسے بچے اگر یہودی ہوں تو ان کے ساتھ اور اگر مسلم ہوں تو ان کے ساتھ ہوں ہر کوئی اپنے اپنے دین پر قائم رہے دین میں کسی کا کسی پر کوئی جبر نہیں۔

اور بحوالہ سعید بن منصور عبد بن حمید ابن جریر ابن منذر بیہقی امام سعید بن جبیرؒ سے اور بحوالہ عبد بن حمید ابن جریر ابن منذر امام شعبیؒ سے بھی اسی طرح پر مروی ہے اور حافظ ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے کہ مجاہدؒ اور حسن بصریؒ سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

نذر اور ولادتِ مریم رضی اللہ عنہا

ایام حمل میں موصوفہ کی والدہ ماجدہ کا خیال تھا کہ بچہ پیدا ہوگا اسی خیال سے اس نے اس حالت میں نذر مانی تھی کہ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (آل عمران) مگر خلافِ توقع بچی پیدا ہوئی تو اسے اطمینان دلایا گیا کہ تمہاری نذر قبول ہے فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ اور لڑکوں سے بھی بڑھ کر عزت پائے گی اور بہت بڑی عالمہ جیدہ اور فاضلہ سیدہ ہوگی اور بہت بڑی مشہور و معروف ہوگی۔

آیت کریمہ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا کی بنا پر ہمارے مفسرین کا خیال ہے کہ

وہ ایک دن میں اتنی بڑی تھی جیسے کوئی دوسرا بچہ ایک سال کا ہوتا ہے جامع البیان میں ہے کہ اس نے اپنی ماں کا دودھ تک بھی نہیں پیا جنت کے میوے کھا کر پرورش پاتی۔ اس حساب سے وہ زیادہ سے زیادہ چودہ پندرہ دن میں بالغ ہو گئی ہوگی۔

بعض کا خیال ہے کہ اسے حیض بالکل کبھی نہیں آیا جیسے کہ جواب فسیح میں ہے اور بعض کا خیال ہے کہ ادھر حمل ہوا، ادھر تیار رہوا، اور ادھر وضع ہوا ہر سہ کام ایک ساعت میں پورے ہوئے اور بعض کا خیال ہے کہ چھ ماہ حمل رہا ہے اور بعض کا خیال ہے کہ سات ماہ اور بعض کا خیال ہے کہ آٹھ ماہ اور بعض کا خیال ہے کہ نو ماہ حمل رہا ہے۔

چھ اور آٹھ ماہ والوں نے مزید کہا ہے کہ اگرچہ اتنے عرصہ کا بچہ جیتا نہیں مگر یہاں پر معجزہ کی وجہ سے زندہ رہا ہے، بیضاوی، جلالین، جامع البیان مدارک و دیگر کتب تفاسیر میں اسی طرح پر بیان کیا گیا ہے۔

مگر یاد رکھیے کہ یہ سب کچھ غلط ہے، ایسی اعجوبہ نمائیوں کی اسلام میں کوئی ضرورت نہیں۔

موصوفہ کی والدہ ماجدہ نے بحسب وعدہ اسے ہیکل (معبد، مدرسہ) کی نذر (وقف) کر دیا۔ کہ وہ تعلیم پا کر اسلام کی خدمت کرے۔ مجھے دنیوی کاموں کی کوئی ضرورت نہیں۔

یہودی شریعت (غلط رسم و رواج) کے مطابق یہ ایک ایسا معاہدہ ہے جس کی وجہ سے ایسے بچے شادی سے ہمیشہ علیحدہ رہا کرتے تھے۔

یہودی: کرنتھیوں باب ۷ میں پولس کا خط ہے کہ:

"بے بیاہی خداوند کے فکر میں رہتی ہے تا کہ اس کا جسم اور روح دونوں پاک ہوں مگر بیاہی ہوئی عورت دنیا کے فکر میں رہتی ہے کہ کس طرح اپنے شوہر کو راضی کرے۔

پھر وہی بات شروع ہوئی جس سے روکا گیا تھا۔ وَرُهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا الآیہ (حدید)

جامع البیان میں ہے کہ المحررۃ لا تتزوج ابداً اور درمنثور میں بحوالہ

ابن عساکر وغیرہ عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ والمحرر لا یعمل للدنیا ولا یتزوج ویتفرغ لعمل الاخرۃ۔ یہودی دستور کے مطابق محرر (وقف شدہ) کو شادی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے روک تھی۔

مرزا صاحب: نے مواہب الرحمٰن ص۷۲ میں اس یہودی رسم و رواج کی پُرزور تائید فرمائی ہے کہ "ومن المعلوم ان مریم وجدت حاملا قبل النکاح وما کان لہا ان تتزوج بعہد سبق من امہا بعد الاحتجاج۔ اور کہ لا نجد سبیلا الی حمل مریم من النکاح فان امہا کانت عاہدت اللہ انہا یترکہا محررۃ ساونۃ وکانت عہدہا ھذا ایام اللقاح"

مریمؑ کی والدہ ماجدہ نے جو ایام حمل میں نذر مانی تھی اس کی رُو سے مریمؓ کو نکاح سے ہمیشہ کے لیے احتراز لازم تھا اس لیے ہم مجبور ہیں کہ اسے تسلیم کریں کہ مریمؓ کو یہ عیسوی حمل بغیر نکاح کے ہوا تھا۔

اور چشمہ مسیحی ص۱۷ میں یوں کہا ہے کہ "یہ لوگ اپنے گریبان میں منہ ڈالتے اور نہیں دیکھتے کہ انجیل کس قدر اعتراضات کا نشانہ ہے، دیکھو یہ کس قدر اعتراض ہے کہ مریمؑ کو ہیکل کی نذر کر دیا گیا تا کہ وہ ہمیشہ بیت المقدس کی خادمہ ہو اور تمام عمر خاوند نہ کرے۔"

اور ص۱۸ پر کہا ہے کہ "الفقہ حضرت مریمؓ کا نکاح محض شبہ کی وجہ سے ہوا تھا ورنہ جو عورت بیت المقدس کی خدمت کرنے کے لیے نذر ہو چکی تھی اس کے نکاح کی کیا ضرورت تھی" سید علی حائری نے بھی ایسا ہی لکھا ہے جو آئندہ آ رہا ہے۔

خفیہ زنا ہوتا رہے تو کوئی حرج نہیں لیکن نکاح کی ہرگز اجازت نہیں کیا خوب ہے!
یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ تعلیم مخلوط ہوتی تھی یا کہ غیر مخلوط بہر حال اس کی والدہ نے یہ بھی دعا کی تھی کہ اِنِّیْٓ اُعِیْذُھَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (آل عمران) خدایا میں اسے اور اس کی اولاد کو بدکاروں سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

جب وہ ادھر تعلیم سے فارغ ہوئی تو ادھر جوان بھی ہوئی تو اس کے مربی اور کفیل حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہیکل کے ایک صاحب سے اس کا رشتہ بھی کر دیا۔

جس پر یہود نے شور مچایا کہ یہ خلافِ شریعت عہد شکنی ہے ۔

اور مریمؓ سے بھی کہا کہ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا (مریم) تیرا باپ تو عہد شکن نہیں تھا اور نہ تیری ماں ایسے کاموں کی طلبگار تھی۔ جیسے انہوں نے شریعتِ اسلام چھوڑ کر غلط رسم و رواج کی حمایت کی ہے ویسے ہی انہوں نے مریمؓ کو بھی نفرت سے دیکھنا شروع کر دیا کہ وہ اپنی والدہ سے ایک ایسی دعا کی حکایت کرتی ہے جس کی رُو سے وہ شریر ٹھہرتے ہیں کہ خدایا! اسے اور اس کی اولاد کو ایسے شر پسند لوگوں سے محفوظ رکھے جو اسے نکاح سے اور اولاد پیدا کرنے سے روکتے ہیں ۔

صاف ظاہر ہے کہ اولاد کے ذکر پر مریمؓ کی والدہ کے پیشِ نظر ہرگز یہ نہیں تھا کہ بے نکاح اس کے اولاد ہوگی کہ یہ علم غیب کی بات ہے جو اگر ہو بھی تو اسے اللہ پاک کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ دریں حالات کوئی ناجائز صورت بنا کر شرعی نکاح سے انکار درست نہیں ۔

حصن حصین ص۱۱۹ میں بحوالہ صحیح ابن حبان اور کنز العمال ص۱۱۳ جلد ۲ میں بحوالہ ابن جریر انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؓ کی شادی پر اس آیت کریمہ کو پڑھ کر سنایا اور اس کے ساتھ اسے دم جھاڑ بھی کیا پھر اسی طرح علیؓ کو بھی یہ آیت کریمہ پڑھ کر سنائی اور اسی طرح پر دم جھاڑ بھی کیا اور اُعِیْذُهَا کی جگہ اُعِیْذُہٗ پڑھا تاکہ ضمیر مرجع کے مطابق رہے ۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیت کریمہ میں ذریت سے مراد شادی کے ذریعہ اولاد پیدا کرنا ہے اس کے بغیر کوئی صورت بھی درست نہیں ۔

لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا

کا مطلب یہ ہے کہ شادی کے بعد میرے شوہر نے مجھ سے میل ملاپ نہیں کیا اور جس مطلب کے لیے نکاح کیا تھا وہ حاصل نہیں ہوا اور بدکاری کا خیال نہیں کہ یہ شریعت

کے سخت خلاف ہے۔

سوال: صورت ۲ تو ٹھیک ہے اور صورت ۱ میں اس نے بشر کی جگہ زوج کیوں نہیں کہہ دیا بشر میں کیا بھید ہے؟

جواب: اچھا تو اس نے ۱ میں لم اتزوج کیوں نہیں کہہ دیا کہ میں نے نکاح نہیں کیا ہوا۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر وہ زوج کی تصریح کرتی تو اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ شادی کے بعد ناچاقی ہو گئی ہے اور شوہر راضی نہیں اور عمداً علیحدہ ہے اور طلاق پر آمادہ ہے جیسے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ: اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ (احزاب) جب نکاح کے بعد میل ملاپ سے پہلے طلاق کی صورت پیدا ہو جائے تو دریں حالات کوئی عدت نہیں۔

نیز فرمایا کہ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً (بقرہ ۲) مساس سے پیشتر اگر طلاق کی ضرورت پڑی ہے تو جو مہر مقرر ہوا ہے اس کا نصف ادا کر دو۔ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ (نساء۔ مائدہ ۲) میں بالاتفاق شادی شدہ مسلمانوں کا بیان ہے کہ مس حلال ہے اگر شادی ہی نہیں تو مس حرام ہے جس کا یہاں ذکر نہیں۔

لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ میں عدم مس کی وجہ عدم طاقت (یا کہ احتشام) ہے، کوئی بگاڑ نہیں جیسے کہ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (یوسف)

۱، ۲ ان دونوں آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ ۱ نکاح اور ۲ مساس ہے پھر جب کبھی بھی ۲ کا ذکر ہو گا تو ۱ اس سے پیشتر ہو چکا ہوا ہو گا چونکہ مریمؑ ۲ کا ذکر کرتی ہے اس لیے ضروری ہے کہ ۱ سے فارغ ہے (اثری)

۳، ۴ یہ لفظ اپنے لغوی معنی کے اعتبار سے مباشرت پر دال ہے جس کی شکایت ہے جیسے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ (بقرہ ۲) اور کہ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ (بقرہ ۲) اور مساس میں اس کی مزید وضاحت ہے یہ شکایت نکاح کے بعد پیدا ہوتی ہے پہلے نہیں (اثری)

میں بیان ہوا ہے کہ یہ فرشتہ کی طرح بے ضرورت ہے، اسے بشری ضرورت نہیں۔

اس سے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو اشتغال دلانا مقصود تھا کہ وہ چونک پڑے اور شاید اس طرح پہ ہمارا مطلب پورا کر دے مگر وہ پورے طور پہ ضابطہ رہے ایسے امور کا وہاں پہ کوئی اثر نہیں۔

مائیں اپنی اپنی بچیوں کی بہترین پرورش کرتے ہوئے انہیں ہدایت کرتی ہیں کہ دیکھو! تم بھی اپنی اولاد کی بہترین پرورش کرنا۔

اگر وہ شادی شدہ نہیں تو وہ خاموش ہو کر سنتی اور خیال کرتی ہیں کہ وقت پر ایسا ہی ہوگا ان کی طرف سے یہ استخالہ کبھی پیش نہ ہوگا کہ ہمارے ہاں اولاد کیسے ہمیں تو مس بشر نہیں ہوا، کہ یہ شادی کے بعد ہوا کرتا ہے پہلے نہیں۔

اور اگر وہ شادی شدہ ہوں اور شادی کے بعد حالات یاس کن پیدا ہو گئے ہوں تو پھر یہ استخالہ پیش ہوگا کہ ہمارے مستقبل پر یاس کا پانی پھر چکا ہے اولاد کیسے؟ جسے سن کر مناسب تدارک کر لیا جاتا ہے۔

عدم مساس کی جائز شکایت سے صاف ظاہر ہے کہ نکاح ہو چکا ہوا ہے۔

بخاری مسلم و دیگر کتب حدیث میں عائشہ سے دس عورتوں کا جو بیان مروی ہے اس میں ایک عورت نے اپنے شوہر کی یہی شکایت بیان کی ہے جیسے کہ بعض شراح نے بیان کیا ہے اور بخاری وغیرہ میں ہے کہ عبداللہ بن عمر رضؓ کی بیوی نے بھی عبداللہ رضؓ کی یہی شکایت کی تھی جیسے کہ بعض شراح نے بیان کیا ہے اور پھر یہ شکایت رفع بھی ہو گئی۔

اور بخاری و مسلم میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن زبیر (بفتح الزاء و کسر الباء) کی عورت نے بھی یہی شکایت کی تھی جو دور نہ ہو سکی تو طلاق کی ضرورت پڑی۔

لطیفہ فہمیہ

زید مغرب میں ہے اور ہندہ مشرق میں ہے اور دونوں میں ایک سال کا فاصلہ ہے۔

جیسے طے کیے بغیر دونوں کی ملاقات ممکن نہیں کسی طرح (خط وکتابت وغیرہ) سے دونوں کی شادی ہو گئی جس کے چھ ماہ بعد عورت کے بچہ پیدا ہوا تو فقہاء کے نزدیک جیسے کہ درمختار باب نسب میں ہے اور اشباہ ونظائر باب ردہ میں ہے کہ یہ بچہ زید کا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگرچہ نکاح ہو چکا ہوا ہے مگر مساس نہیں تو اس کا بچہ کیسے ہوا؟ تو انھوں نے اس کا یہ جواب نہیں دیا کہ صرف نکاح کافی ہے مساس کوئی ضروری نہیں بلکہ یہ جواب دیا ہے کہ اس کے جن تابع ہوں گے جو اس کو ایک آن میں بیوی کے پاس لاتے ہوں یا بیوی اس کے پاس پہنچا دی ہو، بہر حال مساس ہو کر بچہ پیدا ہوا ہے قطع نظر اس کے کہ ایسا ممکن ہے یا کہ نہیں اور شرعاً درست ہے یا کہ نہیں۔ مساس کو فقہاء نے لازم ٹھہرایا ہے کیونکہ اس کے بغیر ولد ممکن نہیں۔

حمل اور وضع: کی مدت مفسرین نے ایک گھنٹہ[1] اور بعض نے چھ ماہ[2] یا کہ آٹھ ماہ اور بعض نے سات ماہ یا کہ نو ماہ بتائی ہے۔[1] ایک کی صورت میں یہ بات قابل غور ہے کہ اس کا حمل کسی نے بھی نہیں دیکھا کہ اچھی بھلی حالت میں باہر گئی ہے اور گھنٹہ کے بعد واپس آ گئی ہے اور اس کی گود میں بچہ ہے، اب دیکھ کر اس پر شبہ کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا اور کہ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا۔ کیا خوب ہے!

اکثر شام کے وقت مسجدوں کے دروازوں پر بالغہ اور نابالغہ لڑکیاں اپنی اپنی گودوں میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو اٹھائے ہوئے دم جھاڑ کے لیے کھڑی ہوتی ہیں، سب نمازی دم جھاڑ کرتے ہوئے نکلتے ہیں کوئی کسی سے یوں نہیں کہتا کہ تیرے ماں باپ تو نیک تھے تو یہ بچہ کہاں سے لے آئی ہے۔

کسی کی اپنی لڑکی ابھی ابھی باہر گئی اور پھر فوراً وہ گھنٹہ آدھ گھنٹہ میں واپس آئی اور اس کی گود میں ایک بچہ ہے تو اسے بھی اس طرح نہیں کہا جاتا، بلکہ یہی کہا جائے گا کہ کس کا بچہ اٹھا لائی ہے؟ اگر پوچھا بھی جائے تو وہ یہی جواب دے گی کہ فلاں کا ہے۔

امتثال: مساوات کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن زینبؓ کا نکاح اپنے متبنیٰ آزاد کردہ غلام زیدؓ سے کر دیا پھر جب ان کی آپس میں بدسلوکی ہو کر طلاق ہو گئی تو آپ نے اس کی دلجوئی کے پیش نظر اس سے خود نکاح فرما کر اس بد رسم و رواج کو مٹایا کہ متبنیٰ کی مطلقہ سے شادی درست نہیں حالانکہ قانونِ الٰہی میں حَلَائِلُ اَبْنَائِکُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِکُمْ (نساء) کی رُو سے درست اور صحیح ہے۔

ان دونوں مواقع پر آپ نے اپنے آپ کو پیش کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ بڑے گھرانے سے اصلاحی کاموں کی ابتداء بہتر ہوتی ہے تاکہ چھوٹے لوگوں کی راہ میں مشکلات پیش نہ ہوں۔

وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ

زانیہ اور ولد الحرام کبھی اپنا چہرہ دنیا کو نہیں دکھا سکتے مگر اللہ پاک نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وجیہہ فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کو اپنا چہرہ دکھاتا رہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان پر ایسا کوئی الزام نہیں آپ نے اپنی ساری زندگی میں کبھی بھی بیان نہیں فرمایا کہ میں بے پدر پیدا شدہ ہوں اور نہ ہی آپ کی والدہ ماجدہ نے کبھی بیان فرمایا کہ میں نے اسے بے شوہر جنا ہوا ہے۔ اس قسم کا بیان کوئی رفیع یا کہ وضیع ہرگز نہیں کر سکتا کہ لوگ اسے سن کر کیا رائے قائم کریں گے۔ اور نہ ہی ان دونوں بزرگوں (ماں بیٹے) پر کبھی کسی نے کوئی شبہ کیا کہ تو نے اسے بے شوہر جنا ہے اور کہ تیرا کوئی باپ نہیں۔

ترغیب ترہیب ص۹۵ جلد۱ میں بحوالہ ترمذی نسائی ابن خزیمہ ابن حبان اور مستدرک حاکم حارثؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسرائیلیوں کے ایک بھرے مجمع میں توحید و شرک، نماز، روزہ، زکوٰۃ و دیگر امور پر ایک بہت بڑا شاندار وعظ فرمایا جس میں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ان کے ہمراہ تھے مگر کسی نے بھی ان کی ولادت پر کوئی اعتراض نہ کیا حالانکہ مخالف ایسے مواقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔

سے اس میں جو بیان آیا ہے وہ ضابطۂ الٰہی کے خلاف ہے اور عام رائج تفسیر سے بھی غیر متعلق ہے۔ بایں ہمہ اس پر جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ یہ تفسیر غلط ہے ٹھیک نہیں۔

اب رہا ۲ "ذو اگرچہ اس میں بہت مدت پائی جاتی ہے تاہم وہ غُلٰمًا زَكِيًّا" کا مصداق نہیں کہ وہ زندہ نہیں رہ سکتا، مگر مفسروں نے اسے اعجاز پر محمول فرما کر زندہ ٹھہرایا ہے۔

اور ۳ جس میں کہ ۲ بھی شامل ہے کافی زمانہ ظاہر کرتا ہے جس میں اپنوں بیگانوں سب کو بیٹے کا حال معلوم ہو جاتا ہے، حلال کی صورت میں خوشی اور حرام کی صورت میں نہ صرف نفرت انگیز باتیں بلکہ ہر طرف سے لعن و طعن کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

اور یہاں بے نکاح حمل کا علم ہے مگر اعتراض تک نہیں، ہاں! بچہ دیکھتے ہیں تو فوراً اعتراض شروع ہو جاتا ہے گویا ان کا خیال تھا کہ اس کے حمل سے جب بچہ پیدا ہو گا، تب زنا ثابت ہو گا صرف حمل سے زنا ثابت نہیں۔ کیا خوب ہے!

ان دونوں صورتوں کے نتیجہ سے صاف ظاہر ہے کہ حمل نکاح سے ہوا ہے اور صحیح ہے کوئی اعتراض نہیں۔ اعتراض صرف اس بات پر ہے کہ بال بچوں میں گھریلو زندگی شروع کر کے عہد نذر توڑ آگیا ہے اور خطرہ پڑ گیا ہے کہ اس کے برے اثر سے ہیکل کا کام درہم برہم ہو جائے گا اور یہ خطرہ جسے انھوں نے محسوس کیا ہے دوسری طرف اصل مقصود کے طور پر تھا کہ اس بد رسم و رواج کو اٹھا کر ضرورت مند مجردوں کو شادی کرائی جائے اور یہ کام کسی بڑے گھرانے سے شروع کیا جائے جس کے لیے مریم صدیقہ رض نے اپنی جان کو پیش کیا جس کا ثمرہ بھی اللہ پاک نے اسے اچھا دیا۔ وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا (مریم) وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ اٰيَةً (مومنون) وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَا اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (انبیاء)۔

درمنثور ص۳۵۶ جلد ۵ میں بحوالہ ابن مردویہ، عبداللہ بن مغفل رضؓ سے نبوی ارشاد مروی
ہے کہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انجیل جلیل کی آیات کریمات پڑھ پڑھ کر بہت بڑا
شاندار وعظ فرمایا کہ (پنجوقتہ) فرض نماز ادا کیا کرو کہ اس کا (سب سے پہلے)
محاسبہ ہوگا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی کیا کرو کہ اس پہ دین اسلام قائم
ہے اور جہاد فی سبیل اللہ بھی کیا کرو اور اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک بھی کیا کرو
اور رات کو سویا اور آرام بھی کیا کرو اور استغفار بھی کیا (تہجد پڑھا) کرو اور دن کو
کسی نہ کسی کاروبار سے معیشت پیدا کیا کرو، اور (مسلم) جنازہ کے ہمراہ جایا اور
(دعا کیا) کرو اور قیامت کے دن اور ملیک مقتدر کا خیال رکھا کرو۔

اور ضروری ہے کہ ان امور کی موصوف نے خود بھی پابندی فرمائی تھی اس
میں ماں باپ اور جہاد کا بھی ذکر ہے۔

۱ کا سلسلۂ بیان تو اس کتاب میں چلا ہوا ہی ہے اور ۲ کا ذکر بھی قرآن
مجید نے توراۃ اور انجیل کے حوالہ سے کردیا ہے۔ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا
عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ (توبہ) جو کہ استثناء
باب ۲۰ اور متی باب ۱۰ اور لوقا باب ۱۲ میں دستیاب ہے۔

جس کی بے پدری پیدائش ہوتی ہے وہ اس طرح عام پبلک میں وعظ نہیں
کرسکتا کہ شاید کوئی مخالف بول پڑے تو اسے کیا جواب دیا جائے گا۔

استثناء باب ۲۲ میں ایسے خطرناک شکوک پہ بکارت کی نشانیوں کی طرف توجہ
دلائی ہے اگر اس جگہ کوئی ایسی بحث ہوتی تو کیا وہ اس کی تحقیق نہ ہوتی مگر اس کی
طرف کوئی بھی متوجہ نہیں ہوا کہ اس کا کسی کو کوئی شک وشبہ نہیں تھا۔

کنیت ابو عیسٰی: بھی اس جگہ قابل بحث ہے کہ علماء میں اختلاف ہے کہ یہ
درست نہیں کیونکہ اس میں عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ابویت پہ شبہ پیدا ہوتا ہے کنزالعمال
ص۳۱۳ جلد ۸ میں بحوالہ ابن عساکر نیز ابوداؤد ص۴۲۶ جلد ۲ مستدرک ص۲۷۴ جلد ۳ سنن
کبری ص۳۱۰ بیہقی جلد ۹ میں مروی ہے کہ عمر فاروق رضؓ نے اپنے بیٹے کو مارا کہ اس نے

اپنی کنیت ابو عیسیٰ رکھی تھی اور فرمایا کہ ھل لعیسی من اب (مستدرک ص۲۵۰) تم عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ ثابت کرنا چاہتے ہو گے۔ یا کہ تم اس کا باپ ٹھہرانا چاہتے ہو گے۔

جواب ۱: ان حوالوں میں صاف تصریح ہے کہ مغیرہ بن شعبہ رضؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میری کنیت ابو عیسیٰ رکھی ہوئی ہے جس پر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معذرت کر دی ہے کہ وہ اللہ پاک کے رسول ہیں ان کے لیے درست ہے ہمارے لیے نہیں۔ اس معذرت کی جیسی کچھ بھی حقیقت ہے صاف ظاہر ہے۔

جواب ۲: امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم ص۲۰۶ جلد۲ میں قاضی عیاض رحؒ سے نقل فرمایا ہے کہ فاروق رضؓ نے اہلِ کوفہ کو خط لکھا کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ناموں پر اپنے بیٹوں کے نام مت رکھا کرو اگر کسی نے رکھا ہے تو اسے بدل دے۔ جب کوئی اپنے بیٹے کا کسی نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے نام پر نام تجویز کرے گا تو ان کی کنیت ابوفلاں ہوگی اگر عیسیٰ رکھا تو ابو عیسیٰ ٹھہرا اور اگر موسیٰ رکھا تو ابو موسیٰ ٹھہرا اور اگر آدم رکھا تو ابو آدم ٹھہرا اور اگر محمد رکھا تو ابو محمد ٹھہرا جو کہ مناسب نہیں، پھر جب بہت سے صحابہ کرام رضؓ نے ثبوت پیش کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ناموں پر نام کی اجازت فرما دی ہوئی ہے تو فاروق رضؓ نے ان سے اتفاق فرما کر اپنی روک کو واپس لیا اور کنیتوں کی عام اجازت ہوئی اور ائمہ دین میں سے بھی ابو عیسیٰ کنیت کے بہت سے بزرگ ہو گذرے ہیں، امام ترمذی کی کنیت بھی ابو عیسیٰ ہے۔ ہاں! آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر کسی کی بھی کنیت معلوم نہیں کہ ان کا سرے سے کوئی باپ نہیں۔

سوال: وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (بقرہ ۱۱/۲) اور اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (مائدہ ۸) سے ظاہر ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام روح مقدس سے مؤید ہے جس کی صورت یہ ہے کہ وہ بے پدر پیدا ہوئے تھے۔

جواب ۱: روح القدس کی تائید ضرور ہوئی ہے مگر اس سے بے پدری ثابت نہیں ہوتی مشکوٰۃ ص ۴۰۹ میں بحوالہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم براءؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابتؓ کے لیے دعا کی کہ اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُس۔ خدایا! اسے روح القدس سے امداد فرما۔

اور بحوالہ صحیح مسلم عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ آپ نے اسے یوں فرمایا کہ: ان روح القدس لا یزال یؤیدک ما نافحت عن اللہ و رسولہ۔ تو اسلام کی خدمت کیا کر روح القدس تیری تائید کرتا رہے گا۔ تو کیا حسانؓ بے پدر پیدا ہے ہرگز نہیں۔ اس کا باپ ثابت نامی موجود ہے۔

لوقا باب ۱ میں یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت بھی روح القدس کی تائید وارد ہے، تو کیا وہ بے پدر پیدا ہوئے تھے۔

جواب ۲: اس سے مراد الہام الٰہی ہے جس سے اللہ پاک نے آپ کو نوازا اور نبی و رسول بنا کر مبعوث فرمایا چنانچہ ارشاد ہے کہ قُلْ نَزَّلَہٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّکَ الآیہ (نحل) نَزَلَ بِالرُّوْحِ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِکَ الآیہ (شعراء) قُلْ مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِیْلَ فَاِنَّہٗ نَزَّلَہٗ عَلٰی قَلْبِکَ الآیہ (بقرہ ۱۲) اور مرفوعاً مروی ہے کہ انّ روح القدس نفث فی روعی۔ (الحدیث) قرآن مجید کو روح القدس نے اتارا ہے اور روح القدس نے مجھے یوں بتایا ہے۔

بلکہ قرآن مجید نے تو وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ (مجادلہ) فرما کر تمام مسلمانوں کو (علی حسب مدارج) اس کی تائید سے نوازا ہے تو کیا سب کے سب مسلمان بے پدر پیدا ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

بشارہ[۱]، قرارہ[۲]، طہارہ[۳]، صفایہ[۴]

۱: لغوی طور پر اس خبر کا نام ہے خواہ اچھی ہے یا کہ بری ہے جسے سن کر اس کے موافق چہرہ اور جسم پر اچھے یا کہ برے آثار نمودار ہوں۔

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ (توبہ) يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللهِ وَفَضْلٍ (آل عمران) وَاَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ (حم سجدہ) فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (انشقاق) وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (توبہ) وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا (نحل) وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا (زخرف) جیسے ارشاداتِ الٰہی ملاحظہ ہوں۔ مگر یہاں پر لڑکے کی بشارت ہے جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ (حجر) وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ (صافات) فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ (هود) فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ (صافات) فرما کر بشارت دی اور طرفین موجود ہیں کوئی طرف بھی معدوم نہیں۔

اس کے خلاف اگر صرف عورت کو اطلاع دی جائے کہ اس کے یہاں شادی کیے بغیر بچہ پیدا ہوگا تو یہ رنج دہ اطلاع ہے خوشخبری نہیں۔

درمنثور میں بحوالہ ابن عساکر وغیرہ ایک طویل (خطرناک اور غلط) روایت بطریق جویبر[1] مروی ہے کہ فلما نظروا الیہا شق ابوہا بدرعتہ وحجل التراب علی راسہ واخوتہا وآل زکریا فقالوا یٰمریم لقد جئت شیئا فریا یعنی عظیما یا اخت ہارون ما کان ابوک امرا سوء وما کانت امک بغیا یعنی زانیۃ ہذا الامر مع ہذا الاخ الصالح والاب الصالح والام الصالحۃ: مریمؑ کی گود میں بچہ دیکھ کر اس کے ماں باپ اور بھائیوں نے بلکہ زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام کے تمام خاندان نے اپنے اپنے سروں پر خاک ڈالی اور کپڑے پھاڑے اور آہ و بکا کیا اور کہا کہ ہمارے خاندان میں آج تک اس طرح کا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا تھا۔

---

[1] ضعیف جداً (تقریب) (اثری)

نعوذ باللہ اگر یہ صورت ہے تو کیا اسے بشارت (جس سے چہروں پہ رونق اور دلوں میں تازگی آئے) قرار دیا جا سکتا ہے اور کیا قرآن مجید کا یہی مطلب ہے، اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ابراہیم اور زکریا علیہما السّلام کی طرح یہ بھی بشارت ہے جسے میں بتفصیل بیان کر آیا ہوں کہ یاس کے وقت زوجین سے پیدائش ہے (اگرچہ یاس کی کیفیت الگ الگ ہے) صرف عورت سے پیدائش نہیں اور نہ ایسا ممکن ہے۔

اور اسی طرح وَقَرِّی عَیْنًا آنکھوں کی ٹھنڈک بھی وہ بچّہ ہی ہوتا ہے جو کہ ماں باپ دونوں سے (جائز طریقہ سے) پیدا ہوا ہو۔ صرف ماں سے نہ پیدا ہو سکتا ہے اور نہ آنکھوں کی ٹھنڈک کہلا سکتا ہے۔

اگر کسی کی غیر شادی شدہ لڑکی سے بچّہ پیدا ہو جائے تو گو اس کا بھی کوئی نہ کوئی ناجائز باپ معلوم یا کہ نامعلوم ضرور ہوتا ہے مگر وہ بچّہ کسی کے لیے بھی آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں ہوتا۔

قرآن مجید میں اللہ پاک نے دعا سکھائی ہے کہ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا (فرقان) خدایا! ہمیں ہمارے ازواج (شوہروں کو ان کی بیویوں سے اور بیویوں کو ان کے شوہروں) سے اور اولاد (اور احفاد) سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں (اور ان سب کو) تمام پاکبازوں کے لیے بہترین نمونہ بنا۔ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ (احزاب) ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

فرعون کی عورت نے موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسّلام) کی بابت یہ خیال ظاہر کیا کہ:
قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَلَكَ یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

اگرچہ اس کے ماں باپ دونوں کی بابت انھیں کچھ بھی معلوم نہیں پھر بھی ان میں سے کسی کو بھی یہ وہم نہیں گزرا کہ یہ بچّہ ماں باپ کے بغیر لوں ہی اللہ پاک کی قدرت کاملہ سے دریا میں پیدا ہو گیا ہے بلکہ اسی مناسبت کے پیش نظر اس کا نام بھی موسیٰ تجویز ہوا۔ پھر معلوم نہیں کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی بابت کیونکر یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اس

باپ کوئی نہیں حالانکہ ان کے ماں باپ دونوں کا پتہ حسب ونسب تک معلوم ہے ۔

فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَىْ تَقَرَّ عَيْنُهَا (طٰهٰ) فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَىْ تَقَرَّ عَيْنُهَا (قصص) اللہ پاک نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دوبارہ اس کی والدہ کی گود میں لایا تاکہ اسے دیکھ کر اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اس کے باپ کا قطعاً کوئی ذکر نہیں مگر باپ ضروری ہے اور یہ آنکھوں کی ٹھنڈک اس کا ثبوت ہے ۔

اور دوسری صورت میں رنج وغم ہوتا ہے جس سے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذواتِ گرامی پاک وصاف ہوتی ہیں بلکہ اوپر تک ان کا تمام سلسلہ محفوظ ہوتا ہے ۔

در منثور میں بحوالہ ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابونعیم، عبداللہ بن عباس رضی سے تَقَلُّبَكَ فِى السّٰجِدِيْنَ (شعراء) کی تفسیر یوں مروی ہے کہ مازال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتقلب فی اصلاب الانبیاء حتّیٰ ولدتہ امہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پشتوں سے منتقل ہوتے ہوئے اپنی ماں کے پیٹ میں پہنچے تو اس نے آپ کو جنا ۔

اب یہاں صرف آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ماں کا ذکر ہے تو کیا باپ نہیں ضرور ہے چنانچہ علی رضی سے مرفوعاً مروی ہے کہ خرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن آدم الی ان ولدنی ابی وامی (جمع الفوائد ص۲۱ جلد ۲ بحوالہ طبرانی)

در منثور میں بحوالہ ابن مردویہ عبداللہ بن عباس رضی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت سے نکل کر نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت میں پہنچا پھر وہاں سے نکل کر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت میں پہنچا پھر وہاں سے نکل کر اپنے ماں باپ کے یہاں پیدا ہوا۔ میرا انقلاب طیب پشتوں اور طاہر رحموں میں ہوتا رہا ہے۔ میرے سلسلہ میں کوئی بھی زانی زانیہ نہیں، سب نکاح کے پابند رہے ہیں۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اسی طرح پیدا ہوئے۔ اور دیگر

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام بھی اسی طرح پیدا ہوئے، جیسے کہ انعام وغیرہ میں تفصیل ہے۔
اور ۳، ۳۲ طہارت واصطفاء جیسے عنوانات کے تحت میں پہلے بیان کر آیا ہوں۔

فریا: قطع وتراش اور توڑ پھوڑ اور اختلاق اور اختراع اور اعجوبہ بے مثال کو کہا جاتا ہے جیسے کہ قاموس مصباح مختار اساس اور مفردات فائق نہایہ۔ مجمع میں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تیرا یہ بیان کہ میری والدہ ماجدہ نے مجھے نذر میں دے کر یوں بھی کہا تھا کہ خدایا! میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان سے تیری پناہ میں دیتی ہوں، تیرا اپنا اختراع ہے اور اس (یعنی اپنی ماں) پر افتراء ہے۔ اس مرحومہ نے ایسا کوئی بیان نہیں دیا۔ اور کہ تو نے یہ بیان دے کر جو نکاح کیا ہے کہ ماں کی دعاء کے مطابق اولاد پیدا کرے تو تُو نے سابقہ شریعت کو توڑا پھوڑا ہے اور ایک نئی شریعت تراشی ہے۔

چونکہ ایسا نکاح دراصل زنا ہے تو کیا تیرے ماں باپ نے اسے جائز رکھا تھا، نذر تو ایک معاہدہ ہے جس میں ترک نکاح لازم ہے تیرا باپ عہد شکن نہیں تھا اور تیری ماں زنا کار (مجوزہ زنا) نہیں تھی یہ سب تیرا اپنا افتراء ہے جو تو نے کیا ہے۔

الیوم: ایک دن کی خاموشی ایسے موقع پر کافی ہوتی ہے لیکن ذی علموں نے جو خاموشی کی وجہ بتائی ہے وہ کافی نہیں آج نہ سہی کل سہی، نہیں تو پرسوں سہی، نہیں تو اترسوں سہی۔ جب نذر پوری ہوئی تو بات شروع ہوئی جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ وجہ جو مفسرین نے بیان کی ہے غلط ہے۔

سوال: مَكَانًا قَصِيًّا کی بابت نئے پرانے مفسروں کا بیان ہے کہ وہ شرم کے مارے دور چلی گئی کہ اگر قوم کو معلوم ہوا تو وہ الزام تراشے گی۔

جواب: جیسے کہ میں بیان کر آیا ہوں بعض کا خیال ہے کہ تنہائی میں حمل ہوا اور فوراً بچہ تیار ہوا۔ اور فوراً اسی وقت پیدا ہوا جب اس کا حمل اور وضع کسی نے نہیں

(سلہ) اگلے صفحہ پہ)

دیکھا اور دایہ کی شہادت بھی نہیں تو پھر کون سے الزام کا خطرہ ہے، ایسے موقع پر اوّل تو تازہ تازہ حمل گرا دیا جاتا ہے خطرہ کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی شہادت نہیں۔

علاوہ اس کے اس صورت میں کسی لڑکی کی گود میں بچہ دیکھ کر کسی کو بھی خیال پیدا نہیں ہوتا کہ یہ بچّہ اسی لڑکی نے جنا ہے۔

جیسے میں پہلے بیان کر آیا ہوں کہ مسجدوں کے دروازوں پر شام کے وقت عموماً چھوٹی بڑی لڑکیاں اپنی اپنی گود میں بچّوں کو لیے کھڑی ہوتی ہیں، دم جھاڑ تو سب کو کیا جاتا ہے مگر کسی سے یہ ہرگز نہیں کہا جاتا کہ تیرے ماں باپ تو نیک تھے تو یہ بچہ کہاں سے لے آئی ہے۔

اسی طرح اگر کسی کی اپنی لڑکی اچھی حالت میں گھر سے باہر جا کر فوراً ایک آدھ گھنٹہ میں واپس آئے اور اس کی گود میں بچہ بھی ہو تو اسے ایسی بات کوئی نہیں کہتا بلکہ سب کو یہی خیال ہوتا ہے کہ محلہ میں سے کسی کا بچہ اٹھا لائی ہے۔

مریم رضؓ تو ادھر گئی اور ادھر واپس آ گئی (جیسے کہ عام خیال) ہے اور گود میں بچّہ ہے جس کی بابت اس کا کوئی بیان نہیں کہ میں نے جنا ہے اور کسی نے اس کا حمل بھی (مروجہ تفسیر کے لحاظ سے) نہیں دیکھا کہ اس سے دریافت کرے کہ وہ حمل کہاں سے لائی ہے۔

اس نے نذر تو کوئی مانی ہوئی نہیں تھی (کہ اس کا کوئی ذکر نہیں) اگر اسے جھوٹ بیان کرنا تھا (خواہ کسی کے اُکسانے پر) کہ میں نے خاموشی کی نذر مانی ہوئی تھی جسے میں پورا کر رہی ہوں اس لیے میں خاموش ہوں تو اس کی بجائے اس جھوٹ کا بہتر موقع تھا کہ یہ بچہ باہر گرا پڑا تھا، کوئی چھوڑ گئی ہوگی، میں ازراہ ہمدردی اٹھا لائی ہوں، یا یوں کہہ دیتی کہ یہ کسی شخص کی گود میں تھا اور وہ یوں کہہ رہا تھا کہ یہ میرا بچہ ہے، اس کی ماں فوت ہو گئی ہے اور مجھے بہت مصیبت پڑی ہوئی ہے کوئی عورت اسے لے کر پرورش کرے اور اسے

(گذشتہ صفحہ) [1] مولوی علی حائری شیعہ نے بھی اپنی تفسیر لوامع التنزیل میں اپنا یہی خیال ظاہر کیا ہے (اثری)

اپنا بچہ بنا لے تو میں اسے لے آئی ہوں، اگر کسی کو ضرورت ہے اسے لے کر پرورش کرے اور اپنا بیٹا بنا لے نہیں تو میں اسے خود پرورش کر لوں گی، تو اس تمام شور و غل کا کوئی بھی موقع نہیں تھا اور بچہ بھی لقیط ہو کر پرورش پا جاتا اور وہ بھی اس تمام جھنجھٹ سے بچ جاتی جیسے کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام لقیط ہو کر پرورش پا گئے تھے۔ فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ (قصص) اور یہ کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی لقیط ہو کر پرورش پا گئے تھے۔ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ (یوسف)

قرآن مجید کے بیان کے مطابق جب فرعون کی عورت کی گود میں بچہ دیکھا گیا یا کہ خروج باب ۲ آیت ۵ کے بیان مطابق اس کی لڑکی کی گود میں بچہ دیکھا گیا تو اسے کسی نے بھی یوں نہیں کہا کہ تو یہ بچہ کہاں سے لائی ہے سب کو معلوم ہے کہ یہ کسی نامعلوم الاسم کا بچہ ہے جسے اس طرح پر پایا گیا ہے۔

یہاں پر بھی ایسا کیا جا سکتا تھا خواہ مخواہ ایک بلا خرید نے کی کوئی ضرورت نہیں تھی مگر ایسا نہیں ہوا جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ سب فرضی باتیں ہیں کسی خطرناک الزام کا خوف نہیں اور نہ ایسا وقوع میں آیا صرف ایک مسئلہ زیر بحث تھا جو کہ اس موقع پر صاف ہو گیا اور بس!

اور اگر بعض کے خیال مطابق نو ماہ تک حمل رہا ہے تو وہ اس میں اس لیے خاموش رہے کہ بچہ پیدا ہونے پر زنا ثابت ہو گا تو اس وقت شور و غل کریں گے۔ کنواری کے صرف حمل سے زنا ثابت نہیں ہوتا اس لیے اس وقت خاموشی مناسب ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ صورت بھی غلط ہے اس لیے وہی صورت مناسب ہے جیسے میں بیان کر رہا ہوں کہ عذر وہ تھی کیوں نکاح کیا ہے کہ یہ عہد شکنی ہے۔ جو (موجودہ) شرع کے خلاف ہے۔

سوال: دریں صورت بھی نکاح کے وقت اعتراض مناسب تھا مگر انھوں نے تو ولادت پر آسمان سر پر اٹھایا اور نکاح کے وقت خاموش رہے، کیا خوب ہے!۔۔؟

جواب: اگر مخالفت کرنے والوں میں اس کا کوئی متولی ہوتا تو ضرور شور ہوتا بلکہ نکاح روک دیا جاتا، اصل متولی نے جب نکاح کر دیا تو وہ بے بس تھے پھر نکاح کے بعد جب انھیں معلوم ہوا کہ حالات اچھے نہیں تو انھیں ضرور خوشی ہوتی ہو گی کہ ضرور طلاق ہو گی اور نکاح نامبارک ثابت ہو گا۔ تو ایسے وقت میں ہماری چیخ پکار اس وقت کی نسبت زیادہ مؤثر ثابت ہو گی لیکن جب نکاح وجعَ یعنی ثُمَّ سَاكِنًا اَيْنَمَا كُنْتُ کا پورا پورا مصداق ہو کر مبارک ثابت ہوا تو انھیں چیخ و پکار کی ضرورت پڑی جو بے کار ثابت ہوئی اور خائب و خاسر ہو کر اپنا سا منہ لے کر رہ گئے اور یہ دونوں ماں بیٹا بحسب ارشادِ الٰہی وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (انبیاء) وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ (مومنون) تبتل کے خلاف احیائے سنت نکاح اور گھریلو زندگی بسر کرنے کا ایک بہتر نمونہ ٹھہرے۔

سوال: بعض ذی علموں کا خیال ہے کہ جس زکریا نے مریمؑ کی کفالت کا ذمہ لیا تھا یہ وہ زکریا نہیں جسے زمرہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام میں شمار کیا گیا ہے یہ کوئی اور زکریا ہے جو نبی نہیں کیونکہ وہ قرعہ اندازی میں شامل ہے نبی سے قرعہ اندازی کیسے؟ اس کا فیصلہ تو ناطق ہوتا ہے۔

جواب ۱: انھوں نے تو یونس علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو قرعہ میں شامل فرمایا ہے۔ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ (صافات) کیا وہ نبی نہیں تھے؟ ضرور تھے۔

جواب ۲: اس کا فیصلہ امورِ دین میں ناطق ہوتا ہے اور یہ ایک دنیوی بات ہے جس کی مثال تابیر کھجوروں میں اور بریرہؓ اور مغیث سے سفارش میں دستیاب ہے۔

جواب ۳: یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسّلام اللہ پاک کے نبی بھی تھے اور اخوانِ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے باپ بھی تھے۔ باوجود اس کے جو کچھ انھوں نے اپنے باپ سے کیا ہے وہ ظاہر ہے اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ سخت طبیعت کے مالک تھے، اور

ادب نبوت سے ناواقف تھے۔

تکلم فی المهد: کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ جو جو بچہ اپنی اپنی ماں کی گود میں منذور ہے اسے جوان ہو کر شرعاً نکاح کی اجازت ہے اس کے خلاف رواج کو سب سے پہلے میری والدہ ماجدہ نے عملاً توڑا ہے اور اب میں اسے اپنے لیکچروں کے ذریعہ توڑ رہا ہوں اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ قالین، کرسی، منبر وغیرہ پر بیٹھ یا کھڑے ہو کر تقریر کیا کرے گا۔ مہد کا لفظ قرآن مجید میں دوزخیوں اور جنتیوں دونوں کے لیے آیا ہے۔

سوال: اللہ پاک نے سورۂ آل عمران اور مائدہ میں مہد اور کہل دونوں کو جوڑ کر ایک ساتھ بیان فرمایا ہے اور جو کچھ مہد میں کلام ہوا ہے اسے سورۂ مریم میں بیان فرمایا ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور کہ میں نبی ہوں اور کہ صاحب کتاب (انجیل) ہوں اور کہ نماز و زکوٰۃ اور ماں کے حسنِ سلوک پر مامور ہو چکا ہوں اور یہ سب کچھ کہل کے متعلق ہے جو کہ مہد میں ہوا ہے لہٰذا وہ معجزانہ طور پر اسی وقت فوراً جوان ہو گئے تھے، جیسے کہ ان کی والدہ ماجدہ کی بابت اَنۡۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا میں بیان ہوا ہے کہ وہ کرامۃً ایک دن میں اتنی بڑھ جاتی تھی جتنا کوئی دوسرا بچہ ایک سال میں بڑھتا ہے، یہ دونوں ماں بیٹا اپنی اپنی ماں کی گود میں بطور کرامت و معجزہ چند دنوں میں ہی جوان ہو گئے تھے۔

جواب ۱: ایسے فرضی معجزوں کو پیشِ نظر رکھ کر ہی آج تک قرآن مجید کی اس طرح کی تفسیر ہوتی رہی ہے۔ علمائے کرام کی خدمت میں ہی اسے پیش کیا جائے اگر وہ اسے قبول فرما کر معجزات میں شامل فرمالیں تو ان کے مسلک کے مطابق ان کو مبارک ہو میرے نزدیک تو یہ پسندیدہ نہیں۔

جواب ۲: مہد میں کہل ہو سکتا ہے تو اس کے برعکس کہل میں مہد بھی ہو سکتا ہے جیسے کہ میری تفسیر سے ظاہر ہے کہ یکلم الناس کہلاً و یعظهم فی احکام المهد۔

سوال : سورۂ مریم میں ہے کہ جب یہود نے اعتراض کیا تو اس نے بچہ کی طرف اشارہ کیا کہ فَاَشَارَتْ اِلَیْہِ اس کا یہ خود جواب دے گا تو انھوں نے کہا کہ کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَھْدِ صَبِیًّا ہم اس سے کیسے بات چیت کریں جو کہ گود میں بچہ تھا۔

جواب : مشارٌ الیہ اس کے زکریا علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہیں کہ انھوں نے ہی نکاح کرایا ہے ان سے ہی بات چیت کریں وہ اچھا جواب دیں گے۔

عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام اس کے ہرگز مشارٌ الیہ نہیں اور نہ ان سے کچھ دریافت کیا گیا ہے اور نہ انھوں نے کچھ جواب دیا ہے اگر ایسا ہوتا تو الفاظ یوں ہوتے کہ کَیْفَ یُکَلِّمُنَا وَھُوَ فِی الْمَھْدِ صَبِیٌّ " کہ وہ گود میں بچہ ہے ہمارے اعتراض کا کیسے جواب دے سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ وَاللّٰہُ اَخْرَجَکُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا (نحل) پیدائش کے وقت تمام انسانوں کے بچے بے علم اور نادان پیدا ہوتے ہیں اور بامعنی باتوں کے لیے علم کی ضرورت ہے جو بچوں میں نہیں تو پھر ان سے بات کی توقع کیسے اور پھر وہ قانوناً ذمہ دار اور جوابدہ بھی نہیں اچھا عام خیال کے مطابق بچہ نے جو بول کر بیان دیا ہے اس میں ماں کی صفائی کا کوئی بیان نہیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم و دیگر کتب حدیث میں جریج راہب کا واقعہ[1] جو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اس کے خلاف ہے کہ عام خیال کے مطابق دودھ پیتا بچہ گود میں بولا اور ماں اس کی پھر بھی مجرم ہی ثابت ہوئی۔ اس لیے صفائی کی ضرورت ہے جو یہاں نہیں۔ اور صرف بچہ کا بولنا صفائی کا قائم مقام نہیں اور جو

---

[1] اس روایت کا ٹھیک مطلب تو میں بیان کر آیا ہوں اور دیگر روایات کا مطلب جن میں ان بچوں کی تعداد ہے کہ انھوں نے مہد میں کلام کیا ہے کسی دوسری جگہ بیان ہو سکتا ہے کہ اس میں طوالت کی ضرورت نہیں اور یہاں اس کی گنجائش بھی نہیں۔ (اثری)

بول بولا گیا ہے وہ زمانہ کہل کا بیان ہے جس میں مہد کی بابت بھی بیان ہے جیسے کہ میں بیان کر آیا ہوں۔

كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا کا مطلب یہ ہے کہ تو تے مدرسہ کے نام وقف ہو کر جو شادی کر لی ہے ایک تو یہ شریعت کے خلاف کیا ہے اور دوسرے تو نے قوم میں ایک بہت برا نمونہ قائم کر دیا ہے کیونکہ جو جو بچہ بھی اپنی ماں کی گود میں ہیکل کی نذر ہو چکا ہوا ہے وہ بالغ ہو کر تیری طرح شادی کا تقاضا کرے گا اور تجھے بطور نظیر پیش کرے گا تو ہم اسے کیا جواب دیں گے ہمیں تو تیرے اس نکاح نے مشکل میں ڈال دیا ہے۔

نظیر و مثال : بھی اس کی دستیاب ہے حافظ ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے کہ : أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا سے خاص آدم علیہ السلام ہی مراد نہیں بلکہ اس جنس کے سب لوگ مراد ہیں کیونکہ الفاظ وارد وہ اسی مطلب پر دال ہیں ورنہ یوں ہوتا کہ أَتَجْعَلُهُ يُفْسِدُ فِيهَا ۔ اس مَنْ موصولہ نے تخصیص اٹھا کر تعمیم پیدا کر دی ہے۔

نظیر و مثال : أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ (زمر) جیسے کہ مدارک وغیرہ میں ہے تنقذہ معنی دوسرے موقع پر مَن موصولہ کی جگہ ضمیر کافی تھی مگر اسے تعمیم کے لیے مکرر کر دیا ہے اور عذاب کے لیے بھی ضمیر کافی تھی مگر اس کی تعیین مقصود تھی اس لیے نار کا لفظ بول دیا ہے۔

آيَةً لِلنَّاسِ : میں آیت سے مراد نمونہ اور ناس سے مراد وہ لڑکے اور لڑکیاں ہیں جو نذر ہو چکے ہوں تاکہ وہ اس نکاح کو نظیر ٹھہرا کر نکاح کریں اور اولاد پیدا کریں اور گھریلو زندگی بسر کریں کہ وہ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام سے مانع نہیں۔

يَا أُخْتَ هَارُونَ : درمنثور میں بحوالہ احمد، مسلم، ترمذی، نسائی، طبرانی، ابن حبان، ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن مردویہ، ابن ابی حاتم، بیہقی، مغیرہ بن شعبہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نجران (یمن) کی طرف روانہ فرمایا تو وہاں کے عیسائیوں نے اعتراض کیا کہ تمہارا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تاریخ سے واقف نہیں۔ کہاں

ہارون و موسیٰ اور کہاں عیسیٰ صدیوں کا فاصلہ ہے ہارون کی بہن کیسے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر جواب دیا کہ انھم کانوا یسمون بالانبیاء والصالحین قبلھم۔ سابقہ ناموں پہ نام کا دستور چلا آیا ہے۔

خروج باب ۱۵ میں ہے کہ "تب ہارون کی بہن مریم نبیہ نے دف ہاتھ میں لیا" اور گنتی باب ۲۶ میں ہے کہ "سو عمرام (عمران) سے ہارون اور موسیٰ اور ان کی بہن مریم کو جنی!!

اگر عیسائیوں کے خیال میں یہ ہارون جو یا اخت ھارون میں ہے وہی ہے جو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھائی ہے تو مریم بھی وہی ہے اور باپ عمران بھی وہی ہے اور اگر یہ عمران اور ہے اور مریم بھی اور ہے تو پھر ہارون بھی اور ہے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا ہے۔

علاوہ ازیں پیدائش باب ۱۲ میں فرعون ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بات چیت کر رہا ہے اور خروج باب ۳ میں فرعون موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بات چیت کر رہا ہے، کیا ابراہیمی فرعون موسوی زمانہ تک زندہ تھا یا کہ یہ کوئی دوسرا فرعون ہے۔

اِنْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا

اھل سے مراد مریم کا شوہر ہے کہ وہ اس کے یہاں سے کبیدہ خاطر ہو کر اپنے میکے چلی گئی کہ اپنے سسرال کے یہاں پھر کبھی واپس نہ ہوگی جیسے کہ: فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا سے صاف طور پہ عیاں ہے اور اس بگاڑ کی وجہ بھی ہے کہ عدم مس کی شکایت ہے اور خانہ آبادی سے مایوسی ہے اور جن مقاصد کے پیش نظر نکاح ہوا تھا ان میں بمثل سابق روک ہے قاموس اور لسان میں ہے کہ اھل کا لفظ صھر پہ بھی بولا جاتا ہے اور دیگر کتب لغت میں ہے کہ صھر جیسے مرد کے اقارب پہ بولا جاتا ہے ویسے ہی عورت کے اقارب پہ بھی بولا جاتا ہے جیسے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا (فرقان)

نسل انسانی میں نسب اور صہر دونوں کا اجراء ہوا ہے۔

لسان میں ہے کہ التاھل التزوج خواہ مرد ہے یا کہ عورت دونوں کا تاہل تزوج ہوتا ہے۔

اور صحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہؓ سے فرمایا کہ :لیس لک علی اھلک ھوان (الحدیث) رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وغیرھم۔ تیرے سلیے مجھے کوئی مشکل نہیں کہ میں خواہ یوں کر دوں یا کہ یوں کر دوں۔

قاضی عیاضؒ[۱]، امام نوویؒ، امام جزریؒ، حافظ ابن حجرؒ، علامہ عینیؒ علامہ امیر یمنیؒ، ملا علی قاریؒ، علامہ شوکانیؒ ودیگر ائمہ کرام نے بھی اس حدیث کا یہی مطلب بیان فرمایا کہ اھل سے مراد اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور لسان العرب میں بھی اس حدیث کو ذکر فرما کر یہی مطلب بیان فرمایا ہے۔ لہٰذا آیت کریمہ میں اہل سے مراد مریم رضی اللہ عنہا کا شوہر ہے کہ وہ اسے چھوڑ کر اپنے میکے گھر چلی گئی۔

مکانا شرقیا : میں مکان بمعنی حالت ہے جیسے کہ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّکَانًا۔ (یوسف) مَنْ ھُوَ شَرٌّ مَّکَانًا (مریم) مَکَانًا عَلِیًّا (مریم) میں استعمال ہوا ہے اور شرق بمعنی قطع وشقاق ہے جیسے کہ کتب لغت میں شائع ذائع ہے اور کہ حیث طلعت وانت منکوحۃ اور مطلب یہ ہے کہ وہ کبیدہ خاطر اور ناراض ہو کر اپنے میکے گھر چلی گئی۔

مولانا مودودی صاحب نے فرمایا ہے کہ شرقی جانب سے مراد بیت المقدس کا محراب ہے اور فرمایا ہے کہ وہ اس کے شرقی جانب تھا اس سے ناصرہ مراد نہیں کہ وہ یروشلم سے شمال میں واقع ہے مشرق میں نہیں اور مولانا آزاد صاحب مرحوم نے اس سے ناصرہ

---

[۱] شرح قاضی، شرح نووی، فتح الباری مقدمہ فتح الباری عمدۃ القاری شرح بخاری، شرح بلوغ المرام مرقاۃ شرح مشکوٰۃ نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار ملاحظہ ہوں۔ (اثری)

مراد لے کر فرمایا ہے کہ وہ یروشلم کے شمال مشرق میں واقع ہے اور باشندگانِ یروشلم کے لیے مشرق کا حکم رکھتا ہے۔

مگر میرے ترجمہ کی رُو سے کسی سمت کے بیان کی ضرورت نہیں اور اس سے کچھ فائدہ بھی حاصل نہیں۔

عورتیں خوشی سے اپنے میکے گھر آیا جایا کرتی ہیں مگر یہاں یہ بات نہیں چونکہ یہ رشتہ زکریا علیہ السّلام نے ایک بہت بڑے بلند مقصد کے ماتحت کیا تھا اور حالات اس کے خلاف پیدا ہو گئے اس لیے آپ کو بہت بڑا رنج ہوا ہوگا جس کے لیے انھوں نے بارگاہِ الٰہی میں دعا بھی کی ہو گی اور دوا دوسے بھی کام لیا ہو گا اور ادھر اللہ پاک کا بھی ارادہ ہوا کہ اسے کامیاب بنایا جائے تو اس نے الہام فرمایا کہ مریم رضی اللہ عنہا کو اطلاع کر دو کہ اسے فرزند دیا جائے گا اور وہ ہو گا بھی لڑکا اور جیتا بھی رہے گا اور ایسا ہو گا اور ایسا ہو گا اور بہت بڑا بلند اقبال ہو گا۔ اور اس اطلاع کے لیے موصوف نے اس کے شوہر کو ہی تجویز فرمایا تو وہ اس کے پاس پہنچا اور کہا کہ تیار ہو کر اپنے گھر چلو۔ چونکہ مریم رضہ کو علم نہیں تھا کہ حال بدل چکا ہے اس لیے اس نے کہا کہ اگر تیرا اسی طرح پر احترانہ ہے تو میں تجھ سے پناہ (طلاق) چاہتی ہوں کہ دریں حالات خانہ آبادی ممکن نہیں اس نے کہا کہ مجھے تیرے مربی (زکریا علیہ الصلوٰۃ والسّلام) نے اللہ پاک کا یہ الہام دے کر بھیجا ہے اس میں وہ تجھے مخاطب فرما کر فرماتا ہے کہ میں تجھے پاکیزہ لڑکا عنایت کروں گا۔ مریمؑ نے کہا کہ پہلے بھی تو جو کچھ ہوا ہے وہ انھوں نے ہی کیا ہے۔ اب یہ الہام تو ہے مگر واقعات اس کے موافق نہیں۔ ابھی میل ملاپ تو ہوا نہیں اور آئندہ بھی یہی حال ہے تو لڑکا کیسے! اس نے کہا کہ حالات بدل چکے ہیں اور اب صحت اور عافیت ہے جیسے کہ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا سے ظاہر ہے اور بحسب ارشادِ الٰہی قضاء و قدر میں بھی طے ہو چکا ہے اور رحمتِ الٰہی بھی جوش میں ہے اور بدخواہ سب رسوا ہوں گے اور ایک بہترین نظیر قائم ہو گی' اور بہت سے تجرد کی زنجیروں سے جکڑے ہوئے آزاد ہوں گے۔ تب وہ اس کے ہمراہ واپسی پر تیار ہو کر روانہ ہوئی اور اپنے گھر میں خوش بشاش آباد ہوئے تو اللہ پاک کے فضل و کرم

سے مریم رض کو امید ہوئی۔

فتمثل لہا بشرا سویاً: کی بابت عام طور پر یہی شائع ذرائع ہے کہ وہ فرشتہ جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے جو کہ خوبصورت جوان مرد کی شکل بن کر آیا تھا، مگر تفسیر کبیر اور تفسیر ابو السعود میں ایک قول یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس سے مراد اس کا شوہر (یوسف نجار) ہے جیسے کہ میں بیان کر آیا ہوں۔

استعاذہ: جب عورت اپنے شوہر سے پناہ طلب کرے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مجھے طلاق دے دے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ جونیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا تو اس میل ملاپ سے پہلے ہی آپ سے استعاذہ کیا تو آپ نے اسے طلاق دے دی جس سے صاف ظاہر ہے کہ عورت کا اپنے شوہر سے استعاذہ طلاق کا مطالبہ ہوتا ہے۔

امام طحاوی نے مشکل الآثار ص ۲۶۳ جلد ۱ میں فرمایا ہے کہ فمار دینا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للمستعیذۃ منہ لما کرھت مکانہ وطلبت فراقہ الحقی باھلک فکان ذلک مما قد وقع موقع الطلاق لارادتہ

لہ احادیث صحاح میں اس کے نکاح کی تصریح نہیں امام بخاری نے اسے کتاب الطلاق میں بیان فرما کر ظاہر کر دیا ہے کہ پناہ طلاق ہے لہٰذا نکاح ثابت ہے کہ اس کے بغیر طلاق نہیں اسی طرح پر مریم رض کا نکاح ثابت ہے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔

اہل تشیع نے جو امام موصوف پر اعتراض کیا ہے کہ نکاح کا ذکر نہیں کیا غلط ہے، خود ان کی اپنی کتاب بحار الانوار ص ۹۳۶ جلد ۲ میں ہے کہ وتزوج اسماء بنت النعمان شرحبیل فلما ادخلت علیہ قالت اعوذ باللہ منک فقال قد اعذتک الحقی باھلک وکان بعض ازواجہ علمتہا ذلک فطلقہا ولم یدخل بہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے نکاح کیا تھا اور میل ملاپ سے پیشتر ہی اس نے استعاذہ کیا آپ نے اسے طلاق دے دی لہٰذا نکاح کا انکار نہیں (اثری)

صلی اللہ علیہ وسلم بہ الطلاق جیسے کہ استعاذہ سے طلاق کا مطالبہ سمجھا گیا ہے ویسے ہی الحاق سے اس کا پورا کرنا سمجھا گیا ہے۔

مگر یہاں جس بنا پر استعاذہ ہے اس کا تدارک ہو چکا ہے اس لیے طلاق کی ضرورت نہیں پڑی۔

لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا : یہ الہام الٰہی اور کلام ربانی کا ایک حصہ ہے مگر قاصد نے اسے چھوڑ کر صرف اتنا حصہ سنایا ہے۔

لڑکی بھی ہو سکتی تھی اچھا اگر لڑکا ہے تو وہ پیدا ہو کر جلدی فوت بھی ہو سکتا ہے اس الہامی پیش گوئی نے واضح کر دیا کہ لامحالہ لڑکا ہو گا اور وہ جیتا بھی رہے گا۔

ذریت : قاموس میں ہے کہ دل‌ـ‌ن ال‌ـ‌ہ جل ذریت کا لفظ مرد کی اولاد پر بولا جاتا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ عورت اس کے ساتھ نہیں ضرور ہے کہ اس کے سوا ذریت نہیں۔

حیاۃ الحیوان ص ۳۰۹ جلد ۱ میں بحوالہ ابن خلکان امام شعبی سے منقول ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا ابلیس کی بھی عورت ہے تو آپ نے فرمایا کہ جب اللہ پاک نے اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗ (کہف) فرما کر اس کی ذریت کا ذکر فرمایا ہے تو ضرور ہے کہ اس کی بیوی ہو گی۔ انہ لا تکون ذریتہ الا من زوجۃ کیونکہ کسی مرد کے یہاں بلا بیوی ذریت کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیوی کو ساتھ ملا کر ہی رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً (آل عمران) اللہ پاک سے اولاد کی استدعا کی ہے اور اللہ پاک کا خود اپنا ارشاد بھی یوں ہی ہے کہ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً (رعد) ذریت ازدواج سے پیدا ہوتی ہے۔ مرد ہے تو عورت کی اور عورت ہے تو مرد کی ضرورت ہے احد الزوجین سے ذریت نہیں۔

مریم رضی کی والدہ ماجدہ نے وذریتھا (آل عمران) فرمایا ہے اس لیے مریم رضی کے یہاں ذریت شوہر سے پیدا ہوئی ہے بے شوہر ذریت نہیں۔

تغییری خیال خطرناک: کسی کی جوان لڑکی کو کوئی نوجوان خوبصورت گھنگھر یلے بالوں والا لڑکا خلوت میں مل کر یوں کہہ دے کہ "میں تجھے لڑکا دینے آیا ہوں" تو کیا اندازہ لگایا جائے گا۔ پہلے اپنے گھر سے شروع کریں پھر مریمؓ کی طرف متوجہ ہوں۔

عیسائی اور مرزائی مقال: موجودہ اناجیل میں ہے اور کشتی نوح اور مواہب الرحمٰن و نیز دیگر کتب میں ہے کہ مریمؓ کی یوسف سے منگنی ہو چکی تھی اور ابھی میل ملاپ نہیں ہوا تھا کہ اسے حمل ٹھہر گیا پھر اس خجالت کو مٹانے کے لیے اس سے نکاح کر دیا گیا پھر اس کے یہاں یہ بچہ پیدا ہوا جو کہ اس کی بہت بڑی پریشانی کا موجب ہوا۔

بہت بڑا افسوس ہے کہ اس معصومہ کو اپنوں اور بیگانوں نے کس قدر بدنام کیا ہے۔

مکاناً قصیاً[1]: ایامِ حمل میں میاں بیوی دونوں کو اپنی کسی ضرورت کے لیے ایک دور کا سفر اختیار کرنا پڑا۔ لوقا باب ۲ میں ہے کہ ناصرہ سے بیت لحم کی طرف مردم شماری کے لیے جانا پڑا کہ حکومتِ وقت کی طرف سے اس کی تحریک ہوئی تھی، ممکن ہے کہ ارادہ کسی اور جگہ کا ہو اور راستہ میں خواہ جاتی دفعہ یا کہ آتی دفعہ یہ صورت بھی پیش آ گئی۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوتے جیسے کہ نسائی میں نبوی ارشاد ہے کہ صلیت ببیت لحم حیث ولد عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت لحم[2] میں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے تھے۔

---

[1] یہ لفظ بہت دوری پر بھی استعمال ہوا ہے کہ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ (بنی اسرائیل) اور معمولی فاصلہ پر بھی استعمال ہوا ہے کہ وجاء رجل من اقصی المدینۃ (قصص) اور جاء من اقصی المدینۃ رجل (یٰس) اذ انتم بالعدوۃ الدنیا وھم بالعدوۃ القصوی (انفال) لہٰذا دونوں مطالب کی گنجائش ہے۔ (اثری)

[2] تاریخ الدول میں ہے کہ قریۃ علی فرسخین من بیت المقدس بھا مولد عیسیٰ علیہ السلام بیت لحم۔ بیت المقدس سے ۶ میل کے فاصلہ پر واقع ہے (اثری)

مخاض: وضعِ حمل کے وقت جو مریمؓ کو تکلیف ہوئی وہ اس لیے کہ یہ پہلا حمل ہے نیز اس لیے کہ سفر میں ہے کہ آرام کے اسباب دستیاب نہیں نیز اس لیے کہ سرائے میں جگہ نہیں جیسے کہ لوقا باب ۲۔ میں ہے اور یہ ایسا وقت ہوتا ہے کہ عورت کو موت نظر آتی ہے اس لیے اس نے افسوس کیا۔ کہ اگر میں اپنے گھر میں ان کاموں سے فارغ ہو کر روانہ ہوتی تو بہتر ہوتا بدنامی کا کوئی خیال نہیں جیسے کہ عام طور پہ سمجھا گیا ہے۔

فناداها من تحتها: کی بابت بعض مفسروں کا خیال ہے کہ اسے جبرئیلؑ علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے پکار کر یوں فرمایا اور بعض کا خیال ہے کہ نہیں اسے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پکار کر یوں کہا۔

اگر وہ ۱ ہے تو ترکیب بتاتا ہے اور نتیجہ سے آگاہ کرتا ہے کہ اس درخت کی شاخ ہلانے پر اس سے تازہ کھجور گرے گی۔ کیا وہ ناواقف تھی اور ایسے بیان سے اس کے علم میں کچھ اضافہ ہوا ہے اور وہ پھونک مارتا ہے اور حمل ٹھہراتا ہے اور اس مشکل کے وقت یہ کام وہ خود نہیں کر سکتا تھا اور کہ کس حیثیت سے اسے اجازت دے رہا ہے کیا وہ اس کا مالک تھا۔

اور اگر ۲ ہے تو وہ بچوں کی طرح چیخ و پکار کے سوا اور کچھ نہیں بول سکتا بلکہ چیخ و پکار بھی نہیں کیونکہ بخاری، مسلم و دیگر کتب حدیث میں جو مرفوعاً مروی ہے کہ تمام بچے پیدائش کے وقت روتے ہیں مگر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور ان کی والدہ ماجدہؓ اپنی پیدائش کے وقت اتنا بھی نہیں کیا جیسے کہ ذی علموں نے اس حدیث کا مطلب سمجھا ہوا ہے، دریں حالات یہ عیسوی ندا کیسے ہو سکتی ہے۔

تفسیر سورہ مریم ۱۱ میں سر سید مرحوم و مغفور نے فرمایا ہے کہ "ہمارے نزدیک آواز دینے والا نہ فرشتہ تھا، نہ حضرت عیسیٰؑ بلکہ کوئی انسان تھا جس نے حضرت مریمؓ کی حالتِ اضطرار معلوم کر کے کہا کہ گھبراؤ مت" اور فرمایا کہ یہاں سے اِنسیّا تک اسی شخص کا کلام ہے۔

سید صاحب مرحوم نے اس مطلب پہ کوئی حوالہ نہیں دیا مگر یہ اعراب القرآن میں

دستیاب ہے۔

میرے نزدیک یہ درخت کا مالک ہے جو ایسے موقع پر ہمدردی انسانی کے پیش نظر اجازت دے رہا ہے اور ممکن ہے کہ قیمت بھی ادا کر دی گئی ہو گی اس کا مطلب یہ تھا کہ اپنی حسب پسند جہاں سے جتنی چاہو اور جب چاہو اتار اور راتہ دا سکتے ہو میری طرف سے پوری پوری اجازت ہے۔

سوال : سابقہ دونوں ترجموں میں فاعل مذکور اور ظاہر ہے مگر تیسرے ترجمہ میں اس کا کوئی پتہ نہیں، صاحب نخلہ کیسے فاعل ٹھہرا کہ سابق میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔ اور فاعل کا حذف بھی درست نہیں۔

جواب ۱ : قراۃ مشہورہ میں مِن جارہ ہے اور دوسری قرأۃ میں مَن موصولہ ہے جو کہ اس کا فاعل ہے اور مراد اس سے وہ شخص ہے جو کہ کھجور کا مالک ہے اور اس کے نیچے بیٹھا ہوا اسے فروخت کر رہا ہے۔

جواب ۲ : معالم، مدارک و دیگر تفسیروں میں دلالت پر اس کا حذف جائز بتایا ہے مثال کے طور پر آیت کریمہ اِذَا بلغت النفس التَّرَاقِیَ (قیامہ) اور آیت کریمہ اِذَا بَلَغَتِ النفس الْحُلْقُوْمَ (واقعہ) کو پیش کیا ہے اور اتقان میں بھی اسی طرح پہ بیان کیا ہے۔ اور معالم، مدارک اور جامع البیان اور جلالین میں آیت کریمہ حَتّٰی تَوَارَتْ الشمس بِالْحِجَابِ (ص) کو پیش کیا ہے مگر مؤخر الذکر میرے نزدیک ٹھیک نہیں کہ اس میں تو الصَّافِنَاتُ الْجِیَادُ فاعل ہے سورج نہیں۔ اور بَلْ فَعَلَهٗ (انبیاء) پہ بقول کسائی وقف ہے کہ فعلہ من فعلہ اور یہاں اس سے بہتر اور کوئی ترجمہ ٹھیک نہیں کیونکہ یہ دونوں بزرگ کذب گوئی کی تلقین سے پاک ہیں اور مریم رض اس کی تعمیل سے پاک ہے نہ اس نے کوئی نذر مانی ہوئی ہے اور نہ یہ اتنی طویل بات اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا (مریم) اشارہ سے سمجھائی جا سکتی ہے۔

اور یہ سب صاحب نخلہ کی ہمدردی ہے جو قابل قدر ہے مگر قابل عمل نہیں اس کا خیال تھا کہ اس (غلط اور خلاف واقع) بہانہ سے ہر کوئی اس کے پاس آ کر خواہ مخواہ بات

چیت نہ کرے گا کہ ایسے نازک موقع پر ڈاکٹری اور طبی طور پر بھی باتوں سے روک تھام ہوتی ہے جس کے لیے ایک آدھ دن کافی ہوتا ہے جیسے کہ آکیوحر سے ظاہر ہے۔ اگر وہ عذر ہوتا جو کہ مشہور ہے تو پھر یہ قید فضول ہو جاتی کہ اچھا آج اسے روزہ پورا کرنے دو۔ کل پرسوں اتر سول اس سے بات چیت کر لی جائے گی۔ بقول شخصے یار زندہ صحبت باقی دریں صورت یہ غلط عذر بھی بیکار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا وہی مطلب ٹھیک ہے جو کہ اوپر بیان ہوا ہے۔

من تحتہا : کا مرجع بھی نخلہ ہے جس کے نیچے اس کا مالک بیٹھے ہوئے کھجوریں بیچ رہا ہے مریمؑ اس کا مرجع نہیں۔ تفسیر ابن جریر میں قتادہ سے مروی ہے کہ فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا ای من تحت النخلۃ اور چشمہ پر بھی شاید وہی قابض ہوگا مگر اجازت کی بظاہر ضرورت نہیں صرف اطلاع مقصود ہے کہ یہ بھی یہاں موجود ہے۔

سوال : اگر یہ صاحب نخلہ کا کلام ہے تو کیوں وہ اس کے شوہر سے نہیں کہتا، عورت سے وہ کیوں مخاطب ہو رہا ہے؟

جواب : ممکن ہے کہ وہ کسی دایہ کی تلاش یا کسی دوسری ایسی ضرورت کے لیے کہیں گیا ہوا ہے اس لیے اسے حالت نازک دیکھ کر از راہ ہمدردی تسلی دینی پڑی۔

اعجاز : عیسائیوں کے خیال میں یہ ماہ دسمبر ہے جس میں کوئی کھجور بھی پھل نہیں دیا کرتی۔

ہمارے مفسروں نے یوں بیان کر دیا کہ یہ درخت مریمؑ کے لیے ہرا بھرا ہو گیا تھا کہ کھجور کا موسم نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ اگست کا مہینہ تھا جس میں کھجور پھل لایا کرتی ہے۔ دسمبر نہیں کہ مریمؑ سرائے سے باہر ٹھہری اور چرواہے بھی رات کو اپنا ریوڑ لیے ہوئے میدان میں ٹھہرے رہے جیسے کہ لوقا باب ۲ میں تصریح ہے تو دسمبر کیسے ہوا عیسائیوں کا خیال غلط ہے۔

درمنثور میں بحوالہ عقیلی[۱]، ابویعلی[۲]، ابونعیم[۳]، ابن سنی[۴]، ابن ابی حاتم[۵]، ابن عدی[۶]، ابن مردویہ[۷]، ابن عساکر علیؓ سے مرفوعاً مروی ہے اور بحوالہ ابن عساکر سلمہ بن قیسؓ سے

مرفوعاً مروی ہے کہ شوہر اپنی اپنی عورتوں کو ولادت کے وقت کھجور چھوہارے کھلایا کریں کہ مریمؑ کو بھی ایسے وقت میں کھجور کھلائی گئی تھی۔

اس نبوی بیان سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ مریمؑ کو دیگر عورتوں کی طرح جائز حمل ہو کر وضع ہوا اور اس کا شوہر اس کے ساتھ تھا کہ اس نے یہ سب کچھ مہیا کر دیا تھا۔

سریا: یعنی سردار بنا کر اس سے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام مراد لیے گئے ہیں مگر در منثور میں بحوالہ طبرانی ابن مردویہ۔ عبداللہ بن عمرؓ[1] اور براء بن عازبؓ[2] سے مرفوعاً مروی ہے کہ اس سے چشمہ مراد ہے جسے اللہ پاک نے وہاں پر جاری کیا ہوا تھا۔

اور مؤخر الذکر کی بابت معلق موقوف صحیح بخاری ص۶۷۴ پارہ ۱۴ میں بھی موجود ہے۔

سورۂ مریم میں جسے سریا سے تعبیر فرمایا ہے اسے سورہ مؤمنون میں معین سے یاد فرمایا ہے۔ کھجور کی اصل تو نیچے تھی جہاں اس کا مالک بیٹھا ہوا تھا اور چشمہ بھی نیچے ہی جاری تھا جیسے کہ تحتہا و تحتک سے ظاہر ہے اور اس کی شاخیں اوپر بلندی میں تھیں جہاں (ربوہ) پر مریمؑ آرام فرما تھیں اور ذرا ہاتھ بڑھا کر نہایت آسانی سے کھجور اتار سکتی تھی جیسے کہ ربوہ سے ظاہر ہے۔

لطیفہ: ربوہ کے مطالب چونکہ مختلف بیان ہوئے ہیں اس لیے بعض نئے مفسروں نے یوں بھی بیان کر دیا ہے کہ اس سے مراد کشمیر، سری نگر محلہ خان یاران ہے کہ وہاں پہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی قبر موجود ہے۔

جولائی ۱۹۲۶ء کا ذکر ہے کہ میں دوستوں کے ہمراہ کشمیر پہنچا تو محلہ خانیار ال بھی پہنچا جہاں پر کسی نامعلوم لاوارث کی قبر یوز آسف کے نام سے بتائی جاتی ہے جو کہ ایک کمرہ میں ہے اس کے پاس ایک پتھر بھی دھرا پڑا ہے جس پر ایک قدم کی تصویر کندہ ہے جو کہ نو انگشت چوڑا اور اٹھارہ انگشت لمبا ہے بتایا جاتا ہے کہ یہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قدم شریف ہے اس قدم اور قبر کی حقیقت جیسی کچھ بھی ہے ظاہر ہے ہمارے ساتھ ایک انگریز اور کچھ مسلمان بھی داخل ہوئے تھے جو کہ سب ہنستے ہوئے نکلے تھے کہ یہ خوب تماشا بنایا گیا۔

بعض مقامی لوگوں سے یہ بھی سنا گیا ہے کہ مرزائیوں نے اس کی اس طرح کی تشہیر پہ کافی رقم خرچ کی ہے بہر حال مشاہدہ پہ سب پول کھل جاتا ہے۔

اس کمرہ کے اندرون چاروں طرف دیواروں پہ جگہ جگہ لکھا ہوا ہے اور اس نوشت سے دیواریں سیاہ ہو رہی ہیں، اگر کوئی مرزائی ہے تو اس نے لکھا ہے کہ یہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی قبر ہے اور اگر کوئی مسلمان ہے تو اس نے یوں لکھا ہے کہ یہ سب غلط ہے اور صریح جھوٹ ہے۔

وہاں پہ مریمؑ کی قبر کا کوئی پتہ نہیں بتایا گیا شاید وہ اسے چھوڑ کر واپس چلی گئی ہو گی اور نہ چشمہ کا پتہ چلا۔ ہاں دریافت کرنے پہ ایک گندہ نالہ دیکھا گیا جو کہ غیر ذات قرار کا مصداق تھا۔ اور اب تو اگر ربوہ (جھنگ) میں دو مزعومہ قبریں بنا کر ماں بیٹا کے نام سے زائرین کے لیے مشہور کر دی جائیں تو بہتر اور مفید ہو گا۔

فاتت بہ قومہا تحملہ : کا ترجمہ سرسید مرحوم مغفور نے سورہ مریم کی تفسیر میں یوں فرمایا ہے کہ "پھر مریم (رضی اللہ عنہا) اس لڑکے کو اٹھا کر اپنی قوم کے پاس لائی۔"

اور آل عمران ص۲۳ کی تفسیر میں یوں فرمایا کہ :

■ حضرت مریمؑ حضرت عیسیٰؑ کو اٹھا لائیں اور انہوں نے کہا کہ میں خدا کا نبی

ملے مرزا صاحب نے ازالہ اوہام ص۱۹۰ جلد ۳ میں فرمایا ہے کہ "یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل (شام) میں جا کر فوت ہو گیا"، اور چشمہ معرفت ص۲۵۰ میں تاریخ طبری کے حوالہ سے اس کی قبر ایک جگہ بتائی، جس کی تفصیل احمدی کتاب عسل مصفیٰ ج۲ ص۴۰۰ میں ہے کہ جار پہاڑ پر اس کی قبر ہے جس پر یوں لکھا ہے کہ ھذا قبر رسول اللہ عیسیٰ ابن مریم اور ص۴۵۳ میں اس کی والدہ کی قبر کاشغر میں بتائی ہے یہ کتاب مرزا صاحب و دیگر احمدی علماء کی تصدیق سے شائع ہوئی ہے اور مرزا صاحب نے قصیدہ اعجازیہ ص۱۹۰ میں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور آپ کی والدہ ماجدہ دونوں کو کشمیر میں بتایا ہے اسی لیے ہم تے وہاں پہ ان کی قبر تلاش کی تھی مگر کوئی پتہ نہیں چلا اس لیے عرض کیا ہے کہ شاید وہ چلی آئی ہو گی۔ (ازری ح)

ہوں" اور کہ ص۳۱ پہ فرمایا کہ

"قرآن مجید سے صاف پایا جاتا ہے کہ واقعہ ایسے وقت میں واقع ہوا تھا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہو چکے تھے" اور کہ ص۳۳ فرمایا کہ

"اٹھا لانے کا لفظ اس مقام پہ مجازاً بولا گیا ہے اس سے خواہ مخواہ گود میں اٹھا لانا لازم نہیں آتا"

مگر جس مشکل کے پیش نظر سید صاحب مرحوم نے یہ ترجمہ فرمایا ہے وہ میری راہ میں حائل نہیں اس لیے میں نے سابق ترجمہ پسند کیا ہے نیز اس لیے کہ لڑکا بچہ نہیں نابالغ نہیں بلکہ مرحوم کے خیال میں نبوت کا زمانہ ہے ایک بڑے انسان بلکہ (نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو اٹھا لانے کا کوئی مطلب نہیں۔

سوال: بعض ذی علموں نے یوں ترجمہ کیا ہے کہ مریم عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سواری پر اٹھا کر لائی جس پر انھوں نے ایک مثال بھی دی ہے کہ اَلَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ (توبہ)

جواب: متی باب ۲۱ میں ہے کہ وہ یروشلم میں گدھی پہ سوار ہو کر داخل ہوئے تھے جو کہ بظاہر غصباً حاصل کی گئی تھی اپنی نہیں تھی اور نہ اسے کرایہ پہ لیا گیا تھا اور یہ کام شاگردوں سے کرایا تھا۔ والدہ کا ساتھ ہونا اس میں مذکور نہیں۔

ظاہر ہے کہ اس طرح پہ سواری حاصل کرنا آپ کی شانِ نبوت کے خلاف ہے اور اگر والدہ ساتھ ہے تو وہ پیدل اور آپ سوار یہ بھی شانِ نبوت کے خلاف ہے۔ بلکہ آپ کے اعلان کے بھی خلاف ہے کہ بَرًّا بِوَالِدَتِی الآیہ میں اپنی ماں کے ساتھ بہتر سلوک کرتا ہوں جس کی تعمیل یوں ہو رہی ہے کہ آپ سوار اور ماں پیدل کیا خوب ہے!

اگر فاتی بھا قومہ یحملھا ہوتا تو ادب ہوتا مگر یہ قرآن مجید میں نہیں اور جو قرآن مجید میں ہے اس کے ایسے ترجمہ سے والدہ کی بے ادبی ظاہر ہے جو شانِ نبوت کے خلاف ہے۔

مشکوٰۃ ص۴۲۰ میں بحوالہ ابوداؤد ابوطفیل سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک عورت حاضر ہوئی جس کے لیے آپ نے اپنی چادر بچھا دی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ آپ کی رضاعی ماں ہے۔

جب آپ نے اس کی اتنی خاطر و مدارات فرمائی تو جس نے جنا ہوا ہے۔ اس کی کتنی خاطر مناسب ہے اس لیے عیسٰی علیہ الصلاۃ والسلام کی بابت یہ خیال کہ وہ سوار ہوں اور والدہ ماجدہؓ پیدل ایسے جا رہی ہے ٹھیک ہے؟

فتح الباری ص۱۳۶ پارہ ۱۵ میں ہے کہ وقد حمل عثمان امرأۃ علی حمار رقیہؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دختر نیک اختر، ہجرت حبش میں اپنے شوہر عثمان بن عفانؓ کے ہمراہ تھی تو انھوں نے اسے سواری پہ بٹھایا تھا۔

یہ خیال بھی ہے کہ عورت قابل رحم ہے اور یہ خیال بھی ہے کہ نبوی دختر قابل احترام ہے اور عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تو والدہ ماجدہ بھی ہے تو پھر وہ کیسے سوار ہو کر انھیں پیدل ہمراہ لیں یہ صریحاً بے ادبی ہے جس سے ان کی ذات گرامی پاک ہے۔

سوال : التنقیح فی ولادت المسیح ص۱۱۳ میں ہے کہ :

"لفظ حمل بطور وسیع الاستعمال ہے، اثقال محمولہ فی بواطن جیسے پیٹ کے بچے، بادل کے پانی درخت کے پھل کو بھی تشبیہاً بحمل المرأۃ حمل کہتے ہیں۔ ابھارنا، لادنا، سوار کرنا، لے جانا، اکسانا اور مکلف کرنا وغیرہ معانی کے واسطے بولا جاتا ہے"

پھر اس کی اشرد سے کر فرمایا ہے کہ:

"حضرت مسیح علمائے یہود کے سامنے نہیں جانا چاہتے تھے کیونکہ ان سے بہت مباحثے اور مناظرے ہو چکے تھے اس واسطے آپ کی والدہ ان کو باتوں میں لگا کر یا کسی اور تدبیر سے وہاں ان کے پاس لے گئیں اس واسطے فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ کہا گیا ہے کسی سے کوئی کام کروا دینے کے واسطے یا کسی ترغیب اور تحریص دینے کے لیے بھی مستعمل ہوتا ہے۔ ما حملک علی هذه الدعوی

الباطلة مجھے اس جھوٹے دعویٰ پر کس نے اکسایا یا آمادہ کیا۔ اردو میں باتوں میں لگانا مستعمل ہوتا ہے یعنی کوئی شخص جب کہیں جانا نہ چاہتا ہو تو دوسرا شخص باتوں میں بھلا کر لے جاتا ہے ناسخ کہتا ہے ؎

جو مجھ سے گریزاں تھا کل اس کو میں گھر اپنے
باتوں میں لگا لایا تقریر اسے کہتے ہیں

بعینہٖ اسی طرح حضرت مریمؑ حضرت مسیحؑ کو باتوں میں لگا کر یہودیوں کے بزرگوں کے پاس لے آئیں۔"

جواب: جس مشکل کے پیشِ نظر یہ بیان کیا گیا ہے وہ میری راہ میں حائل نہیں، اس لیے مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ اگر تبلیغ اسلام اور اشاعتِ دین کے لیے یہود کے پاس جانا تھا تو یہ کام نبوت کا اپنا ہے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام اسے خوب جانتے ہیں اور ٹھیک طور پر کرتے بھی ہیں، اس میں ماں ان کے تابع ہے۔ فصدقت بکلمات ربھا وکتبہ (تحریم) اکسانے کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر کسی دنیوی کام کے لیے جانا تھا تو یہ بھی شانِ نبوت کے خلاف ہے اس پر اکسانا ٹھیک نہیں اور اگر مناظرہ میں انھوں نے علمائے یہود سے زک اٹھائی ہے جس کی وجہ سے وہ ان کے روبرو نہیں ہوتے تو یہ خیال کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اور وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ (آل عمران) کے صریحاً خلاف ہے۔ اصل بات وہی ہے جسے میں نے بیان کر دیا ہے کہ ایک طرف یہودی رواج کے خلاف نکاح ہوا اور دوسری طرف ولد کی پیدائش میں دیر ہوئی تو یہودیوں نے اس نکاح کو نامبارک ٹھہرایا، پھر جب بحسب پیشگوئی بچہ پیدا ہوا تو یہود کو دکھانا تھا۔ دکھایا کہ اللہ پاک کے فضل و کرم سے نکاح مبارک ثابت ہوا ہے جس سے ان کی رُو سیاہی ہوئی اور وہ تلملائے کہ یہ کیا ہوا جیسے کہ آیات میں تصریح ہے۔

فاشارت الیہ: اللہ پاک نے تصریح فرما دی ہے کہ یہودیوں نے مریم کے والدین کو یوں کہہ کر مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا

بری ٹھہرایا اور ان کو کوئی الزام قائم نہیں کیا اور زکریا علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی بابت درمنثور میں بحوالہ ابن ابی حاتم عطاء بن یسار سے مروی ہے کہ جب شہر میں اس کا چرچا ہوا تو لوگوں نے آپ سے میل و ملاقات اور استفسار و استفتاء چھوڑ دیا اور سلام وکلام تک بھی بند کر دیا جس کی وجہ اس کے سوا کوئی نہیں کہ انھوں نے اس کا نکاح کرایا تھا جو کہ ولادت سے مبارک ثابت ہو کر ان کی رو سیاہی کا موجب ہوا۔

دریں حالات الیہ کی ضمیر اس کی طرف راجح ہے کہ اس سے دریافت کیا جائے۔

انی عبد اللہ : عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر یہودیوں نے الزام لگایا تھا کہ الوہیت کا دعویدار ہے جو کہ کفر ہے چنانچہ یوحنا باب ۱۰ میں ہے کہ "یہودیوں نے اسے جواب دیا کہ اچھے کام کے سبب نہیں بلکہ کفر کے سبب تجھے سنگسار کرتے ہیں اور اس لیے کہ تو آدمی ہو کر اپنے آپ کو خدا بناتا ہے" لہٰذا عبدیت کا اقرار فرما کر آپ نے اس کی تردید فرما دی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ الزام کے بعد کا کلام ہے بچپن کا نہیں ۔

وجعلنی نبیا : متی باب ۱۳ مرقس باب ۶ میں عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا بیان درج ہے کہ :

"نبی اپنے وطن اور اپنے رشتہ داروں اور اپنے گھر کے سوا اور کہیں بے عزت نہیں ہوتا۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہودیوں کا موصوف پر صرف وہی اعتراض ہے جو کہ ہر ایک نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر اس کے مخالف معاصروں کی طرف سے ہوتا چلا آیا ہے بے پدری کوئی زیر بحث نہیں ۔

سوال : قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ کی بابت جو کہا گیا ہے کہ یہ کلام نبوت ہے جو اپنے وقت پر ہوا ہے گود میں نہیں تو یہ سیاق کے خلاف ہے ۔

جواب : کوئی خلاف نہیں بلکہ موافق ہے ، جیسے کہ یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے بیان میں اللہ پاک نے بشارت دی ہے اور ابھی اس کی پیدائش کا بیان نہیں فرمایا اور یوں

خطاب فرمایا ہے کہ یَا یَحْییٰ خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ مگر کسی نے بھی آج تک یہ نہیں سمجھا کہ پیدائش سے پہلے خطاب ہو رہا ہے بلکہ یہی بتایا کہ یہ سب واقعات حذف فرما کر اپنے وقت پر خطاب ہے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کا توصاف طور پر ذکر موجود ہے پھر اس کے بعد حذف ہو کر اپنے وقت پر کلام ہے۔

سوال: یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی بابت اللہ پاک نے یوں فرمایا کہ وَسَلَامٌ عَلَیْہِ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا (مریم) اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرمایا کہ وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا (مریم) یہ فرق کیوں ہے اور کہ اس کا مطلب کیا ہے۔

جواب: یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا باپ زکریا علیہ الصلوٰۃ والسّلام جو کہ مریم رضی اللہ عنہا کا کفیل اور اللہ پاک کا نبی ہے جس پر یہ الہام اس کے بیٹے کی بابت نازل ہوا اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا باپ نبی نہیں تو اس پر اس کا الہام کیسے نازل ہوتا۔

جب بڑے ہو کر نبی ہوئے تو ان پر الہام نازل ہوا جسے انھوں نے بیان فرمایا اور مطلب دونوں کا یہ ہے کہ دونوں کے والدین مسلمان تھے ان کی ولادت پر جو کچھ رسم ورواج ہوا وہ سب اسلامی تھا کوئی خلاف اسلام رسم ادا نہیں ہوئی جیسے کہ غیر مسلم ماں باپ اپنے یہاں بچوں کی پیدائش پر رسوم ادا کیا کرتے ہیں اور وفات کے وقت تو دونوں کے ساتھ جماعت مسلمہ ہے جو کہ ان کی تجہیز وتکفین اور تدفین و دیگر امور سب شریعتِ اسلام کے مطابق سرانجام دے گی اور حشر کے دن تو اسی اسلام کے نتائج ظاہر ہوں گے اور اہل اسلام کی سفارش بھی کرے گا انشاء اللہ

سوال: یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت فرمایا کہ کَذٰلِکَ اللّٰہُ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت فرمایا کہ کَذٰلِکِ اللّٰہُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ خلق چونکہ فعل کی نسبت زیادہ اہم ہے اس لیے وہ بے پدری پر محمول ہے۔

جواب: زکریا علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے جب استحالہ پیش کیا تو اسے یوں جواب دیا گیا کہ وَقَدْ خَلَقْتُکَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَکُ شَیْئًا تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ معجزانہ

طور پر وہ بے ماد اور بے پدر پیدا ہوئے تھے۔ اور قرآن وحدیث میں بھی ان کے والدین کا کوئی ذکر نہیں بایں ہمہ ان کے والدین کو تسلیم کیا گیا ہے۔

علاوہ اس کے یَخْلُقُکُمْ فِی بُطُوْنِ اُمَّهٰتِکُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ (زمر) میں خلق در خلق کا ذکر ہے اور پھر سلالۃ اور نطفہ اور علقہ اور مضغہ اور عظم اور لحم کا ذکر خلق در خلق چلا گیا ہے پھر ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ (مومنون) فرما کر اسے ختم فرمایا ہے تو کیا یہ سب بے پدری سلسلہ ہے ہرگز نہیں سب کا اپنا اپنا باپ ہے یہ خلق اس کے خلاف نہیں۔

هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ (نجم) اللہ پاک نے اپنے کامل علم کے ساتھ ابتداءً تم کو مٹی کیچڑ سے پیدا کیا اس وقت نہ کوئی کسی کا والد تھا اور نہ والدہ تھی سب بے پدر و مادر پیدا ہوئے پھر اس نے اپنے کامل علم کے ساتھ سلسلہ توالد وتناسل قائم فرمایا اور تم کو تمہاری اپنی اپنی اماؤں کے پیٹوں میں پیدا کیا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سب بے پدر پیدا ہو رہے ہیں کہ باپوں کا ذکر نہیں بلکہ ہر ایک اپنے اپنے باپ ماں سے پیدا ہو رہا ہے۔

سوال: یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت تو فرمایا کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ احسان وسلوک کریں گے اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اپنی ماں سے حسن سلوک کرتا ہوں کیا اس کا باپ کوئی نہیں تھا یا کہ وہ اس کا عاق تھا۔

جواب: ۱ کی بابت الہام میں پیش گوئی ہے کہ اس کے والد ماجد اس وقت تک جیتے رہیں گے جس وقت وہ احسان وسلوک کے قابل ہوں گے اور ۲ کا باپ فوت ہو چکا ہوا ہے اور ماں کافی عرصہ تک زندہ رہی اور اس کا تبلیغ واشاعت میں ہاتھ بٹاتی رہی۔

اور اللہ پاک نے کلاھما بھی فرمایا ہے اور احدھما بھی فرمایا ہے۔ ۱ میں دونوں کا ذکر ہے اور ۲ میں ایک کا ذکر ہے تو کیا دوسری طرف بالکل نہیں یا کہ وہ فوت شدہ ہے یا کہ جوان ہے۔ اسی طرح یہاں دوسری طرف جانب فوت شدہ ہے یہ مطلب نہیں کہ وہ ایک سے پیدا شدہ ہے۔

سوال: روحنا سے مراد جو مریمؑ کا شوہر لیا گیا ہے غلط ہے کیونکہ اللہ پاک نے قرآن مجید اور جبرائیلؑ اور عیسیٰؑ علیہما الصلوٰۃ والسلام ہر سہ کو ہی روح سے تعبیر فرمایا ہے۔

جواب: لغت قرآن اور لغت حدیث اور لغت عرب ہر سہ میں روح کے بہت سے معانی بیان کیے ہیں یہاں پر وہ ص۳ سے مشترک ہو کر بیان ہوا ہے۔ پہلے تو وہ فرشتہ کی طرح بے ضرورت تھا جیسے کہ مَا هٰذَا بَشَرًا ط اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (یوسف) کا مطلب میں بیان کر آیا ہوں پھر جب وہ تندرست ہو کر اسے لینے آیا تو اس وقت اسے بَشَرًا سَوِيًّا کا مصداق ہو چکا ہوا تھا۔

سوال: آل عمران میں ہے کہ فرشتوں نے اسے یہ خبر دی تو اس نے یوں جواب دیا لہٰذا یہاں پر بھی روح سے مراد فرشتہ ہے ورنہ دونوں میں تضاد ہو گا۔

جواب: اول تو فرشتوں کی اطلاع بواسطہ زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے اور اس کے ساتھ لِاَهَبَ لَكِ متعلق ہے اور دوسرے یوں کہ وہ خواب ہے جس میں اسے تسلی دی گئی ہے پھر قاصد (شوہر) نے پہنچ کر سب کچھ سنا دیا اور ممکن ہے کہ وہ کچھ دنوں تک وہاں پر ٹھہرا بھی ہو گا۔ پھر اسے ہمراہ لے کر اپنے گھر چلا گیا اور اللہ پاک نے برکت فرما دی۔

سوال: جب کسی جنس کا کوئی فرد شکل بدل کر دوسری جنس میں آجاتا ہے تو اس وقت اس پر تمثل کا لفظ بولا جاتا ہے جیسے کہ یہاں فرشتہ انسان کی شکل میں آیا تھا جسے شوہر بتایا گیا ہے وہ تو پہلے بھی بشر تھا اور جب آیا تب بھی بشر ہی تھا پھر تمثل کیا ہوا اور کیسے ہوا۔

جواب: قرآن و حدیث اور لغت ہر سہ میں تمثل کے لیے یہ کوئی شرط نہیں بلکہ اس کے خلاف مشکوٰۃ ص۴۰۳ میں بحوالہ ابوداؤد، ترمذی، معاویہؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ
من سرہ ان يتمثل له الرجال قياماً فليتبوأ مقعده من النار
جو انسان یہ پسند کرے کہ اس کے سامنے دوسرے انسان متمثل ہو کر کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں تیار کرے۔

اس حدیث نبوی میں کھڑا ہونے کی صرف ایک کیف مراد ہے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کسی دوسری جنس کے افراد انسان بن کر کھڑے ہوں۔

سوال : قرآن مجید میں ہے کہ وَكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا (نساء) تاریخ بخاری مستدرک حاکم مسند احمد میں علیؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ البغضته الیهود حتی بهتوا امه مریمؑ پر یہود نامسعود نے نہیت بڑا بہتان تراشا ہے۔

جواب : حدیث کے پورے الفاظ میں یہودیوں کے بغض اور عیسائیوں کی حُب کا بالمقابل بیان ہوا ہے۔ واحبته النصاری حتی انزلوه بالمنزل الذی لیس لہٗ حب ان کے خلف نے بغض کو طول دے کر یوں کہا کہ جب نکاح خلاف شریعت ہے تو وہ کالعدم ہے لہٰذا بچہ کی پیدائش غلط ہے اس کے بالمقابل عیسائیوں کو اسے ولد ٹھہرانا پڑا اَلَا اِنَّهُمْ مِنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (صافات) اس لیے نبوی الفاظ میں حُب اور بغض کی حتی انتہائیہ کے ساتھ انتہا دیکھی بتادی کہ جب عرصہ بعد ان دونوں میں مبالغہ ہوا تو اس کی انتہاء یہاں ہوئی۔

اطلاع : قرآن مترجم شیعہ میں مجمع البیان شیعہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ یا علی انما مثلك فی هذا الامر کمثل عیسی ابن مریم احبه قوم و افرطوا فی حبه فهلکوا وابغضه قوم وفرطوا فی بغضه فهلکوا واقتصد فیه قوم فنجوا۔ شیعہ دوستوں کے لیے یہ الفاظ قابل غور ہیں۔

جواب ۲ : بیشک بہتان تراشا تھا مگر وہ کیا بہتان تھا کیا وہ یہ تھا کہ شادی کیے بغیر بچہ پیدا کرلیا ہے، آیت اور روایت میں تو اس کی کوئی تصریح نہیں عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت عام خیال مطابق تو انھوں نے اس وقت صرف اسی قدر کہا تھا کہ یہ ابھی بچہ ہے بات کے قابل نہیں اور مریمؑ کے ماں باپ کی بابت یوں بیان کیا کہ وہ اچھے تھے اب رہی مریمؓ تو اس پر یہ بہتان تھا کہ اس نے شریعت[1] کے خلاف

---

[1] مولانا علی حائری شیعہ نے اپنی تفسیر لوامع التنزیل ص ۱۴۹ پارہ ۱۶ میں فرمایا ہے کہ: (بقیہ برصفحہ آئندہ)

نکاح کیا ہے حالانکہ وہ خلاف نہیں بلکہ موافق ہے اور اس سے احیائے اسلام ہے۔ وفائے نذر کے سلسلہ میں جب وہ ہیکل کی نذر ہوئی تو والدہ کی نذر تو ثابت ہو گئی پھر بڑی ہو کر یا کہ نکاح کے بعد اس نے یہ بھی بیان کر دیا کہ میری والدہ نے نذر کے ساتھ میرے لئے اور میری اولاد کے لیے دعاء کی تھی اور یہ بغیر شادی ممکن، اور درست نہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ شادی نذر کے خلاف نہیں تو اس کے جواب میں انھوں نے یہ کہا ہو گا کہ یہ تیرا ایک بہتان ہے جو تو نے اپنی ماں پر تراشا ہے گویا یہ کذب بیانی کا الزام ہوا زنا کاری کا نہیں مگر یہ بھی غلط ہے کہ قرآن مجید نے فیصلہ دیا ہے اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ۔ (نمل)

سوال: عیسائی لوگ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابن اللہ کہتے ہیں کہ وہ بے پدر پیدا ہوئے تھے اگر ان کا کوئی باپ ہوتا تو وہ انھیں ابن اللہ کیوں کہتے؟

جواب: اناجیل میں ان کا باپ یوسف بتایا ہے اور عیسائی لوگ بھی اسے باپ ہی ٹھہراتے ہیں۔ اچھا تو اگر وہ اس لیے ابن اللہ کہتے ہیں کہ وہ بے پدر پیدا ہوئے تھے تو پھر جیسے انھوں نے اسے ابن اللہ کہا ہے ویسے ہی یہودیوں نے عزیر کو ابن اللہ کہا ہے، وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ (توبہ) تو کیا یہود کے نزدیک عزیر بے پدر پیدا ہوئے تھے، ہرگز نہیں بلکہ عزیر کے باپ کا کوئی پتہ نہیں بلکہ ماں کا بھی کوئی پتہ نہیں تو کیا وہ بے مادر و بے پدر تھے ہرگز نہیں، علاوہ ازیں یہودی اور عیسائی دونوں خود بھی اللہ پاک کے بیٹے کہلاتے ہیں وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (مائدہ) تو کیا یہ سب بے پدر ہی پیدا ہوتے رہتے ہیں ہرگز نہیں۔

سوال: یسعیاہ باب ۷ میں اس کی ایک پیش گوئی ہے جسے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر چسپاں کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بے پدر پیدا ہوا ہے۔

"دیکھو کنواری حاملہ ہو گی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام عمانوائل رکھے گی"

جواب: یہ کوئی قرآن و حدیث نہیں جس کا جواب میرے ذمہ لازم ہے کہ میں اہل حدیث

ہوں اور نہ یہ کوئی سابقہ ایسا محفوظ صحیفہ ہے جس پر ایمان کی وجہ سے مجھ پر اس کا جواب لازم ہے۔

اللہ پاک نے مریمؓ کو عالمہ فاضلہ قرار دیا ہے اور کتب الٰہیہ سے اسے واقف بتایا ہے وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ (تحریم) اگر یہ پیش گوئی یسیعاہ میں سچ مچ موجود تھی اور کہ اس کا ٹھیک مصداق یہ دونوں ماں بیٹا تھے تو مریمؓ نے اسے پریشانی کے وقت کیوں بیان نہیں کیا تاکہ یہود نامسعود خاموش ہو جاتے اور کہ پھر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے تکلم فی المہد کے موقع پر جیسے کہ عام خیال ہے یا کہ بڑے ہو کر کہ وہ بحسب ارشاد الٰہی وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ (آل عمران) سابقہ کتب سے واقف تھے کیوں اسے بیان نہیں فرمایا۔

اصل بات یہ ہے کہ صدیوں بعد یہ قصہ گھڑا گیا ہے۔

جواب ۲: عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام عمانوائیل نہیں رکھا گیا اس لیے وہ اس کے مصداق نہیں۔

جواب ۳: جیسے کہ پیدائش باب ۱۶ آیت ۱۲ میں ہے کہ

"خداوند کے فرشتے نے اسے کہا کہ تو حاملہ ہے اور ایک بیٹا جنے گی اس کا نام اسماعیل رکھنا کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا۔"

اور آیت ۱۵ میں ہے کہ

"اور ہاجرا ابرام کے لیے بیٹا جنی اور ابرام نے اپنے بیٹے کا نام جو ہاجرا جنی اسمٰعیل رکھا۔" یہ یسیعا کا اپنا بیٹا ہے جو اس کے یہاں پیش گوئی کے مطابق پیدا ہو چکا ہوا ہے۔ جیسے کہ اس کے باب ۸ میں ہے کہ

"میں نبیہ کے پاس گیا سو وہ پیٹ سے ہوئی اور ایک بیٹا جنی۔"

پھر اس کا بول بھی بیان کیا ہے کہ

"اے میرے باپ اے میری ماں" پھر اسے یوں کہہ کر مخاطب بھی کیا ہے کہ

"اے عمانوائیل" لیسعیا کی یہ پہلی شادی تھی جسے کنواری کہا گیا ہے اور مشکل کے وقت الہامی پیشگوئی کی بنا پر بچہ پیدا ہوا تھا اور اسے اسی نام سے پکارا بھی گیا تھا۔ بے پدری کا کوئی خیال تک بھی نہیں۔

جواب ۴: متی نے ایک کا لفظ بڑھا کر اسے مخصوص کر دیا ہے جو ٹھیک نہیں کہ اصل میں نہیں۔ اس سے جنس مراد ہے کہ بدکاری پھیل کر بیوہ کیا کنواریوں کے یہاں بھی اولاد شروع ہو جائے گی جیسے کہ ابن مردویہ میں مرفوعاً مروی ہے کہ یکثر ولد البغی اور مسند احمد وغیرہ میں مرفوعاً مروی ہے کہ یکثر فیھم ولد الخبیث زنا سے بہت بچے پیدا ہوں گے۔

جواب ۵: اگر اسے ضرور مسیح علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر ہی چسپاں کرنا ہے تو پھر مطلب یہ ہے کہ جب نذر کردہ نوجوان کو شادی سے روکا جائے گا تو اس وقت اجیلئے رسم نکاح اور امانت رسم تبتل کے لیے سب سے پہلے ایک کنواری نکاح کرے گی اور اسے بچہ بھی پیدا ہو گا اور وہ وقف کردہ بچوں کے لیے ایک بہتر نمونہ اور مثال قائم کرے گی۔

سوال: عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی بابت بے پدری کا خیال کب پیدا ہوا؟

جواب: الجواب الفسیح ص۲۱۴ جلد ۲ میں ہے کہ والنصاری تزعم انھا کانت ذات بعل وان زوجھا یوسف بن یعقوب ۔ اور ص۲۲۱ میں ہے کہ ان الفرقۃ الابیونیۃ التی کانت فی القرن الاول کانت تعتقد ان عیسی علیہ السلام انسان فقط تولد من مریم ویوسف النجار مثل الناس الاخرین ۔ قدیم (اسلام پسند) عیسائیوں کا یہی خیال تھا کہ مریمؑ کی شادی ہوئی تھی اور اس کے شوہر کا نام یوسف تھا جو کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ تھا اور کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت ماں باپ دونوں سے ہوئی ہے، بے پدری پیدائش نہیں۔

مرزا صاحب نے سرمہ چشم آریہ ص۵۰ میں فرمایا ہے کہ

ل

" ظاہر ہے کہ بچہ صرف عورت ہی کی منی سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ عورت اور مرد دونو
کی منی سے پیدا ہوتا ہے اور اس کے اخلاق روحانی بھی صرف ماں سے مشابہت نہیں

لہ بعض فلاسفہ اور اہل طبائع کا بھی یہی خیال ہے بلکہ وہ اسے ضابطہ الٰہی بتاتے ہیں نہیں بلکہ تجربہ سے اس کی تصدیق بھی کراتے ہیں کہ گھوڑا، گدھا اور بجو اور بھیڑیا اور کتا اور بھیڑیا، جیسے مختلف اجناس کے باہم ملاپ سے تیسری چیز پیدا ہو جاتی ہے اس سے خوب اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ولد میں نر و مادہ دونوں کا پورا پورا اثر ہوتا ہے۔

اور کہ جب دو ٹھوس اور وزنی اجسام باہم متصادم ہوں تو تیسری چیز پیدا ہو جاتی ہے جیسے کہ پتھر پہ پتھر اور لوہے پہ لوہا یا کہ پتھر پہ لوہا یا کہ لوہے پہ پتھر مارنے سے آواز اور آگ پیدا ہوتی ہے اور بادلوں کے تصادم سے گرج اور بجلی پیدا ہوتی ہے اسی طرح پر حیوانی زوجین کے باہم ٹھیک ملاپ سے ولد پیدا ہوتا ہے۔

آریوں کے خیال مطابق مادری پدری تعلق صرف جسم تک ہی محدود ہوتا ہے، یہ تعلق روح پر مؤثر نہیں کہ وہ قدیم ہے حادث نہیں۔

مرزا صاحب نے ان کا رد فرمایا ہے کہ مادری پدری تعلق جیسے کہ جسم کے ساتھ ہوتا ہے ویسے ہی روح کے ساتھ بھی ہوتا ہے کہ وہ حادث ہے قدیم نہیں۔

مرزا صاحب وغیرہ کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ مادری پدری تعلق جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہوتا ہے صرف عورت سے نہ تو بچہ کا جسم تیار ہوتا ہے اور نہ اس میں روح پڑتی ہے جس سے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی خارج نہیں۔

مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی نے اسے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ صاحب روح کا جوہر اس کی مادہ کے رحم میں اس کے جوہر کے ساتھ مل کر جب قرار پاتا ہے تو اس کی تخلیق شروع ہو جاتی ہے پھر جب تخلیق اپنے جملہ مراحل طے کرتی ہوئی ایک خاص مقام تک پہنچ کر ایک خاص صورت اختیار کر لیتی ہے تو اس میں ایک خاص قوت پیدا ہو جاتی ہے جس کا دوسرا نام روح (حیات) ہے اور مزید یوں فرمایا ہے کہ جب تک وہ صورت اس کے تحمل کے مطابق رہتی ہے (باقی آئندہ صفحہ پر)

رکھتے، بلکہ ماں اور باپ دونوں سے مشابہت رکھتے ہیں تو پھر یہ اعتقاد کس قدر نامعقول اور خلاف عقل ہے کہ گویا ایک عورت کی غذا میں ہی وہ روح مخلوط ہو کر کھائی جاتی ہے اور مرد اس سے محروم رہ جاتا ہے" اور کشتی نوح میں یوں فرمایا کہ

"اور مفسد اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریمؑ کی عزت نہیں کرتا بلکہ مسیح تو مسیح میں تو اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں کیونکہ یہ پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں نہ صرف اسی قدر بلکہ میں تو حضرت مسیح کی دونوں حقیقی ہمشیروں کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں کیونکہ یہ سب بزرگ مریمؑ کے پیٹ سے ہیں" پھر اس پر یوں حاشیہ دیا ہے کہ

"یسوع مسیح کے چار بھائی تھے اور دو بہنیں تھیں یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی بہنیں تھیں یعنی سب یوسف اور مریمؓ کی اولاد تھی۔"

یہ تصویر کا ایک رخ ہے دوسرا رخ میں پہلے بیان کر آیا ہوں کوئی صاحب معترض نہ ہوں دم مارنے کی کوئی جگہ نہیں۔

اچھا تو ابتدا میں یہود کا صرف اسی قدر ہی اعتراض تھا کہ یہ دستور ترک نکاح ہے جو ٹھیک نہیں پھر موصوف نے بڑے ہو کر جب دعویٰ نبوت کا اعلان فرمایا اور یہودی تحریف اور بدکاریوں کو ظاہر فرمایا تو پھر انھوں نے مزید زہر اگلا۔ پھر اس کے کافی عرصہ بعد ان کے خلف نے یوں بات بنائی کہ جب نکاح ٹھیک نہیں تو بچہ کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے۔

(بقیہ گزشتہ صفحہ) روح اس پر قیام پذیر ہے اور جب وہ ناقابل ہو جاتی ہے تو وہ اس میں ہی بھسم ہو کر ختم ہو جاتی ہے موصوف عالم برزخ کے قائل نہیں جس کی تصریح ان آیات کریمات میں ہے "ومن ورائهم برزخ (مومنون) النار يعرضون عليها (مومن) مما خطيئاتهم اغرقوا فادخلوا نارا (نوح) باقی رہی روح کی بحث تو اس کی بابت اللہ پاک کا ارشاد کافی ہے۔ يسئلونك عن الروح (بنی اسرائیل) خواہ انسانی روح مراد ہے یا کہ رحمانی دونوں صورتوں میں اجمال بہتر ہے مزید کیفیات اور تفصیلات کی ضرورت نہیں (اثری)

صدیوں بعد یہ تزلہ یہود نے عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور آپ کی والدہ ماجدہ پر گرایا اور خطرناک الزام تراشا جیسے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا۔ اس کے بالمقابل عیسائی لوگ ایسے گمراہ ہوتے کہ جواب کا کوئی ٹھیک راستہ انھیں سوجھ نہ سکا تو انھوں نے موصوف کو خدا تعالیٰ کا بیٹا بنا کر ظاہر کیا جس پر یہودی مغضوب اور عیسائی ضلال ٹھہرے۔

وبراً بوالدتی : عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام ابھی حمل میں یا کہ گود میں ہی تھے تو آپ کے والد ماجد فوت ہو گئے تھے آپ نے یتیم میں ہی پرورش پائی۔ والدہ ماجدہ جب تک زندہ رہی پرورش کرتی اور ساتھ دیتی رہی۔ حرفت آپ کی بکریاں چرانا تھی جیسے کہ قرآن مجید سے ظاہر ہے۔

صحیح مسلم ص ۲۶۸ جلد ۲ میں مرفوعاً مروی ہے کہ زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نجاری کا کام کیا کرتے تھے اور آپ کے فرزند ارجمند یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی غالباً یہی کام کرتے ہوں گے۔ (بڑھئی)

یوسفؑ بھی نجاری کا کام کیا کرتے تھے جیسے کہ اناجیل سے ظاہر ہے موصوف اپنے فرزند ارجمند عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یتیم چھوڑ کر فوت ہو گئے تھے آپ نے جو کچھ ترکہ چھوڑا تھا اس سے ماں بیٹا دونوں فائدہ اٹھاتے رہے پھر آپ نے بھی نجاری کا کام کیا جیسے کہ اناجیل سے ظاہر ہے اور حلال وطیب کھایا پیا، ماں کو بھی کھلایا پلایا اور احسان وسلوک کیا جیسے کہ ان کا اپنا بیان ہے۔

اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَاْكُلَانِ الطَّعَامَ (مائدہ) عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ تو خدا تھے اور نہ اس کے بیٹے اور نہ شریک تھے وہ تو صرف اس کے بندے اور رسول تھے اور اسی طرح پر وہ مبعوث ہوئے جیسے کہ ان سے پیشتر رسول مبعوث[۱] ہوتے رہے اور آپ کی والدہ ماجدہ نے اپنی والدہ سے سن کر جو یہ

---

[۱] خلت کا ترجمہ اللہ پاک نے خود جامت کر دیا ہے جیسے کہ ارشاد الٰہی ہے۔ (باقی بر صفحہ اگلا)

بیان دیا تھا کہ اللہ پاک اسے جوان کرے اور وہ شادی کرے اور ولد پیدا کرے تو وہ اپنے اس بیان میں سراسر سچی تھی۔ دونوں ماں بیٹا اپنا خود پیدا کردہ حلال طیب کھانا کھایا کرتے تھے جیسے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ: یَا اَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ۝ (مومنون)

ادریس[1] قرنی کی بابت صحیح مسلم ص۳۱۱ جلد۲ میں نبوی ارشاد ہے کہ خیر التابعین وہ بہتر تابعی تھے۔ لَہٗ وَالِدَۃٌ ھُوَ بِھَا بِرٌّ۔ وہ اپنی والدہ ماجدہ سے بہتر سلوک کر رہا ہے کیا اس کا باپ کوئی نہیں تھا یا کہ وہ اس کا نافرمان تھا ہرگز نہیں باپ تھا اور نام اس کا عامر تھا اور فوت ہو چکا تھا اس لیے آپ نے اس کی ماں کا ذکر فرمایا اور باپ کا نہیں۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جرّ احمیٰ میں اپنی ماں سے بہتر سلوک کرتا ہوں تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ بے پدر پیدا ہوئے تھے ہرگز نہیں باپ تھا مگر وہ فوت ہو چکا ہوا تھا۔

ذالک عیسی ابن مریم: اللہ پاک نے سورہ آل عمران اور سورہ مریم میں یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ذکر شروع فرما کر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم فرمایا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ دونوں کا واقعہ قریب قریب ایک سا ہے اور خود رسول اللہ

---

[1] (بقیہ گزشتہ صفحہ) قَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ (احقاف) اِذْ جَآءَتْھُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ وَمِنْ خَلْفِھِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ (حم سجدہ ۲)

[2] یمن میں ایک قبیلہ ہے جس کی طرف منسوب ہو کر یہ قرنی کہلاتے ہیں۔ امام جوہری نے جو انہیں قرن منازل کی طرف منسوب فرما کر قرنی بتایا ہے، ذہول ہے جیسے کہ نووی اور قاموس اور مصباح میں ہے اول الذکر متحرک الاوسط اور مؤخر الذکر ساکن الاوسط ہے۔ (اثری)

صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انھیں ایک مقام پر ملاحظہ فرمایا ہے اور جیسے کہ مشکوٰۃ ص۵۲۷ میں بحوالہ بخاری مسلم مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ فلما خلصت فاذا بیحییٰ وعیسیٰ وھما ابنا خالۃ[1] وہ دونوں باہم خالہ زاد بھائی ہیں اور دونوں کی پیدائش قریب قریب ایک وقت میں ہوئی ہے اور دونوں ایک دوسرے کے معاون اور مناصر تھے اور دونوں مل کر تبلیغ دین و اشاعت اسلام کیا کرتے تھے۔

اب ایک کو خدا یا اس کا بیٹا بنا کر دوسرے کو یوں ہی چھوڑ دینا کیا معنی رکھتا ہے۔ اگر یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا یا اس کا بیٹا نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس کا بیٹا نہیں دونوں صرف اللہ پاک کے شاندار بندے اور سچے رسول ہیں اور بس۔

طلب و ایجاب: مولوی امام الدین صاحب گجراتی نے اپنے رسالہ التنقیح فی ولادت المسیح میں موصوف کی بے پدری کا انکار فرما کر پدر ثابت کیا ہے اور دلائل میں سرسید مرحوم کی تفسیر کا انتخاب فرمایا ہے اور ص۳۱ پر مرزا صاحب قادیانی کا ذکر فرمایا ہے کہ انھوں نے موصوف کی وفات پر تو (اپنی غرض کی بنا پر) زور دے کر عیسائیت کے خلاف سرسید کا ہاتھ بٹایا ہے مگر اس کے دوسرے ڈبل ستون ولادت بے پدری کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا بلکہ اس کی تصدیق فرمائی جیسے کہ میں گذشتہ صفحات پر اسے نقل کر آیا ہوں۔

مولوی امام الدین صاحب نے اس جگہ یوں بھی تحریر فرمایا ہے کہ

---

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمران کی دو لڑکیاں تھیں ایک بڑی جو ام یحییٰ ہے اور ایک چھوٹی جو ام عیسیٰ ہے جیسے کہ حافظ صاحب نے فتح الباری سے بیان فرمایا ہے مگر شراح اور مفسرین اور مورخوں نیز عیسائیوں اور یہودیوں نے یوں بیان کیا ہے کہ فاقوذ کی دو لڑکیاں تھیں، ایک حنہ والدہ مریم اور دوسری ایشع ام یحییٰ دریں صورت یہ تعبیر مجازی ہے جیسے حافظ صاحب نے بیان فرمایا ہے (اثری)

"اب ضرورت زمانہ کسی دوسرے مجدد الوقت اور مجتہد الزمان اسلامی عالم کے انتظار میں ہے جو ولادتِ مسیح کا مسئلہ بھی صاف صاف دنیا کو منوائے سو بظاہر تو کوئی ایسا عالم باعمل نظر نہیں آتا لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔ مردے از غیب بروں آید و کارے بکند"

سیّد القوم: مولانا محمد حسین صاحب مرحوم بٹالوی نے اپنے ماہانہ اشاعت السنہ (۱۸۸۱ء) پرچہ ہائے اوائل جلد ۴ میں سر سید مرحوم کے خلاف ایک مفصل مضمون بنام ولادت مسیح شائع فرمایا تھا جسے میں نے پڑھا ہے۔

سر سید مرحوم کی باتوں پر جو مولانا صاحب موصوف نے تعاقب اور مواخذہ فرمایا ہے اس میں کئی جگہ پر آپ صائب ہیں لیکن اصل بات بے پدری میں آپ نے جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ سب رائج تفاسیر کا خلاصہ ہے جو کہ عام طور پر شائع ذائع ہے کوئی نئی بات قابلِ ذکر بیان نہیں فرمائی۔

ہاں موصوف نے نمبر ۲ جلد ۴ ص ۱۶ پر یہ ضرور اعتراف فرمایا ہے کہ

"یہ کہیں نہیں فرمایا کہ مسیح بلا پدر پیدا نہیں ہوا۔ یوسف نجار کے تخم سے پیدا ہوا ہے بلکہ حالات پیدائش مسیح کو ان الفاظ سے بیان کیا ہے کہ ان کے ظاہر معنی سے مسیح کا بغیر باپ پیدا ہونا ثابت ہوتا ہے"

موصوف کے نزدیک پدری پیدائش اور بے پدری دونوں کا قرآن مجید میں ذکر نہیں بے پدری قرآن مجید کے صرف طرز بیان سے ظاہر ہوتی ہے جیسے کہ دیگر علماء اور مفسروں کا خیال ہے مگر میرے نزدیک یہ طرز بیان پدری پیدائش ظاہر کرتی ہے جیسے کہ میرے بیان سے ظاہر ہے۔

مولوی صاحب نے اناجیل کے مختلف بیانوں میں تطبیق دیتے ہوئے یوں بھی فرمایا ہے کہ یوسف نجار عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منہ بولا باپ اور وہ اس کے متبنی موہومہ بولے بیٹے تھے حقیقی نہیں پھر موصوف نے عہد عتیق سے امثلہ دے کر فرمایا ہے کہ یرمیا باب ۳۱ میں خدا کو اسرائیل کا باپ اور افرائم کو خدا کا بیٹا ٹھہرایا ہے اور خروج باب ۴

میں اسرائیل کو خدا کا پہلوٹھا بیٹا ٹھہرایا ہے اور زبور باب ۲ میں داؤد کو خدا کا بیٹا اور اسے اس کا باپ ٹھہرایا ہے اور پیدائش باب ۶ میں بھی خدا کے بیٹوں کا ذکر ہے، اور اناجیل سے بھی خدا کے بیٹوں کا ذکر نقل فرمایا ہے کہ یہ سب (ابن السبیل ابن الوقت کی طرح) مجاز ہے۔ حقیقت نہیں، اچھا تو پھر حقیقی باپ کون ہے۔ بقول قاضی بیضاوی جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسّلام حقیقی باپ ہے کہ وہ خوبصورت نوجوان بے ریش انسان کی شکل بن کر خلوت میں مریم کے پاس آیا تھا اور اپنی جوانی سے اسے مشتعل کیا تھا اور خود بھی مشتعل ہو کر اس کے فرج میں پھونک ماری تھی جس سے اس کو حمل ٹھہر گیا۔ ان سب کاموں کی وجہ سے حافظ ابن کثیر نے اسے بمنزلہ باپ (شوہر) کے ٹھہرایا ہے لیکن پھر بھی حقیقی باپ (شوہر) نہیں کہ نکاح نہیں، ہاں اگر نکاح ہو کر یہ سب کام ہوتا تو وہ حقیقی باپ (شوہر) ٹھہرتے دریں حالات بمنزلہ باپ (شوہر) ٹھہرے اصل باپ (شوہر) نہیں کیا خوب ہے!

بالآخر: التماس ہے کہ جو کچھ اللہ پاک نے مجھے اپنے فضل و کرم سے پڑھایا سکھایا اور بنایا سمجھایا ہوا ہے اسے میں نے عرض کر دیا ہے اور یہ کہ جہاں تک میری دانست ہے میں نے کوئی بات نہیں چھوڑی اور جسے بیان کیا ہے دیانت اور امانت کے ساتھ ٹھیک بیان کیا ہے اور قرآن و حدیث اور لغت میں شکوک و شبہات کا ازالہ بھی کیا ہے۔

اچھا اگر کہیں بھول ذہول سے کچھ رہ گیا ہے یا کہ غلط بیان ہوا ہے تو ذی علموں کی اطلاع پر بیان ہو سکتا ہے اور اصلاح بھی ہو سکتی ہے۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلك امرا ولتعلمن نبأہ بعد حین واخر دعوانا ان الحمد للہ رب رب العٰلمین۔

اب میں ذیل میں سورہ آل عمران اور سورہ مریم کی آیات کریمات اور ان کی عربی تفسیر پہلے اور ان کا اردو ترجمہ اور مطلب بعد میں درج کرتا ہوں تاکہ ذی علم عربی داں اور ذی علم اردو خواں اپنے اپنے طور پر اسے پڑھ کر پسند کریں تو اللہ پاک کا شکریہ ادا کریں۔

اور میرے لیے دعا کریں اور اگر سارا یا کچھ غلط قرار دیں تو بھائیوں کی طرح نیک ارادہ سے اطلاع دیں تاکہ میں اس کی اصلاح کر دوں عہ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى آدَمَ واختاره واصطفى نُوحًا واجتباه واصطفى لوطا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ كاسماعيل واسحاق ويعقوب ويوسف وموسى وهارون وشعيب والياس وايوب وادريس وذى الكفل واليسع و يونس وداؤد وسليمان وزكريا ويحيى وعيسى وَاصطفى آلَ عِمْرَانَ اما ابو موسى وهارون واما جد مريم من امها كما سياتى او كلاهما عَلَى الْعَالَمِينَ اصطفى ذُرِّيَّةً خرج بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ إِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ ان يرضا زوجها وكانا من آل عمران ابى موسى عليه الصلوة والسلام رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا للمسجد يخدمه له معتقا من امر الدنيا و وقفا لامور الاسلام وحرسته تسطيرا فَتَقَبَّلْ مِنِّي ما فى الحمل إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وظننت انها حملت ذكرا وعلم الله انها حملت انثى فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَى وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ بشان ما وضعته وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَى لا يكون الذكر الذى هو فى زعمها اكبر شانا من الانثى التى ولدتها او هو كلاهما محسراهذه الانثى لا تبلغ مبلغ الرجال علما ولا قوة وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا

له علق البخاری هذا التفسیر عن ابن عباس ووصله ابن ابی حاتم (ناشر)

عہ حضرت السلام کی وفات کے بعد بھی یہ وعدہ پورا کیا جائے گا انشاء اللہ۔ (ناشر)

مَرْيَمَ ابنة عمران وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا التی تلدها بنکاح
حلالا لا لسفاح حراما مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ وذریته متخذی
اخدان ومن الذین یطعنون فی نکاحها فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ
وَّأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ودخلت فی المدرسة وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا
كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ المدارس والمعبد الذی
یحارب به الشیطان وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا حلالا طیبا قَالَ يَا مَرْيَمُ
أَنّٰى لَكِ هٰذَا من این اتی هذا او من ارسله قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ
ومابکم من نعمة فمن الله إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ
ومن یتق الله یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب هُنَالِكَ
دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً
إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّي
فِي الْمِحْرَابِ المسجد أَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى يعيش حمیدا
مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا اماما وَّحَصُورًا مانعا
وممنوعا عن المنکرات وَنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِينَ الذین فازت امورهم
قَالَ رَبِّ أَنّٰى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي
عَاقِرٌ وذلك ظن ظنه او قیاس قاسه طبیب ولیس بالهام من الله و
لا کلام منه قَالَ ملك من الملائکة كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ
قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّي آيَةً عندك اشکرك بها قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ
النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ولیالیها خبر بمعنی الانشاء کما قال فی ایة لا
تعبدون الا الله وقال فی اخری لا تعبدوا الا ایاه إِلَّا رَمْزًا بای طریق
یفهم او بصوت خفی یسمع او بسطر یقرء وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيرًا
فی تلك الایام وصم نهارا وقم لیلا کانك معتکف وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ
وَالْإِبْكَارِ والتبلیغ بای طریق کان لیس بممنوع وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ

يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ من المنكرات وَطَهَّرَكِ من السيئات
وَاصْطَفٰكِ اختارك عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ
قومى وصلى لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ذٰلِكَ
مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ من انباء ما قد سبق نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ
لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَ
مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰا
مَرْيَمُ ونادوه فى منامها اونزلت على زكريا عليه الصلوٰة والسلام
بكلام من الله فيه خطاب لها فقالوا اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ
بكلام منه انه يهب لك غلاما زكيا اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ
مَرْيَمَ لقبه المسيح واسمه عيسٰى وكنيته ابن مريم وَجِيْهًا
مقبلا اليه فِى امر الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ومعدودا مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ
الى الله وَيُكَلِّمُ النَّاسَ ويعظهم فِى الْمَهْدِ فيما يمهدونه
لصبيانهم ويندرونهم فيه لمدارسهم ومعابدهم ويحظهم
ذلك فى زمن يكون فيه كَهْلًا وَّ نبيا مِنَ الصّٰلِحِيْنَ الذين
صلحت اعمالهم وفازت امورهم قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ
وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ زوج ولم اك بغيا اميل الى غيره
قَالَ الله او الملك او زكريا كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ويدفع
الموانع اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ. كاف.
ها. يا. عين. صاد. هذا ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ التى رحم
بها عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا سرا ودعاء
جهرا لانه من الاضداد قَالَ رَبِّ اِنِّىْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّىْ
ولم يبق فيه من المخ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ واللحية شَيْبًا بالخضاب
الاحمر وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا خائبا محروما لا

تستجیب لی وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ علی اضاعة الاسلام مِنْ وَّرَآئِیْ
بعد موتی وَكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا عقیما لا تلد فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ
وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ فیما عندی من الدین والدنیا وَیَرِثُ ما جمعت منہما
من اٰبائی اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا مرضیا رَبِّ لا
تذرنی فردًا وانت خیر الوارثین فاستجاب الله له دعاءه وناداه
یٰزَكَرِیَّاۤ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ﹰاسْمُهٗ یَحْیٰى یعیش حمیدا لَمْ نَجْعَلْ
لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا قَالَ رَبِّ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ
امْرَاَتِیْ عَاقِرًا عقیما حسب ما ظننت وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ
عِتِیًّا قَالَ كَذٰلِكَ فی ظنك ولكن قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ
اصلاحك واصلاحہا وجعل الیسر علی وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ
وایاها وَلَمْ تَكُ شَیْــًٔا فاصلحہ الله ایاه وزوجہ كما فی الانبیاء
فمس هذه وهذه قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْۤ اٰیَةً اشكرك بہا قَالَ اٰیَتُكَ
اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ وایامہا سَوِیًّا ممتنعا عن الافراط
والتفریط فی ذلك ومتمسكا بالصراط السوی فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ
حینا مِنَ الْمِحْرَابِ فی تلك الایام واللیالی فَاَوْحٰۤى اِلَیْهِمْ اَنْ
سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا فوهب الله له یحیى كما قال فی الانبیاء

لـه السوی منصوب حالاً من فاعل فی تكلم وفیہ رعایة لما مر
فی اٰل عمران من الاستثناء وقال الامام الراغب والسوی یقال فیما
یصان عن الافراط والتفریط من حیث القدر والكیفیة قال الله تعالی
ثلاث لیال سویا وقال تعالی من اصحاب الصراط السوی ورجل سوی
استوت اخلاقہ وخلقتہ عن الافراط والتفریط ویقال ارادبہ التتابع
التواصل بین الایام واللیالی (اثری)

فلما بلغ مبلغ الرجال اتاه حكما وعلما وقال يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ
التورٰاة فيها هدى ونور بِقُوَّةٍ وامر قومك يا خذوا باحسنها واتيناه
الانجيل فيه هدى ونور وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ الفهم الصحيح السريع
من قبل حال كونه صَبِيًّا وكان حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً وَ
كَانَ تَقِيًّا وكان عند ربه مرضيا وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ
جَبَّارًا عَصِيًّا لهما ولا لغيرهما وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ عمل
على ولادته بمراسم الاسلام من الحلق والنسيكة لكون ابويه مؤمنين
وَيَوْمَ يَمُوْتُ يعمل المسلمون عليه بمراسمه من الغسل والكفن
والجنازة والدفن وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ويحشر حشر اهل الاسلام و
يستوفى ثوابه وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ ذهبت
مِنْ بيت اَهْلِهَا زوجها وصهرها مَكَانًا شَرْقِيًّا الى مكان شرق
من صهرها وهو بيت ابويها واقاربها فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ
حِجَابًا ولم ترد رجوعا الى زوجها لعدم الوفاق بينهما وذلك هو
الحجاب فعلم زكريا عليه الصلوٰة والسلام ما وقع بينهما من الشرور
فدعا الله ربه لمن وجهاه . دعاه فاستجاب الله له فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا
رُوْحَنَا الذى روحناه بدعائه ودواه وهو زوجها فَتَمَثَّلَ لَهَا
بَشَرًا سَوِيًّا صحيحا بارئا من العلة فقام عندها واظهر صلاحه و
صلابته قَالَتْ اِنِّىْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ اطلب مِنْكَ طلاقا اِنْ
كُنْتَ منى تَقِيًّا محترزا قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ مولاك
زكريا لابلغك ما اوحاه الله اليه وخاطبك فيه فقال انكحتك
لاميت رسم التبتل للمحررين وَلِاَهَبَ[1] لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا يبلغ مبلغ
الرجال ويكون نبيا قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ

---

[1] لام التعليل يدل على حذف ما قدر من النكاح ولا يستقم السياق الا به (اثرى)

يَمْسَسْنِي بَشَرٌ زوج كمثلك وَلَمْ اَكُ بَغِيًّا لم امل الى غيره قَالَ
صدقت كَذٰلِكَ معنى الامر قَالَ رَبُّكِ الله هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ آيسر
ليقضي الله امرا كان مفعولا وَلِنَجْعَلَهٗ النكاح وثمرته اٰيَةً اسوة
لِّلنَّاسِ الذين نذرهم اهلوهم للمدرسة ان يتزوجوا اذا احتاجوا
الى النكاح ويلدوا اولادا كما نكحت فبشرناك بعيسى وَرَحْمَةً مِّنَّا
وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا فَحَمَلَتْهُ بفضل الله وكرمه على رغم انوف
اليهود فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا فخرجت به تسافر مع
زوجها الى مكان بعيد بضرورة بدت لهما فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ
اخذها الطلق ودنا ولادها اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ذات ثمر رطب فى
موسمها قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا
مَّنْسِيًّا لو وضعت قبل هذا السفر فى حضر لكان الوضع سهلا و
نسيت الان وجعا فَنَادٰىهَا صاحب النخلة مِنْ تَحْتِهَآ
اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ الله رَبُّكِ تَحْتَكِ اسفل منك سَرِيًّا
عينا جارية وَ انى اذن لك واحل ان هُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ
بغصن النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا اوصينى ان
اسقط عليك من حيث شئت فَكُلِيْ من الانطاب وَاشْرَبِيْ
من ماء عين وَقَرِّيْ عَيْنًا بولدك فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ
اَحَدًا يكلمك رجلا كان او امرأة فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ
صَوْمًا سكوتا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا لان الكلام ممنوع عند
الاطباء مخافة اضرار المريض بل يمنعون الحضور عنده فَاَتَتْ بِهٖ
قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ فى حجرها قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا

له علق البخارى ص٥٣٢ ج٢ عن ابن عباس الدخول والمسيس واللماس هو الجماع (اشرفی)

فَرِيًّا لقد جئت شيئاً امرًا ۔ لقد جئت شيئا نكرًا شيئاً ادًّا ۔ وفتريت
على ابويك فريا انهما اباحالك زوجا و ولدا و قد سبلاك فكيف نكحت
ونقضت عهد ابويك من النذر لان المنذورة لاتنكح ابدا يَا أُخْتَ
هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ ما نقض ابوك عهدا قط
وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا ما ولدتك امك حراما ولا ولدت حراما
انما نقضت عهدها و فتحت بابا لا يغلق ابدا فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ
فاشارت الى زكريا[1] مولاها الذى تولاها و انكحها وقالت سلوه و
كلموه فانه يجيبكم وليس من ذلك الى شيء قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ
و نجيب كل من كان فِي الْمَهْدِ فى مهد امه صَبِيًّا مسبلا فانهم
يقولون لنا كيف تمنعون المنذورين عن النكاح و قد نكحت
هي بعد زوجا و ولدت منه ولدا فنحن احق ان تنكح ازواجا ونلد
اولادا مثلها فلما بلغ مبلغ الرجال واتاه الله الكتاب والحكم و
النبوة قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ لست باله ولم اقل انى اله من دونه
بل قلت انما الله اله واحد انه من يشرك بالله فقد حرم الله
عليه الجنة انما انا عبده ورسوله آتَانِيَ الْكِتَابَ الانجيل وعلمنى
التوراة وَجَعَلَنِي نَبِيًّا[2] ورسولا الى بنى اسرائيل وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا

---

[1] او اشارت الى ابيها الذى اباح لها ذرية وقال انى اعيذها بك و
ذريتها من الشيطن الرجيم ۔ الیہ کی ضمیر باپ کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے کہ اس نے
اپنی دعا میں منذورہ کے لیے ذریت پیدا کرنا درست بتایا ہے جو کہ نکاح سے درست ہوتی ہے
سفاح سے نہیں۔ (اثری)

[2] کنز العمال ص۱۹۹ جلد ۶ میں بحوالہ ابن مردویہ اور ضیاء مرفوعاً مروی ہے کہ ما
بعث الله نبيا الا شابا ۔ اللہ پاک نے ہر ایک نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو نوجوان مبعوث فرمایا ہے
بچے نہیں اور پھر وہ بھی دودھ پیتا بچہ جو کہ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا

أَيْنَمَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ بان لا ازال اصلی وازكی وامر الناس بهما وسائر اركان الاسلام دُمْتُ حَيًّا فى الدنيا وَبَرًّا بِوَالِدَتِي فانها حية تعيننى على نوائب الحق وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ولم اقل لها اف ولم انهرها بل قلت لها قولا كريما وقولا لينا وقولا ميسورا وقولا سديدا وقولا معروفا وقولا بليغا وَالسَّلَامُ عَلَيَّ عمل على بسم الاسلام كالحلق والنسيكة يَوْمَ وُلِدْتُّ لان ابواى كانا مسلمين وارجو من الله ان يعمل علىّ بسم الاسلام يَوْمَ أَمُوتُ كالتغسيل والتكفين والتجهيز وا الجنازة والتدفين وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا احشر فى زمرة المسلمين ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قال قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ مَا كَانَ لِلّٰهِ أَنْ يَتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍ سُبْحَانَهُ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ وقال إِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَ

تَعْلَمُونَ شَيْئًا (نحل) کا مصداق ہوتا ہے کیا خوب ہے!

قرآن مجید میں ارشادِ الٰہی ہے کہ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ (ابراهیم) اور کنز العمال ص۱۱۹ جلد ۶ میں بحوالہ مسند احمد ارشاد نبوی ہے کہ لم یبعث الله عزوجل نبیا الا بلغة قومه۔ اللہ پاک نے ہر ایک نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو اس کی مادری زبان میں مبعوث فرمایا ہے جو کہ تعلّم سے حاصل ہوتی ہے بچّہ کی کوئی بولی نہیں بات کیسے. (اثری)

حاشیہ صفحہ ھذا:-

سلہ کنز العمال ص۲۵۹ جلد ۷ میں بحوالہ ابن عساکر عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ویقبض عیسی ابن مریم ویلیہ المسلمون ویغسلوه ویحنطوه ویکفنوه ویصلوا علیہ ویحفروا له ویدفنوه الحدیث بطولہ۔ اور مشکوٰۃ میں بحوالہ کتاب الوفاء مرفوعاً مروی ہے کہ یدفن معی فی قبری الحدیث عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے نزول کے بعد اپنے وقت پر فوت ہونگے تو مسلمان نہلا دھلا کفنا کر اس کا جنازہ پڑھیں گے اور پھر اسے قبر میں جو نبوی روضہ میں ہوگی دفن کرینگے اور یہ سب کچھ اسلامی طرز پر ادا ہوگا. (اثری)

رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ۔ اولئك الذين
انعم الله عليهم من النبيين من ذرية اٰدم و ممن حملنا مع نوح و
من ذرية ابراهيم و اسرائيل و ممن هدينا و اجتبينا اذا تتلى عليهم
ايت الرحمٰن خروا سجدا و بكيا۔ واذكر ابراهيم فقال و هبنا لـه
اسحاق و يعقوب كلا هدينا و نوحا هدينا من قبل و من ذريته داؤد
و سليمان و ايوب و يوسف و موسٰى و هارون و كذلك نجزى المحسنين
و زكريا و يحيى و عيسى و الياس كل من الصالحين و اسماعيل و اليسع
و يونس و لوطا و كلا فضلنا على العالمين و من اٰباءهم و ذرياتهم
و اخوانهم و اجتبيناهم و هديناهم الى صراط مستقيم۔ الا ترى
الى عيسٰى عليه الصلوٰة والسلام قد تسلسل من ابويه نسبا الى الاٰباء و
الامهات الى ابراهيم و الى نوح و الى اٰدم عليهم الصلوٰة و السلام فمن كان محصورا
فى هذه السلسلة النسبية من ابويه الى اول الخلق اباً اباً و اماً اماً و له نظراء و
امثال كمن لم يلد و لم يولد و لم يكن له كفوا احد و ليس كمثله شئ۔

٭٭٭٭٭٭

عربی تفسیر کا مفہوم

اللہ پاک نے آدم[1] اور نوح[2] اور لوط[3] علیہم الصلوٰۃ والسلام کو پاک وصاف بنایا اور ابراہیم[4] علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی ذریت اسماعیل[5] و اسحاق[6] و یعقوب[7] و یوسف[8] و موسیٰ[9] و ہارون[10] و شعیب[11] و الیاس[12] و ایوب[13] و الیسع[14] و یونس[15] و داؤد[16] و سلیمان[17] و زکریا[18] و یحییٰ[19] و عیسیٰ[20] علیہم الصلوٰۃ و السلام کو پاک وصاف بنایا اور آل عمران کو بھی پاک وصاف بنایا خواہ یہ عمران موسیٰ اور ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کے والد[1] و ماجد ہوں یا کہ مریم رضہ کے نانا صاحب[2] ہوں کہ یہ نام دونوں بزرگوں کا ہے۔

۱؎ میں ۹؎ سے ۲۰؎ تک تکرار ہے اور ۲؎ میں ۲۰؎ اور اس کی والدہ ماجدہ ہے اور ان سب کا باپ[1] بیٹوں اور بھائیوں کی صورت میں سلسلہ پھیلتا ہوا چلا آیا ہے جب عمران[2] کا وقت آیا تو اس کی حاملہ بیوی حنہ نے اس کی رضا سے نذر مانی کہ اللہ پاک مجھے لڑکا عطا کرے تو میں اسے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے وقف کر دوں گی خدا کی کرنی کہ اس کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی تو اس کی امید پہ پانی پھر گیا کہ کیا اسلام کی خدمت کرے گی مگر جو اللہ پاک کے نزدیک اس کی بابت فیصلہ ہو چکا ہوا تھا کہ وہ اس خیالی لڑکے سے کہیں بہت بلند ہو گی اس کی والدہ نے اس کا نام مریم رضہ تجویز کیا اور اس کے لیے دعا کی کہ اللہ پاک اسے زندہ رکھے اور وقت پہ کسی اچھے نیک دیندار سے شادی کرائے کسی بے دین اور بداطوار سے نہیں اور اس کی اولاد کو بھی اللہ پاک اسی طرح بداطوار لوگوں سے بچائے اور اچھے لوگوں سے تعلق پیدا کرائے الحاصل کہ اللہ پاک نے اس خیالی لڑکے کی جگہ اس لڑکی کو ہی قبول فرمایا اور اسے زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگرانی میں دے کر بہت اچھی طرح پرورش فرمایا کہ حلال و طیب خوراک اس کے پاس وقت

۱؎ بخاری مسلم میں عائشہ رضہ سے زید رضہ اور اس کے بیٹے اسامہ رضہ کی بابت قائف کا بیان مروی ہے کہ ان ھذہ الاقدام بعضھا من بعض قدموں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کا آپس میں ایک دوسرے سے باپ بیٹے کا تعلق ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسے سن کر پسند فرمایا تو وہ ذریۃ بعضھا من بعض سے ماخوذ ہے۔ (رازی)

بوقت آجایا کرتی جیسے کہ پاکباز ولی کو اللہ پاک ہمیشہ اسی طرح پر رزق پہنچاتا رہتا ہے ادھر زکریا علیہ الصلوٰۃ والسّلام بھی کبر سنی کی عمر طے فرما رہے تھے اور اب تک اولاد کی شکل نہیں دیکھی تھی تو انھوں نے اللہ پاک سے دعاء کی خدایا! مجھے بھی کوئی اچھا فرزند دے کر ممنونِ احسان فرما۔ تو اللہ پاک کی کرنی کہ ادھر وہ پکار کر نماز کے لیے تیار ہوا ہی تھا کہ ادھر اسے فرشتوں نے اللہ پاک کی طرف سے جواب دیا کہ وہ تجھے ایک بچّہ کی خوشخبری سناتا ہے اور اس کا نام بھی یحیٰی تجویز کرتا ہے اور وہ کلمہ کی تصدیق کرے گا اور سردار ہوگا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے گا اور خود بھی اس کا پابند ہوگا اور کہ وہ نبی ہو کر فائز المرام ہوگا، عرض کی کہ خدایا میں تو اب بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بھی رہ رہی ہے اور ڈاکٹروں کے خیال میں) بانجھ ہے فرشتوں میں سے ایک بولا کہ (جہاں تک ظاہر داری کا تعلق ہے) بات تو ٹھیک ہے لیکن اللہ پاک (جو حقائق سے واقف ہے) وہ اسے ضرور کرے گا عرض کی کہ اچھا مجھے کوئی شکریہ کی صورت بتائی جائے فرمایا کہ تین دن رات تک ذکر الٰہی میں مشغول رہو اور عام طور پر لوگوں سے بات چیت مت کرو دن روزہ اور رات کو قیام کرو جیسے کہ معتکف کیا کرتا ہے۔ ہاں! ضرورت پر اشارہ کنایہ سے یا کر لپست آواز سے یا کہ نوشت سے بات چیت کی کوئی روک نہیں اور تبلیغ و اشاعت اور فتویٰ نویسی سے بھی کوئی روک نہیں یہ کہ بجائے خود دین ہے اور اسی طرح پر اللہ پاک نے مریمؓ سے خواہ زکریا علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے توسط سے یا کہ خواب میں فرشتوں کی زبانی پیام روانہ فرمایا کہ اللہ پاک نے تجھے پاک وصاف اور ستھرا بنایا ہے۔ اور سب اہلِ زمانہ پر تجھے فوقیت عنایت فرمائی لہٰذا تو نماز میں اللہ پاک کے لیے قیام اور رکوع اور سجود کیا کر اور باجماعت نماز پڑھا کر۔

اچھا تو مریمؓ کی کفالت پر جب نزاع پیدا ہوئی تھی اور ہر کوئی کہتا تھا کہ وہ میری نگرانی میں رہے گی۔ بالآخر قرعہ اندازی سے زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں فیصلہ ہوا۔ یہ تجھ سے صدیوں پیشتر کا ذکر ہے جسے ہم نے تیری طرف بذریعہ وحی و الہام اتارا ہے ایسی غیب کی باتوں سے تیری نبوت صاف طور پر ثابت ہے۔

اچھا تو فرشتوں نے یوں بھی پکارا کہ اے مریمؑ اللہ پاک تجھے اپنے کلام اور الہام کے ذریعہ بشارت دیتا ہے کہ تیرے لڑکا ہوگا۔ اس کا نام اس نے عیسیٰ ٹھہرایا ہے اور لقب مسیح قرار دیا ہے اور کنیت ابن مریم بتائی ہے، اور دنیا اور آخرت کے کاموں میں بہت بڑا ہوشیار اور باوقار ہوگا اور ادھیڑپن میں ہی لیکچر شروع کر دے گا۔ اور بچوں کی پرورش کے بہترین اصول بتاتے گا۔ اور بہت بڑی قومی اصلاح کرے گا اس نے عرض کی کہ خدایا بچہ کیسے ابھی تک تو مجھے شوہر نے چھوا تک بھی نہیں اور حالات کے لحاظ سے کوئی امید بھی نہیں، فرمایا کہ کوئی استحالہ نہیں جب اللہ پاک کا ارادہ ہوتا ہے تو تمام موانع دور ہو کر سب حالات موافق ہو جاتے ہیں۔

یہ تیرے پروردگار کی رحمت کا ذکر ہے جسے اس نے اپنے بندے زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام پہ نازل فرمایا کہ اس نے اسے پوشیدہ بھی پکارا اور اعلانیہ بھی پکارا کہ خدایا! اب تو میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور ادھر میری بیوی بھی بڑھیا ہے اور میرے خیال میں بانجھ بھی ہے اور کہ میں اکیلا ہوں کوئی فرزند نہیں اگر تو مجھے کوئی فرزند عطا فرما دے اور مناسب عمر تک جیتا بھی رہے اور تو اسے پسند بھی کرے تو تیری بہت بڑی مہربانی ہوگی اور میں تیرا شکریہ ادا کروں گا تو اللہ پاک نے اسے جواب دیا کہ تیرے لیے ایک لڑکا تجویز کر دیا گیا ہے اور تیری اور میری حسب پسند نیک ہوگا عرض کی کہ خدایا میاں بیوی کا موجودہ حال میل ملاپ کے قابل نہیں ہمارے علم میں یہ روک قابل رفع نہیں ہے بالآخر اللہ پاک نے روک اٹھا دی اور میل ملاپ سے امید پیدا کر دی تو عرض کی شکریہ کی کوئی بہتر صورت بتائی جائے تو فرمایا کہ تین دن رات اعتکاف کی صورت میں عبادت کرو، عام تام طور پہ بات چیت سے احتراز کرو مگر تبلیغ و اشاعت جیسے امور سے ہرگز روک نہیں دن کو روزہ اور رات کو نماز پڑھو چنانچہ ان ایام میں اس نے اسی طرح پہ شکریہ ادا کیا، بلکہ دوسروں کو بھی ذکر الٰہی کی تلقین فرمائی کہ اس کام میں اس کے ساتھ شامل ہوں پھر جب لڑکا پیدا ہوا اور اس کی بہتر سے بہتر پرورش ہوئی تو اوائل عمر میں ہی بہت بڑا دانشمند ثابت ہوا پھر جوں جوں وہ بڑھا توں توں وہ نیک عمل اور نیک مزاج ثابت ہوا، اور

اپنے ماں باپ سے احسان وسلوک کرتا رہا اور اسلامیات کے خلاف باتوں سے احتراز کرتا رہا۔ پھر مناسب وقت پر اللہ پاک نے اسے نبوت اور کتاب دے کر فرمایا کہ اس پہ خود بھی عمل کرو اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دو، چنانچہ انھوں نے سب کچھ کیا اور یہ اس لیے کہ جب وہ پیدا ہوا تو اسلامی پیشگوئی کے مطابق پیدا ہوا تھا بلکہ اس کا نام بھی پیدائش سے پیشتر الہام نے ہی تجویز کیا تھا اور اس کی پیدائش پر اسلامی مراسم ادا ہوئے کہ اس کے والدین اسلام پسند ہیں اور جب وہ فوت ہوگا تو اس وقت بھی مسلمانوں کی ایک جماعت اسلامی طرز پر اس کی تجہیز وتکفین کرے گی اور جنازہ پڑھ کر اسے دفن کرے گی اور قیامت کے دن اس کا حشر بھی اہل اسلام میں ہوگا اور وہ اس کا ثواب بھی حاصل کرے گا۔

اور قرآن مجید میں مریم[1] کا بیان کہ وہ اپنے شوہر کے گھر سے جو کہ غربی جانب واقع تھا ناراض ہو کر اپنے میکے گھر چلی گئی جو اس سے شرقی طرف واقع تھا اور وہاں جاکر وہ ایسی رک گئی کہ واپسی کا نام تک نہیں لیا۔ اس اثناء میں اصل راز بھی کچھ افشاء ہوا اور زکریا علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو بھی افسوس ہوا تو خیر دعاء اور دوا سے کام لیا گیا جس میں اللہ پاک نے برکت عطا فرمائی اور اسے مخاطب فرما کر الہام نازل فرمایا کہ تجھے لڑکا عطا کروں گا۔ جس پر زکریا علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اس کے شوہر[2] کو الہام دے کر اسے روانہ فرمایا کہ اسے سنا کر اپنے گھر واپس لائے جب وہ اس کے پاس پہنچا تو اس نے وہی شکایت کی جو واپسی سے مانع ہوئی اور طلاق کا بھی مطالبہ کیا میں تجھ سے پناہ (طلاق) چاہتی ہوں کہ تیرا اور میرا ملاپ نہیں ہو سکا اس نے اپنی صحت کا حال بھی سنایا اور اللہ پاک کا الہام بھی سنایا اور اس پہ کچھ

---

[1] مولانا محمد حسین صاحب مرحوم بٹالوی نے اشاعۃ السنہ ۱۸۸۱ء سالہ جلد ۴ ص ۱۶۲ پر و لم یمسسنی بشر و لم اک بغیا (مریم) کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ "وہ بولی میرے ہاں لڑکا کیونکر ہوگا مجھے بشر (یعنی خاوند) نے ابھی نہیں چھوا اور نہ میں بدکار ہوں" مولوی صاحب نے اس جگہ بشر کا ترجمہ بریکٹ میں خاوند خود کر دیا ہے اور دوسری صورت کا بھی ذکر فرما دیا ہے جو کہ حرام ہے۔ جزاہ اللہ (اثری)

بات چیت کے بعد اس نے یہ بھی کہا کہ الہام میں تصریح ہے کہ یہ نکاح مبارک ثابت ہوگا اور بحسب تصریح الہام بہتر نتائج پیدا کرے گا اور اللہ پاک اپنے الہام کے مطابق پاکیزہ لڑکا عطا فرمائے گا اس نے تعجب کیا کہ میرے شوہر کی طرف سے یعنی تیری طرف سے مساس تو ہوا نہیں تو لڑکا کیسے تو اس نے سب کچھ سمجھا کر کہا کہ تیرے جیسے منذور دل کے لیے اسوہ حسنہ ٹھہرے گا اور کہ تیرے مربی نے مجھے تیری طرف روانہ کیا ہے کہ میں تجھے اللہ پاک کا الہام وکلام بھی سنا دوں اور تجھے اپنے ہمراہ گھر لے چلوں بالآخر وہ اس کے ہمراہ اپنے گھر واپس ہوئی اور جب وہ اپنے گھر میں آباد ہوئی تو وقت پر اللہ پاک کے فضل وکرم سے حمل ٹھہر گیا اور ادھر اسے اپنے شوہر کے ہمراہ اپنی کسی دنیوی ضرورت کے لیے کہیں دور دراز کا سفر بھی اختیار کرنا پڑا اور ایسا ہوا کہ بیت لحم میں ایک کھجور کے درخت کے قریب پہنچ کر اسے درد زِہ شروع ہو گیا افسوس کیا کہ اگر کسی بہتر ٹھکانہ پر اس سے پہلے فارغ ہو گئی ہوتی تو اچھا ہوتا اور اتنی تکلیف نہ ہوتی۔ کھجور کے مالک نے جو کہ اس کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اور کھجوریں بیچ رہا تھا از راہ انسانی ہمدردی اسے اجازت دے دی کہ جہاں سے چاہے اور جب چاہے اور جتنی چاہے اس سے اتار کر تازہ بتازہ اپنے کام میں لائے اور یہ نیچے چشمہ بھی بہہ رہا ہے اس سے بحسب ضرورت پانی بھی پیئے اور آرام کرے، اللہ پاک فضل کرے گا اگر کوئی بات چیت کرے تو اسے یوں کہہ کر ٹال دے کہ میں وفائے نذر کے سلسلہ میں خاموشی کا روزہ رکھا ہوا ہے لہٰذا باتوں سے معذور رہوں۔ پھر وہ یہاں سے روانہ ہو کر اپنے گھر واپس آئی تو اس کی گود میں بچہ دیکھ کر قوم نے سوال اٹھایا کہ پدری مادری عہد کو توڑ کر اس طرح کی گھریلو زندگی شریعت کے خلاف ہے تمہارا باپ تو عہد شکن نہیں تھا، اور تمہاری ماں نے بھی ایسے کاموں کو کبھی پسند نہیں کیا۔ مریمؑ نے اپنے مربی زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے بات چیت کرو جس نے یہ کام کیا کرایا ہے اور وہی اس کا کرتا دھرتا ہے انھوں نے کہا کہ تیرے اس نکاح کا دوسروں پر اثر بہت برا پڑا ہے کہ تجھے دیکھ کر وہ سب بچے جو اپنی ماں کی گود میں منذور ہو چکے ہیں جوان ہو کر تیری طرح نکاح پر تیار رہوں گے۔ تو ہم انھیں کیا جواب دیں گے تو نے تو ہیکل کا سارا انتظام ہی

درہم برہم کر دیا۔

پھر اس کے بعد جب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام جوان ہوئے اور اللہ پاک نے انھیں سابقہ کتابوں کا علم عطا فرمایا اور خود ان کو بھی نبوت و حکمت اور کتاب سے سرفراز فرمایا تو انھوں نے قوم میں اعلان فرمایا کہ میں اللہ پاک کا بندہ ہوں، خدائی کا دعویٰ نہیں جو میری طرف ایسا منسوب کرتا ہے وہ مفتری ہے اور کہ اللہ پاک نے مجھے کتاب انجیل دے کر نبی ٹھہرایا ہے اور میں خواہ جہاں بھی ٹھہروں اللہ پاک کا وعدہ ہے کہ میں تجھے برکت عطاء کروں گا اور اس نے مجھے نماز و زکوٰۃ کی بھی تاکید فرمائی ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں اس کی پابندی کروں اور دوسروں سے بھی کراؤں اور کہ اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت کروں کہ وہ اب تک زندہ ہے اور اسلامی کاموں میں میرا ہاتھ بٹا رہی ہے اور کہ میں کسی کے لیے بھی سخت مزاج اور تند خو نہیں کہ اس نے مجھے ایسا ہی بنایا ہے اور کہ میری ولادت اسلامی پیشگوئی کی بنا پر وقوع میں آئی بلکہ میرا نام بھی الہامی طور پر پیشتر ہی تجویز ہو چکا تھا اور پیدائش کے وقت اسلامی رسوم کو ادا کیا گیا اور کوئی غیر اسلامی رسم ادا نہیں ہوئی کہ میرے والدین اسلام پسند تھے اور میری وفات کے وقت ایک جماعت اسلام پسند ہوگی جو میری تغسیل و تکفین و تجہیز و جنازہ و تدفین کرے گی اور قیامت کے دن بھی میرے ارد گرد اسلام پسند لوگ جمع ہوں گے تاکہ ہم اس کے نتائج اور ثمرات حاصل کریں۔

یہ عیسیٰ بن مریم ہے جو کہ نبی ہو کر ایسا سچا بیان اور تبلیغ اسلام کرتا رہا ہے آج اسے خدا یا کہ اس کا بیٹا بنایا جا رہا ہے اگر وہ بیٹا ہے تو پھر یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام اس سے بڑھ کر بیٹا ٹھہرتا ہے لیکن جب وہ بیٹا نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر کوئی بھی بیٹا نہیں، خدا تعالیٰ اولاد سے پاک ہے۔

الحاصل کہ یہ اللہ پاک کے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں جن پر اس کا انعام و اکرام ہوا ہے یہ سلسلہ آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے چلا ہے اور اسی طرح یہ سلسلہ باپ بیٹا ہوتے ہوتے یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام تک پہنچا ہے بھلا جو نسباً اس سلسلہ میں جکڑا ہوا ہے اور اس کے دیگر ہم جنس بھی اسی طرح ہر انسانی سلسلۂ نسب

ہیں جکڑے ہوئے ہیں تو پھر ان میں سے کوئی کیسے اس کے برابر یا کہ اس کا ولد ٹھہر سکتا ہے جو کہ ماں باپ اور اولاد اور دیگر اقارب سے پاک ہے۔ ۛ

پھر اس کے عرصہ بعد جب پارٹی بندی ہوئی تو طرح طرح کے خیالات پیدا ہوئے جو حقیقت سے دور ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ موجودہ عیسائیوں کے خیال مطابق عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام بے پدر پیدا ہوئے تھے اور عام طور پر مسلمانوں کا خیال بھی یہی ہے، شیعہ سُنّی دونوں کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ بے پدر پیدا ہوئے تھے بلکہ سُنّیوں کی تمام جماعتوں میں یہ بات مسلّم ہے۔ مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی اسے بے پدر مانتے تھے مگر خواجہ احمد دین صاحب اور مولوی اسلم صاحب جیراجپوری جیسے ان کے ہم خیالوں نے اس کا انکار کر دیا اور مرزا غلام احمد قادیانی اسے بے پدر مانتا تھا اور اس کے ارادت مند مولوی نورالدین مرید خاص اور مولوی محمد علی مرید خاص نے انکار کر دیا۔ علامہ عنایت اللہ صاحب مشرقی نے اسے بے پدر بتایا ہے اور ان کے ارادتمندوں کی بابت معلوم نہیں کہ ان کا کیا خیال ہے۔

ان سب سے پہلے بہاءاللہ صاحب ایرانی نے انکار کیا ہے پھر اس کے بعد سر سیّد مرحوم نے انکار کیا ہے ان میں بعض تو صاف طور پر حدیث کے منکر ہیں اور بعض نیم قائل ہیں اور بعض پوری طرح سے قائل ہیں مگر حدیث اپنے اپنے یہاں کی مسلّم ہے دوسروں کی نہیں اور میں بفضلہٖ تعالیٰ اہلِ حدیث ہوں حدیث نبوی کو حجتِ شرعی مانتا ہوں اور محدثین عظام اور ائمہ کرام کا احترام کرتا ہوں اور ان کی خدمت کا اعتراف کرتا ہوں مگر ان کی بات حجت نہیں اور قرآن وحدیث کے خلاف قابل قبول نہیں۔ خلاف خواہ انفرادی ہے یا کہ جمہوری ہے دونوں صورتوں میں مقبول نہیں جسے میں ذیل میں عرض کر دیتا ہوں۔

ۛ ۛ ۛ

اجماع اور اس کی حقیقت

امام ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین صلا جلد سا میں امام احمدؒ کا قول نقل فرمایا ہے۔ کہ مایدعی فیہ الرجل الاجماع فھو کذب من ادعی الاجماع فھو کاذب کسی بات کو محض اجماع سے ثابت کرنا غلط ہے بلکہ کسی بات میں اجماع کا دعویٰ بجائے خود غلط ہے۔

موصوف نے زاد المعاد ص۲۱ جلد ۲ میں یوں فرمایا کہ ربما ادعی بعضھم الاجماع لعدام علمہ بالنزاع کیونکہ لیسا اوقات نزاع کا علم نہیں ہوتا تو اس پر اجماع کا دعویٰ کر دیا جاتا ہے اس لیے یہ دعویٰ غلط ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص الحبیر ص۲۲۶ جلد ۲ میں جو تقریر فرمائی ہے اس کا ستفادیہ ہے کہ نقل اجماع اجماع نہیں کیونکہ خلاف ثابت ہونے پر دعویٰ اجماع منقوض ہے۔

امام ابن قیمؒ نے زاد المعاد ص۲۱۰ جلد ۲ میں فرمایا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے زمانہ سے آج تک دلائل کی بنا پر جمہور کا خلاف ہوتا چلا آیا ہے نیز فرمایا کہ ان فتوی الجمھور بالقول لا یدل علی صحتہ و قول الجمھور لیس لحجۃ جمہور آئمہ کا قول ضروری نہیں کہ صحیح ہو سکے علاوہ اس کے وہ شرعاً حجت بھی نہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری ص۳۴۷ پارہ ۲۰ میں علامہ قرطبیؒ سے نقل فرمایا ہے کہ دلیست المسئلۃ من العملیات فیکتفی فیھا بالادلۃ الظنیۃ وانما ھی من المعتقدات فلا یکتفی فیھا الا بالدلیل القطعی عملی امور میں ظنی دلائل بھی کافی ہوتے ہیں مگر اعتقادی باتوں میں قطعی ثبوت کی ضرورت ہے۔

حافظ صاحب نے فتح الباری ص۱۰ پارہ ۱۸ میں فرمایا ہے کہ ان الاقل عدداً فی الاجتھاد قد یصیب و یخطی الاکثر فلا یتعین الترجیح بالاکثر ولا سیما ان ظھر ان بعضھم قلد بعضاً ایسا ہوتا آیا ہے کہ اقلیت صائب اور

اکثریت غلط ثابت ہوئی ہے اس لیے اس پر کوئی فیصلہ نہیں خصوصاً جبکہ ایک دوسرے کی تقلید سے لکھتے اور بولتے چلے آرہے ہوں تو پھر دریں حالات مزید احتیاط کی ضرورت ہے۔

اور علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری ط۱۰ جلد ۳ ص۱۹ میں فرمایا ہے کہ والآفۃ من التقلید اس تقلید نے بہت کچھ گمراہی پھیلائی ہے جسے اٹھانا بہت بڑا مشکل ہے۔

اور حافظ ابن قیمؒ نے زاد المعاد ص۲۰۵ جلد ۲ میں فرمایا ہے کہ ان المقلد لا یترک قول من قلدہ ولو جاءتہ کل اٰیۃ جس کسی کو بھی جس کسی سے حسن عقیدت ہے وہ اس کا قول کبھی نہیں چھوڑے گا خواہ اسے پختہ سے پختہ ثبوت سے آگاہ کر دیا جائے جیسے کہ ارشاد الٰہی ہے وَلَئِنْ اَتَیْتَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ بِکُلِّ اٰیَۃٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَکَ (بقرہ)

سوال: حدیث میں ہے کہ لا تجتمع امتی علی الضلالۃ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی جس سے صاف ظاہر ہے کہ امت میں اجماع بھی ہے اور وہ صائب بھی ہے۔

جواب ۱: حدیث مختلف طریقوں سے مختلف کتابوں میں مروی ہے اور ہر طرح سے ضعیف ہے۔

جواب ۲: اس کا یہ مطلب ہے کہ جن فرعی امور کے لیے شریعت کے نصوص اور تصریحات دستیاب نہ ہوں تو ان میں میرے صحابہؓ کرام کا اتفاق اور اکثریت غلط نہیں اور دلیل جدھر کوئی شامل ہوا ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں کہ بات فرعی ہے۔

جواب ۳: پیش آمدہ وقتی باتوں کی بابت کسی مقام کے مسلمانوں کی مجلس شوریٰ میں جو امور اتفاق یا کثرت رائے سے پاس اور طے ہوں تو وہ اس وقت اور وہاں کے لیے ٹھیک ہوں گے بشرطیکہ وہ نصوص و تصریحات شرع کے خلاف نہ ہوں کیونکہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں نے موصوف کی بابت جو مجلس شوریٰ میں کثرت رائے سے پاس اور طے کیا تھا وہ خلاف شرع ہونے کی وجہ سے مسترد ہوا رائے تو دوسری بھی

غلط بھی مگر وہ اس سے باز نہیں آتے۔

امام طحاویؒ نے امام ابوحنیفہؒ امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ اپنے چاروں اماموں کا خلاف کیا ہے۔ عمدۃ القاری ص۴۴ جلد۱۱ (عینی) فتح الباری ص۴۲ پارہ ۱۱ معانی الآثار ص۴۲۵ جلد۲ ملاحظہ ہوں۔

امام ابو عبیدہؒ امام لغت ہے اور اس نے دیگر آئمہ لغت اور ائمہ تفسیر سے اختلاف کیا ہے جیسے کہ ابن کثیر ص۶۹ جلد۱ میں تصریح ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے تفسیر ص۲۹۴ جلد۱ میں فرمایا ہے کہ والعجب ان ھذا القول اختارہ الشیخ ابوعمرو بن عبدالبر النمری امام ماوراء البحر و انھا الاحدی الکبر اذا اختار مع اطلاعہ وحفظہ مالم یقم علیہ دلیل من کتاب ولا سنۃ ولا اثر تعجب کی بات ہے کہ امام ابن عبدالبر جیسا فاضل بھی اس غلط بات کا قائل ہے جس پر نہ کوئی آیت کریمہ شاہد ہے اور نہ حدیث نبوی شاہد ہے اور نہ کوئی اثر شاہد ہے۔

حافظ ابن کثیر نے امام المفسرین مجاہد کی تفسیر کو مسترد فرمایا کہ وہ سیاق کے خلاف ہے جیسے کہ موصوف نے ص۵۷۵ جلد۲ میں عسل کے ذکر پر تصریح فرمائی ہے۔

در منثور ص۲۲ جلد۵ میں محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ فان الحسن یقول برایہ اشیاء اھاب ان اقولھا حسن بصری تفسیر بالرائے کرتا ہے جسے میں پسند نہیں کرتا۔

حافظ ابن کثیر نے ھذا ربی کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ذکر اشیاء من خوارق العادات کما ذکرھا غیرہ من المفسرین من السلف والخلف و الحق ان ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کان فی ھذا المقام مناظرا لقومہ مبینا لھم بطلان ما کانوا علیہ من عبادۃ الھیاکل والاصنام۔ محمد بن اسحاق ونیز دیگر مفسروں نے سلف سے خلف تک اس جگہ معجزات اور کرامتوں کا بیان کیا ہے مگر یہ ٹھیک نہیں، ٹھیک یہ ہے کہ یہ ایک مناظرانہ طرز کلام ہے جو کہ اس موقع پر اختیار کیا گیا ہے۔

حافظ صاحب نے فتح الباری ص۲۹۲ پارہ ۲۸ میں حدوث عالم پر بحث فرمائی اور اس پر سب علماء کا اتفاق بتایا اور اسے متواتر ٹھہرایا اور اس کا انکار کفر بتایا اور ص۳۵ پارہ ۳۰ میں فرمایا کہ دھی من مستشنع المسائل المنسوبة لابن تیمیة ابن تیمیہؒ نے ان سب سے الگ ہو کر اسے قدیم بتایا ہے اور نونیہ میں حافظ ابن قیمؒ کا بھی یہی طرز معلوم ہوتا ہے امام یافعیؒ نے مرآۃ الجنان ص۲۴۸ جلد ۴ میں فرمایا ہے ولہ مسائل غریبة انکر علیه فیها اس نے کئی ایک مسائل میں سابق ائمہ کرامؒ کا خلاف کیا ہے۔ اور فتح الباری ص۴۸۹ پارہ ۱۵ میں اور وفاء الوفاء ص۱۹۱ جلد ۱ میں ہے کہ مواخاۃ کے سلسلہ میں امام ابن تیمیہؒ نے نصوص صریحہ شرعیہ کا انکار کیا ہے۔

دریں حالات اجماع اور کثرت یا کہ اس کا موہومی خیال دلائل و براہین کے بالمقابل کوئی حقیقت نہیں رکھتا ہر بات کا دلائل پر فیصلہ ہے تقلید پر نہیں۔

اطلاع: تفہیم مودودی کا حوالہ اگر مقابلہ کے وقت غلط معلوم ہو تو وہ غلط نہیں کہ میں نے موصوف کے اخص مریدوں کے توسط سے انھیں بعض اغلاط پہ توجہ دلائی تو انھوں نے تسلیم فرما کر کچھ اصلاح کر دی ہے اور کچھ امید ہے کہ کر دیں گے کہ پلیٹ ہائے تفہیم محفوظ ہیں جیسے موصوف کے خادموں کی زبانی سنا گیا ہے۔

خاکسار: عنایت اللہ اثری وزیر آبادی دارالحدیث
گجرات۔ اپریل ۱۹۶۳ء محرم ۱۳۸۳ھ

اشاعت دوم اگست ۱۹۸۹ء مطابق محرم الحرام ۱۴۱۰ھ